قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ الاٰیۃ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ

چوں آیۃ وحدیث مذکورہ بعبارتہ دال است اولًا بر
مامور بودن اقتدار نبی صلعم وثانیًا بر اقتدا خلفاء راشدین مھدیین ودریں
رسالہ ثبوت رفع الیدین از فعل حضور صلعم ونیز بہ عمل خلفاء راشدین مھدیین است
بس روایات رفع را ترجیح دادہ شدہ است بدیں مناسبت اسم او

جلاء العینین

فی اثبات رفع الیدین

عن رسول الثقلین

نهاده شد- مصنفہ العبد الضعیف خادم شریعت رسول الکریم حافظ حکیم
محمد اسمعیل دہلوی-

بجواب رسالہ

مولوی محمد اشفاق الرحمن صاحب کاندھلوی مدرس مدرسہ فتحپوری دھلی
بماہ جماد الثانی سنہ ١٣٤٩ ہجری تحریر شد

شیخ حمید اللہ صاحب نائب ناظم کانفرنس اہلحدیث صدر بازار دہلی

(مطبوعہ جامعہ [illegible] پریس دہلی)

عرضِ حال

پہلے مجھے دیکھئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

حضرات ناظرین ۔ اگرچہ اس زمانہ میں جرح و قدح تو عام طبیعتیں پسند نہیں کرتی ہیں ۔ اسی وجہ سے رطب و یابس ۔ حق و باطل میں تمیز نہ رہی ۔ اور اسلام میں تہتر فرقے ہو گئے ۔ حالانکہ اسلام میں اسکی بہت ضرورت ہے ۔ امام ترمذی نے کتاب العلل میں خوب واضح طور پر بیان کیا ہے ۔ امام طحاوی معانی الآثار جلد اول صـ ۱۳۴ میں صحیحہ پر جرح کرنے کے بعد باین الفاظ معذرت کرتے ہیں ۔ قال ابو جعفر فما اردت بشئ من ذلك تضعیف احد من اهل العلم وما هكذا مذهبی ولكنی اردت بیان ظلم الخصم لنا ۔ یعنی میرا ارادہ نہ تھا کہ میں کسی عالم کی تضعیف کرتا اور نہ یہ میرا مذہب ہے ۔ لیکن جب مخالف لوگ ہمارے راویوں پر جرح و قدح کرتے ہیں تو پھر ہم مظلوموں کو بھی اضطراراً ان کے راویوں پر جرح و قدح کرنی پڑتی ہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جرح و قدح کا سلسلہ

متقدمین ہی سے چلا آرہا ہے۔ اس میں برا ماننے کی کیا بات ہے۔ جو بات فی الحقیقت ہوگی
وہ بہر حال لکھنے اور سننے میں آویگی۔ لہذا ناظرین کی خدمت میں عرض ہے کہ رسالہ
ہذا میں امام ابو حنیفہ رح وشاگردان امام ابو حنیفہ رح (امام ابو یوسف رح وامام محمد رح)
کے متعلق جو کچھ تحریر ہے وہ اپنی طرف سے تحریر نہیں کیا ہے۔ بلکہ اسی زمانہ کے علماء
کرام کی رائے اور بیان ہے۔ جو بمعہ حوالہ کتب وصفحہ درج ہے۔ حاشا۔ وکلا۔ اس
مضمون سے امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ وشاگردان امام ابو حنیفہ رح کی تنقیص وکسر شان
مطلوب نہ توہین وتحقیر مقصود ہے۔ بلکہ حقیقت حال سے آگاہ کیا گیا ہے۔

ولیس ھذا ازدراء بابی حنیفۃ واستخفافا بہ معاذ اللہ منہ۔ بل
بیانا لنکتۃ فی ھذا المقام فتنبہ۔ نور الانوار۔ بلکہ جو شخص امام ابو حنیفہ رح
وغیرہ سلف صالحین کو بنظر حقارت دیکھے خدا اسکا دونوں جہاں میں روسیاہ کرے
بلکہ مطلب صرف اتنا ہی کہ شریعت محمدیہ میں بعد خدائے پاک کوئی دوسرا شخص واجب
الطاعت نہیں مگر محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی تابعداری وفرمانبرداری واطاعت ہمپر اللہ پاک نے فرض ولازم کردی ہے۔ آپکے
سوا اور کسی کی نہیں۔ پس ہمکو اسی کا پابند رہنا چاہیے فقط والسلام۔

خاکسار
حافظ حکیم محمد اسمعیل مؤلف
رسالہ ہذا۔ گندہ نالہ دہلی۔
۱۰ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی ھدانا سواء السبیل - وجعل لنا التوفیق خیر الرفیق والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی الہ الطیبین الطاہرین اما بعد

اربابِ دانش و بینش کی خدمت میں گزارش ہے کہ ابتداء آفرینش انسانی سے شیطان لعین دشمن بندگانِ خدا رہا ہے اور بڑے بڑے علماء حکما - اور عقلمندوں کو اپنے دام تزویر میں پھنسا کر راہِ مستقیم سے ڈگمگایا جب اللہ رب العالمین نے کسی نبی کو مبعوث فرمایا تو شیطان مردود نہایت پریشان اور مخبوط ہوا - اور تدابیر فریب میں غلطاں و پیچان رہا - لیکن زمانہ نبوت تک اسکی کوئی تدبیر باطل نہ چل سکی - اور پھر بعد وصال نبی علیہ السلام انکے اصحاب و حوارین کا جب دور دورہ شروع ہوا جبتک وہ اپنے نبی کی سنت اور اسکے طریقہ پر کاربند رہے اور اپنی رائی کو دخل نہیں دیا اور طریقہ نبی میں کچھ خلل نہ آیا تب تک شیطان لعین اپنی چال میں حیران و پریشان رہا آخر شیطان شیطان ہی ہے بہت سوچ بچار کے بعد اس کے خیال میں یہ بات آئی کہ جبتک یہ لوگ کلام رب العزت اور سنت نبی علیہ السلام پر متمسک و عامل رہینگے تیرا فریب ہرگز انپر نہ چلیگا تب اس نے یہ چال چلی کہ کسیطرح علماء کو اپنے دام فریب میں گانٹھنا چاہیے اور انکے دلوں سے تمسک سنت نبوی کو ترک کرائے پھر سب کام پورے ہو جائینگے پس اس امر کی طرف متوجہ ہوا اور سونچا کہ کس تدبیر سے یہ کام کرنا چاہیے معاً خیال آیا کہ کسی تدبیر سے کلام معصومؑ سے کلام غیر معصوم کیطرف انکو متوجہ کرنا چاہیے اور کلام معصومؑ کی بجائے انکے دلوںمیں کلام غیر معصوم کی محبت ڈلوانی چاہیے - لہذا اسب سے پہلی سبز باغ حسن آرا کا دکھا و سویہ وسوسہ اسنے علماء کے دلونمیں ڈالا کہ تم

ایسے ہو اور ویسے ہو اور کلام نبی کے مورد و محل کو خوب جانتے ہو خاص و عام کو خوب پہچانتے ہو اگر
تمہارے علم کا اتنا بھی نتیجہ ہوا کہ تشقیقات شتّی پیدا کرو تو پھر علم کا کیا فائدہ ہوا اور جس وقت کوئی
شخص تم سے کوئی مسئلہ دریافت کرتا ہے تو کیوں کہتے ہو کہ میں نہیں جانتا۔ اسمیں تمہاری ذلت ہے
اور تمہاری ذلت دین کی ذلت ہے کیونکہ تم دین کے ستون ہو۔ پس تمکو چاہیے کہ ہر مسئلہ
کا جواب کچھ نہ کچھ اگرچہ کلام معصومؑ میں نہو اپنی رائے و عقل کے زور سے دیا کرو۔ اور نیز جس
وقت تمہارے پاس کوئی سوال کرتا ہے کہ یہ جائز ہے یا ناجائز تو تم کہدیتے ہو کہ ناجائز ہے
یا بدعت ہے کبھی کہدیتے ہو کہ کلام معصومؑ میں اسکا ذکر نہیں ایسا کیوں کرتے ہو کیوں
نہیں کوئی صورت جواز کی نکالتے ہو اگر جواز کی صورت نہ پیدا کروگے تو لوگ تمکو حقیر جانینگے
اور تنگ ہو کر تم سے مسئلہ دریافت کرنا چھوڑ دینگے اور جاہل لوگ اپنی رائے پر عمل کرنے
لگیں گے۔ پس دین کا بڑا نقصان ہوگا اور یہ نقصان تمہارے نامہ اعمال میں لکھا جائیگا
نیز دین میں آسانی کا حکم ہے نہ سختی کا پس ایسے وقت میں جہاں کلام معصومؑ میں نہی وارد ہے
اسکو مورد خاص پر محمول کرنا چاہیے۔ اور جہاں سکوت آیا ہے وہاں اگر تم بھی سکوت کروگے
تو دین میں نہایت تنگی ہوگی پس قیاس لگاؤ غرض کہ پیرایہ دین میں شیطان لعین نے علمائ
کے دلوں میں قسم قسم کے وسوسہ پیدا کیے جب علمار کو اپنے دام مکر میں اچھی طرح گانٹھ لیا تو اب عوام الناس
کیطرف متوجہ ہوا انکو یہ دھوکا دیا کہ تم جاہل ہو تمکو نبی معصومؑ کے کلام سمجھنے کی طاقت کہاں
اور تمکو خاص و عام اور مورد و محل کی کیا سمجھ جو تمہارے علمار کہیں پس اسپر عمل کرو زیادہ تحقیق
و تفتیش کے درپے مت ہو کیونکہ علمار تو وہی کہتے ہیں جو کلام معصومؑ کے موافق ہے اسپر عمل کرنا
عین کلام نبیؐ پر عمل کرنا ہے۔ لہذا تحقیق کا دروازہ بند ہوگیا اور تقلید کا دروازہ کھل گیا جب یہ کام
شیطان نے کرلیا تو اب مطمئن ہوگیا۔ اب کچھ عرصہ کے بعد تمسک کلام معصومؑ چھوٹ گیا اور
لوگ کلام غیر معصوم کیطرف تمسک کرنے لگے۔ اب جو اختلاف کی صورت پیدا ہوئی اور ضرور
ہونی تھی کیونکہ طبائع انسانی مختلف ہیں اور نیز معصوم بھی نہیں اُسوقت شیطان نے جہلار کو
یہ سبق پڑھایا کہ تم جس مولوی یا پیر کے معتقد و مرید ہو اسکی بات مانو غیروں سے تمکو کیا مطلب
کیا تم جس کے مرید... اور معتقد وہ عالم نہیں جاہل ہے۔ اگر اسکے کلام کو ترک کردوگے تو ایک دینی

مولوی کی تحقیر ہو گی۔ اور یہ بڑی بری بات ہے۔ عوام اس جال میں پھنسکر مقلد اپنے اپنے مولوی اور درویشوں کے ہو گئے۔ اور تقلید کا گھر آباد ہو گیا۔ اور ایک نبیؑ معصوم کے دین میں سینکڑوں مذہب پیدا ہو گئے اور آپس میں جنگ و جدال شروع ہو گیا۔ اور شیطان کا مقصد بر آیا۔ اسی طرح دنیا میں ہمیشہ عمل درآمد ہوتا رہا یہانتک کہ اللہ پاک نے شیطان مردود کے اس فریب کے قلع و قمع کرنے کیواسطے نبی آخرالزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور وقتاً فوقتاً اپنا کلام پاک نازل کرنا شروع کیا اور گذشتہ لوگوں کی حقیقت ظاہر ہونے لگی۔ کما قال اللہ تعالیٰ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ والمسیح بن مریم الآیۃ یعنی پکڑا لوگوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو خدا سوائے اللہ کے اور مسیحؑ بیٹے مریم کو۔ اور فرمایا یا ایھا الذین امنوا ان کثیرا من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ الآیۃ یعنی اے ایمان والو تحقیق بہت سے عالم اور درویش کھا جاتے ہیں مال لوگوں کے ساتھ جھوٹ کے (یعنی غلط مسئلہ بتاکر) اور روکتے ہیں لوگونکو اللہ کے راستہ سے اور رسول اللہ صلعم نے فرمایا ما من نبی بعثہ اللہ فی امتہ قبلی الا کان لہ فی امتہ حواریون واصحاب یاخذون بسنتہ ویقتدون بامرہ ثم انھا تخلف من بعدھم خلوف یقولون ما لا یفعلون ویفعلون ما لا یؤمرون الخ یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے کسی امت میں ایسا کوئی نبی نہیں بھیجا کہ اسکی امت میں حواری اور اصحابوں نے اپنے نبی کی سنّت کو مضبوط نہ پکڑا ہو اور اپنے نبی کے حکم کی تابعداری نہ کرتی ہوں۔ پھر اسکے بعد ایسے ناخلف و نالایق جانشین پیدا ہوئے کہ سنّت نبی کو چھوڑ کر ایسی ایسی باتیں کہنے لگے جو خود نہیں کرتے تھے اور وہ کام کرنے لگے جس کے کرنے کا انکے نبی نے انکو حکم نہیں دیا تھا۔ الخ رواہ مسلم کذا فی المشکوۃ صـــ ۲۹ ـ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کے متعلق پہلے ہی سے پیشین گوئی فرما دی تھی کہ اے لوگو دنیا میں جسقدر نبیؑ آئے سب کیلئے سنّت اللہ یہی جاری رہی کہ انکی زندگی میں انکے حواری اور اصحابوں نے انکی تابعداری کی اور اپنے نبی کی سنّت پر عامل رہے۔ بعد انکے ایسے لوگ پیدا ہو گئے کہ انہوں نے نبی کی سنّت اور نبی کے طریقہ کو چھوڑ کر جو دل میں آیا دوسرونکو کہنے لگے اور جو جی میں آیا خلاف حکم نبی کرنے لگے۔ ایسا ہی میری امت کا

بھی حال ہوگا کہ میرے اور میرے صحابہؓ کے بعد ایسے لوگ پیدا ہونگے جو اپنی رائے اور عقل سے فتویٰ دینگے اور خود بھی گمراہ ہونگے اور دوسرونکو بھی گمراہ کرینگے - اب جاننا چاہیے کہ اللہ ربّ العالمین نے تمام مسلمانوں پر حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی اتباع وتابعداری فرض ولازم کردی ہے کما قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول الاٰیۃ - وما اٰتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا الاٰیۃ - قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم الخ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ الخ - فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبہم فتنۃ او یصیبہم عذاب الیم - یعنی اللہ تبارک نے اپنے کلام مجید فرقان حمید میں متعدد مقامات میں ہم مسلمانوں کو یہی حکم فرمایا ہے کہ اے ایمان والو تابعداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور تابعداری کرو اسکے رسول کی اور اپنے حاکموں اور عالموں کی پھر اگر کسی مسئلہ میں اختلاف اور تنازع ہو تو اس صورت میں کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ کیطرف رجوع کرو اگر تم اللہ پر اور دن قیامت پر ایمان رکھتے ہو - نیز جو مسئلہ حدیث رسول اللہ صلعم سے ثابت ہوکر تمہارے پاس پہونچے مضبوط پکڑ کر عمل میں لاؤ اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو اور اے محمد صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم تم اپنی امت سے کہدو اگر تم اللہ سے دوستی کرنا چاہتے ہو تو میری تابعداری کرو کیونکہ میری تابعداری ہی اللہ کی محبت کا سبب اور گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے اور یاد رکھو اس بات کو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی اطاعت عین اللہ کی اطاعت ہے - اور اور اے محمد صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم قسم ہے تجھکو تیرے رب کی نہ ایماندار ہونگے یہ لوگ جبتک کہ ہر مسئلہ اور ہر جھگڑے میں تجھکو ہی منصف نہ بنائیں پھر جو تو فیصلہ کردے تو تیرے فیصلہ کو بلا چون وچرا تسلیم کرلیں - اور ان لوگوں کو ڈرتے رہنا چاہیے جو نبی کے کسی امر میں مخالفت کرتے ہیں یہ کہ پہونچے اونکو کوئی بلا اور مصیبت دنیا میں یا پہونچے انکو عذاب دردناک آخرت میں - اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احسن الہدی ہدی محمد صلعم الخ یعنی سب طریقوں سے بہتر اور اچھا طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے ابن ماجہ - من اطاعنی فقد اطاع اللہ - یعنی جس نے میری

اطاعت و فرمانبرداری کی اسنے اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کی ابن ماجہ [صہ ۲] وستروں من بعدی اختلافا شدیدا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین اور قریب ہے کہ ای میرے صحابہ رض میرے بعد بہت اختلاف دیکھوگے تو ایسی حالت میں میری سنّت کو اور خلفاء راشدین کی سنّت کو مضبوط پکڑنا۔ ابن ماجہ [صہ ۵] من یعش منکم فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بما عرفتم من سنتی الخ یعنی جو شخص تم میں سے زندہ رہیگا وہ بہت اختلاف دیکھیگا پس لازم پکڑو تم میری سنّت کو خوب پہچان کر۔ غرضکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و اٰلہ وسلم نے صاف طور پر فرمادیا کہ میرے بعد جب کسی مسئلہ میں اختلاف دیکھو تو پہلے میری سنّت یعنی میرے طریقہ کو خوب مضبوط پکڑ کر عمل کرو اور اگر وہ مسئلہ میری سنّت میں نہ ملے تو پھر خلفاء راشدین کے طریقہ پر عمل کرنا۔ اور فرمایا ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ وسنۃ رسولہ رواہ فی الموطا کذا فی المشکوٰۃ [صہ ۳۱] یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و اٰلہ وسلم نے فرمایا چھوڑا میںنے تم میں دو باتوں کو جبتک تم انکو خوب مضبوط پکڑے رہوگے ہرگز گمراہ نہو گے قرآن مجید اور حدیث رسول اللہ صلعم اور فرمایا وتفترق امتی علی ثلث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ قالوا من ھی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی مشکوٰۃ [صہ ۳۰] یعنی رسول اللہ صلعم نے فرمایا میری امت میں تہتر فرقہ ہونگے سب کے سب دوزخی ہونگے مگر ایک فرقہ صحابہ رض نے دریافت کیا وہ کونسا فرقہ ہی جو جنتی ہی آپنے فرمایا جنتی وہ فرقہ ہی جو میرے طریقہ پر ہی اور میرے صحابہ کے طریقہ پر ہی۔ الحاصل تمام حدیثوں کا مطلب یہی ہی کہ پہلے قرآن شریف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کو مضبوط پکڑو۔ اگر قرآن و سنّت نبوی موجود نہیں تو اس صورت میں صحابہ کے طریقہ پر عمل کرو۔ کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ و اٰلہ وسلم کا ہرگز ہرگز یہ منشا نہیں کہ سنّت نبوی کے موجود ہوتے ہوئے اوسکے خلاف کسی صحابی کے قول کو خواہ وہ خلفاء راشدین ہی کیوں نہو مانتے ہوئے اسپر عمل کرو پس شروع زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر قرون ثلثہ تک اسی طور پر عمل درآمد رہا اور شیطان خبیث کا خوب اچھی طرح پر قلع و قمع ہوتا رہا آخر شیطان تو بڑا کیاد (یعنی مکار) ہی پھر وہی اپنی قدیمی چال چلنی شروع کی اور اکثر لوگوں کے دلونمیں راسخ کیا اور اس کید یعنی مکر کو اپنے غلط معنی اختلاف امتی رحمۃ اور خطائے بزرگان نباید گرفت سے ملمع کیا چنانچہ اس امت

محمدیہ میں بھی اسکا یہ مکر اس ملمع کے ساتھ چل گیا لیکن چونکہ اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ آیندہ کوئی نبی مبعوث نہو گا اور یہی دین محمدی تا قیامت جاری رہیگا اس سے پہلے کے تمام ادیان و مذاہب منسوخ قرار دئے گئے اور یہی دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ تمام دینوں اور مذہبوں پر غالب رہیگا اور اس دین محمدی کے قیام و بقا کے لئے حکم قطعی فرمایا کہ کلام معصوم کو خوب مضبوط پکڑو اور کلام غیر معصوم کیطرف توجہ نکرو۔ ورنہ اُمم سابقہ کیطرح تم بھی خراب ہو جاؤ گے۔ کیونکہ امم سابقہ میں واسطے تمیز و ابقاء کلام معصوم کے سلسلہ سند کا جاری نتھا تعدیل و جرح کرنے والا بھی کوئی نتھا۔ لہذا رطب و یابس یعنی اصلی و نقلی میں کچھ تمیز نہ رہی یاروں نے خوب اپنا کام کیا اور بمقتضائے وسوسہ شیطانی سو ادب سمجھکر پچھلوں نے اگلوں کی خطا و غلطی کو خطا و غلطی تصور نکی بلکہ جس جگہ خطا میں تھی وہاں اور پردہ پوشی سے کام لیا اور خطا کے ہی مقلد ہو گئے آخر اصلی تمسک ناپید ہوا اور دین نبی علیہ السلام گم ہو گیا۔ یہی وجہ تمام ادیان کے بگڑنے کی ہوئی۔ چنانچہ نمونہ اسکا توراۃ و انجیل وغیرہ مطبوعہ قدیم و جدید سے بخوبی ظاہر ہے۔ سو الحمد للہ دین محمدی میں یہ بدنظمی نہیں بلکہ واسطے تمیز و ابقاء کلام معصوم کے سلسلہ سند کا جاری ہوا اور واسطے جانچنے سند کے اللہ تعالی نے ایک طائفہ علماء نقادین کا پیدا کیا جو محدثین رحمہم اللہ کے لقب سے مشہور ہے۔ تاکہ رطب و یابس میں فرق کر دین معتَل و جارح کو جانچیں کہ کس مرتبہ کا ہے اور اصل کو نقل سے جدا رکھیں اور جو لوگ اصلی تمسک کو بوجہ رکیک برعایت اپنے مقتدا کے جعلی قرار دیں اور جعلی کو اصلی اُنکے اس کید کو دفع کریں۔ و نیز جو لوگ اپنی رائے و عقل کی تیزی سے کچھ کہیں اسکو رد کریں۔ سو بحمد اللہ اس طائفہ محدثین رحمہم اللہ کی سعی و محنت بار آور ہوئی۔ اور اس دین محمدی میں سلسلہ جرح و تعدیل اور رد و قدح جاری رہا۔ اور صحیح و سقیم میں امتیاز ہو گیا اس سبب سے اصل اپنے حال پر رہا اور خُذْ مَا صَفَا وَدَعْ مَا كَدَرَ پر ان نقادین کا عمل رہا اور کید کیا دین کہل گیا اور جرح و تعدیل و تمیز صحیح و سقیم مسلک علماء اخیار ٹھیرا لیکن مثل مشہور ہے کہ چور چوری سے گیا کیا ہیرا پھیری سے بھی گیا۔ شیطان مکار تو اس کید قدیم کو لوگوں کے ذہن نشین کرتا پھرتا ہے کہ جس عالم یا امام اور درویش کے تم مقلد و معتقد ہو اسکی بات مانو تم کو غیر سے کیا مطلب اور علماء حقانی اس کید کا قلع و قمع کرنے چلے آتے ہیں تاہم اکثر نفوس میں وہ کید جاگزین ہے بدیں وجہ اکثر خواص و عام کی زبان پہ یہ فقرہ ہے کہ انکے فرمودہ پر عمل کرنا عین قرآن و حدیث پر عمل کرنا ہے۔ اور

یہ طریقہ قدیم ہے پس اس وسواس شیطانی میں پڑکر اصل تمسک باضابطہ قرآن مجید وحدیث رسول حمید کو چھوڑ کر شخص واحد کی رائے پر خطا ہو یا صواب متمسک ہو گئے اور اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ برعایت مذہب اپنے مقتدا کے اصل نصوص میں کھوٹ نکالنے کے درپے ہو گئے اور طرح طرح کے شکوک و احتمالات پیدا کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ایسی کونسی حدیث ہے جو جرح سے خالی ہے اور مقولہ مقتدا بلاجرح موجود ہے پس انہوں نے اصل تمسک کو تابع اور جعلی قرار دیا اور بے اصل ونقلی کو متبوع واصل رکھا۔ جہاں کوئی حدیث پیش نظر ہوئی تو فکر کرنے لگے کہ آیا یہ حدیث ہمارے مقتدا کے مقولہ کے موافق ہے یا نہیں اگر موافق ہے تو قابل تسلیم ورنہ سیکڑوں احتمالات باطلہ پیدا کر کے رد کر دیتے ہیں اور مقتدا کے قول پر اڑ جاتے ہیں اور ایسے اڑ جاتے ہیں کہ اس حدیث کی بیخکنی کے پیچھے پڑ جاتے ہیں بقول شخصے نہ رہی بانس نہ بجے بانسری۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ یہ دین محمدی ہے۔ اور بمصداق آیہ هوالذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله الاٰیة یہی دین تمام دینوں پر غالب رہیگا اور ان شیطانی پھونکوں وکیدوں سے کبھی مغلوب نہو گا۔ کیونکہ دین محمدی کی ترقی وابقاء کیلئے اللہ پاک قیامت تک آپکی امت میں ایک ایسا طائفہ حقہ قائم کرتا رہیگا جو قرآن وحدیث کی خدمت کرتا رہیگا اور شیطانی کیدونکا قلع وقمع کرتا رہیگا اور لایخافون فی الله لومة لائم کے مطابق دنیا کی ذلت ورسوائی کا کچھ خوف نکریگا وہ طائفہ حقہ کونسا ہے وہ طائفہ اہلحدیث ہے رواہ الترمذی کذا فی المشکوٰۃ آخر کتاب صفحہ ۵۸۳

اسی بنا پر دو فرقہ قائم ہو گئے۔ ایک اہلحدیث دوسرا اہل الرأی۔ اہل فقہ بھی اسی فرقہ کو کہتے ہیں۔ ان دونوں فرقوں میں بہت بڑا فرق ہے اور ہمیشہ سے آپس میں اختلاف چلا آرہا ہے۔ اور علماء اہلحدیث ابتدا ہی سے اہل الرائی پر رد وقدح کرتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ ترمذی جلد اول صفحہ ۱۱ میں ہے سمعت وکیعا یقول حین روی هذ الحدیث فقال لاتنظروا الی قول اهل الرأی فی هذا فان الاشعار سنة وقولهم بدعة یعنی امام وکیع جب حدیث اشعار بیان فرماتے تو فرماتے کہ اے لوگو اہل رائے کے قول کیطرف توجہ نکرنا اسحدیث میں کیونکہ اشعار کرنا سنت نبوی صلعم ہے اور اور اہل رائے کا قول بدعت ہے۔ اور ترمذی صفحہ ۱۱ میں ہے سمعت ابا السائب یقول کنا عند وکیع فقال الرجل ممن ینظر فی الرأی اشعر رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم و یقول ابوحنیفة هو مثلة قال الرجل فانه قد روی ابراهیم النخعی انه قال

الا شعار مثلۃ قال فرائیت وکیعاً غضب غضباً شدیداً وقال اقول لک قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم وتقول قال ابراھیم ما احقک بان تحبس ثم لا تخرج حتی تنزع عن قولک ھذا - امام وکیع نے ایک اہل الرأی سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو قربانی کے جانور کا اشعار ثابت ہے اور ابو حنیفہ اسکو مثلہ سمجھکر ناجائز بتاتی ہیں تو اس آدمی نے جواب دیا کہ ابو حنیفہ اپنے آپ تھوڑا ہی کہتے ہیں بلکہ ابراہیم نخعی کا قول بیان کرتے ہیں کہ وہ بھی تو اشعار کو مثلہ بتاتے ہیں تو امام وکیع یہ جواب سنکر بہت غصہ ہوئے اور فرمایا کہ میں تجھکو حدیث رسول اللہ صلعم بتاتا ہوں اور تو ابو حنیفہ کے استاد ابراہیم کو پیش کرتا ہے اوبے ادب تیری سزا یہ ہونی چاہیے کہ تجھکو جیلخانہ میں قید کیا جاوے اور جبتک تو اس بات سے توبہ نکرے تجھکو چھوڑا نہ جائے - دیکھا آپنے علماء حدیث ابتداہی سے ان اہل الرأی کا رد و قدح کرتے چلے آئے ہیں اور جو شخص حدیث رسول اللہ کے مقابل کسی اور کا قول بیان کرتا تو سزائے قید اس کیلئے تجویز کرتے اور واقعی ایسی آدمی کی سزا یہی ہونی چاہیے کہ کلام معصوم علیہ کو چھوڑ کر کلام غیر معصوم پر عمل کرتا ہے - اور دارقطنی میں ص۲۲۵ ہے امام مالک نے امام ابو حنیفہ کو بھری مجلس میں وزن صاع کے متعلق کن الفاظ سے یاد کیا - فغضب غضباً شدیداً وقال قاتلہ اللہ ما اجرأہ علی اللہ الخ یعنی امام مالک رح امام ابو حنیفہ پر بہت غصہ ہوئے اور فرمایا قتل کرے اسکو اللہ تعالیٰ کیا دلیری کی اسنے اللہ تعالیٰ پر - بطور نمونہ انہی قولوں پر اکتفا کیا گیا ورنہ کتب حدیث میں بہت سے ایسے واقعات موجود ہیں - اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مذہب اہل الرأی کی بنا اکثر ضعیف - اور موضوعات و شاذ حدیثوں اور صحیح مرفوع کے مقابل ضعیف آثار صحابہ پر ہے کتب فقہ اسپر شاہد ہیں چنانچہ ترمذی میں ص۲۹ ہے سمعت وکیعا یقول لولا جابر الجعفی لکان اھل الکوفۃ بغیر حدیث ولولا حماد لکان اھل الکوفۃ بغیر فقہ یعنی امام وکیع کہتے ہیں کہ اگر جابر جعفی نہوتا تو کوفہ والوں کو ہرگز حدیث نہ پہونچتی اور اگر حماد نہوتے تو انکو فقہ بھی ہرگز نصیب نہوتی - اور جابر جعفی وہ شخص ہے جسکو ترمذی ص۲۵ نے اور کتاب الضعفا بخاری ص۶ اور کتاب الضعفا نسائی میں ضعیف اور متروک الحدیث لکھا ہے - اور تہذیب التہذیب ص۴۸ ج۲ میں ہے قال ابو یحیی الحمانی عن ابی حنیفۃ ما لقیت فیمن لقیت اکذب من جابر الجعفی یعنی امام ابو حنیفہ

نے کہا کہ جابر جعفی سے زیادہ مینے کسی کو جھوٹا نہیں دیکھا اور وضاع الحدیث بھی ہی۔ چنانچہ مقدمہ صحیح مسلم ص۱۵ اور تہذیب التہذیب ص ج میں ہی کہ جابر جعفی نے خود اقرار کیا ہی کہ مینے پچاس ہزار حدیثیں بنائی ہیں۔ محدثین نے امام ابو حنیفہ۔ امام محمد۔ امام ابو یوسف کو حدیث کے بارہ میں ضعیف گردانا ہے چنانچہ میزان الاعتدال ص ج۳ میں ہی وقال ابن عدی لیس فی اصحاب الرأی اکثر حدیثا منہ الا انہ یروی عن الضعفاء الکثیر مثل الحسن بن عمارۃ وغیرہ یعنی اہل الرأی میں ابو یوسف سے زیادہ کوئی حدیث روایت کرنیوالا نہیں مگر یہ بات ہی کہ ضعفاء سے اکثر روایت کرتے ہیں جیسے حسن بن عمارہ وغیرہ۔ اور لسان المیزان میں ہی عن ابن المبارک انہ وھاہ یعنی ابن مبارک نے کہا کہ ابو یوسف حدیث کے بارہ میں واہی ہیں۔ اور امام بخاری نے متروک الحدیث کہا ہی۔ اور میزان الاعتدال ص۳۲ ج میں ہی کہ قاضی شریک کی عدالت میں کسی مقدمہ میں قاضی ابو یوسف کی شہادت تھی تو قاضی شریک نے انکی گواہی قبول نہیں کی۔ اور امام محمد کے متعلق لسان المیزان ص۱۲۲ ج میں ہی کہ ایک مرتبہ امام محمد کسی مقدمہ میں قاضی شریک کی عدالت میں بطور گواہ پیش ہوئے تو عدالت نے انکی گواہی قبول نہ کی۔ قال ابن عدی ومحمد لم تکن عنایتہ بالحدیث وقد استغنی اہل الحدیث عن تخریج حدیثہ۔ وقال الاحوص بن الفضل الغلابی عن ابیہ حسن اللؤلوی ومحمد بن حسن ضعیفان۔ وذکرہ العقیلی فی الضعفاء۔ یعنی ابن عدی کہتے ہیں کہ امام محمد کی توجہ حدیث کیطرف نہیں تھی اور اہلحدیثوں کو انکی حدیث کی پرواہ نہیں۔ اور احوص نے کہا کہ حسن لؤلوی اور محمد بن حسن دونوں ضعیف ہیں اور عقیلی نے انکو ضعفاء میں ذکر کیا ہی اور میزان الاعتدال ص۲۴۳ ج۳ میں ہی لینہ النسائی وغیرہ من قبل حفظہ۔ یعنی امام نسائی وغیرہ نے حافظ کیوجہ سی انکو لین الحدیث کہا ہی۔ اور امام ابو حنیفہ کے متعلق میزان الاعتدال ص۲۲۴ ج میں ہی ابو حنیفۃ الکوفی امام اہل الرأی ضعفہ النسائی من جہۃ حفظہ وابن عدی وآخرون الخ یعنی ابو حنیفہ امام اہل الرأی ہیں امام نسائی نے انکو حافظ کیوجہ سی ضعیف کہا ہی اور ابن عدی اور ان کے علاوہ اور لوگوں نے بھی ضعیف کہا ہی۔ اور تاریخ بغداد خطیب ص۴۵۱ میں ہی سمعت یحیی بن معین وسئل عن ابی حنیفۃ فقال کان یضعف فی الحدیث۔ عبد اللہ علی بن عبد اللہ المدینی قال وسئلتہ یعنی اباہ عن

ابی حنیفہ صاحب الرأی فضعفہ جدًا ابو حفص عمر بن علی قال وابو حنیفۃ النعمان بن ثابت صاحب الرأی لیس بالحافظ مضطرب الحدیث الخ ابراهیم بن یعقوب الجوزجانی قال ابو حنیفۃ لا تتبع لحدیثہ ولا لرأیہ۔ یعنی امام یحییٰ فرماتے ہیں کہ ابو حنیفہ حدیث میں ضعیف تھے انکی بیان کی ہوئی حدیثیں نہ لکھا کرو امام علی بن عبداللہ مدینی سے ابو حنیفہ اہل الرأی کے بارہ میں سوال کیا گیا تو سخت ضعیف بتلایا۔ ابوحفص عمر بن علی نے کہا ابو حنیفہ نعمان بن ثابت صاحب الرأی حافظ نہیں ہیں اور مضطرب الحدیث ہیں انکی روایت واہی ہے اور ابراہیم بن یعقوب جوزجانی فرماتے ہیں کہ ابو حنیفہ کی روایت کی ہوئی حدیث کی اتباع نہ کیجائے نہ انکی رائے وقیاس مانا جائے۔ اور قیام اللیل [صہ ۱۲۳] میں ابن مبارک فرماتے ہیں ان ابا حنیفۃ رحمہ اللہ یتیمًا فی الحدیث۔ یعنی ابو حنیفہ حدیث میں یتیم تھے یعنی حدیث کا علم کم تھا۔ غرض کہ اور بہت سے اقوال ائمہ جرح وتعدیل کے اسپر شاہد ہیں کہ حدیث کے بارہ میں امام ابو حنیفہ مع شاگرداں امام ابو یوسف و امام محمد ضعیف اور کمزور ہیں۔ محدثین نے انکی حدیث لکھنے سے انکار کردیا ہے۔ البتہ فقیہ اہل رائے عابد زاہد۔ متقی پرہیزگار اور بہت مالدار تھے۔ لیکن علم حدیث میں کم مایہ تھے۔ جس زمانہ کے لوگوں کے حالات ہم نے درج کئے ہیں اسوقت جماعت اہلحدیث کثرت سے تھی اسو علم حدیث ہی کا چرچہ تھا اور اہل الرأی بہت کم تھے کیونکہ یہ قلیل گروہ اسی زمانہ میں پیدا ہوا تھا اوسکی ابتداء پیدائش کوفہ تھی جہاں اس جماعت نے اپنی رائے سے کوئی بات خلاف قرآن وحدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کی محدثین نے اسپر ردو قدح کرنی شروع کردی ماہرین فن حدیث پر یہ امر مخفی نہیں ہے۔ اور ہم اپنے اس ثبوت میں کہ فرقہ اہل الرأی اس زمانہ میں قلیل طائفہ تھا چنانچہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے وقال ابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ وطائفۃ قلیلۃ۔ اور ملا علی قاری حنفی نے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھا ہے ولم یوجبہا ابو حنیفۃ وطائفۃ یسیرۃ یہ دونوں قول اس بات پر دلیل ہیں کہ اس زمانہ میں اہل الرأی اہلحدیث کے مقابل میں بہت کم تھے اور اسی زمانہ کی اکثریت اور اقلیت کا اعتبار رہے نہ اسوقت کی چودھویں صدی کا۔ اور

ان دونوں فریق کے اختلاف کی صرف ایک وجہ ہے اگر وہ وجہ جاتی رہی تو پھر دونوں فریق ایک ہو جائیں اور اختلاف رفع ہو جائے وہ وجہ یہ ہے کہ اہلحدیث تو کہتے ہیں کہ دین متین کا دارومدار صرف کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ پر ہے جملہ احکام الٰہی قرآن مجید اور حدیث شریف میں موجود ہیں اور اسی کا نام شریعت ہے اور یہی ہمارے لئے حجت ہے۔ اہل فقہ کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ ہمارے امام ابو حنیفہ رح کے فرمودہ قیاسی مسائل بھی شریعت میں حجت ہیں اور وہ بھی ہمارے لئے دلیل ہیں لہذا دونوں فریقوں کی کتابیں علیحدہ علیحدہ مقرر ہو گئیں اہلحدیث تو بعد کلام اللہ کے صحیح حدیثوں کے مجموعہ کو کافی سمجھتے ہوئے انپر عمل کرتے ہیں اور صحیح حدیثوں کا مجموعہ یہ چھ کتابیں ہیں جو صحاح ستہ کے نام سے مشہور ہیں۔ صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ سنن ابوداؤد۔ جامع ترمذی۔ سنن نسائی۔ سنن ابن ماجہ۔ انکے علاوہ اور جو صحیح صحیح حدیثیں ہیں انکو بھی مانتے ہیں۔ اور اہل فقہ انکے علاوہ فقہ حنفی کی کتابوں کو بھی دینی و شرعی سمجھتے ہیں اور انپر عامل ہیں وہ کتابیں یہ ہیں۔ ہدایہ شرح وقایہ کنز۔ قدوری۔ درمختار۔ عالمگیری۔ فتاوی قاضیخان وغیرہ۔ یہ کتابیں فقہی اور قیاسی مسائل کا مجموعہ ہیں۔ جن میں اکثر مسائل کتاب اللہ وحدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ہیں اور بہت سے مسائل ایسی بھی ہیں جنکا پتہ کتاب وسنت میں بالکل نہیں۔ اسلئے اہلحدیث اور اہل الرای کی کتابوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ میں کتابوں کی تقسیم پانچ طبقوں پر کی ہے اول طبقہ کی صرف تین کتابیں بیان کی ہیں۔ موطا امام مالک۔ صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں اگر تمکو حق دریافت کرنا مقصود ہے تو موطا امام مالک رح کا امام محمد کی کتاب الآثار اور اور امام ابو یوسف کی کتاب الامالی سے مقابلہ کرلو موطا اور ان دونوں کتابوں میں بعد المشرقین نظر آئیگا تم نے کسی محدث یا مفتی کو سنا ہے کہ اس نے ان دونوں کیطرف توجہ کی ہو اور صحیحین پر تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ صحیحین میں جتنی حدیثیں متصل مرفوع ہیں وہ یقیناً سب صحیح ہیں ان دونوں کتابوں کا ثبوت مصنفین تک بالتواتر ہے اور..... جو انکو نگاہ عظمت سے نہ دیکھے وہ مبتدع ہے اور مسلمانوں کے راستہ سے خلاف پیروی کرنیوالا ہے۔ اگر تم صحیحین کا ابن ابی شیبہ اور طحاوی کی کتابوں اور خوارزمی کی مسندوں سے مقابلہ کروگے تو انمیں بعد المشرقین پاؤگے۔ انتہی۔ الغرض صحیح بخاری کی نسبت

تمام علمار کا بالاتفاق یہ قول ہے۔ اصح الکتاب بعد کتاب اللہ الصحیح البخاری۔ یعنی کلام اللہ کے بعد تمام دنیا کی کتابوں سے زیادہ صحیح کتاب صحیح بخاری ہے۔ اور مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری حنفی مقدمہ صحیح بخاری میں لکھتے ہیں واتفق الجمھور علی ان صحیح البخاری اصحھما صحیحًا واکثرھما فوائد۔ واجمعت الامۃ علی صحۃ ھذین الکتابین ووجوب العمل باحادیثھما۔ یعنی جمہور علمار اس پر متفق ہیں کہ صحیح بخاری بہت صحیح ہے اور تمام امت کا اجماع اس امر پر ہے کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم دونوں کتابیں صحیح ہیں اور انکی حدیثوں پر عمل کرنا واجب ہے اور صحیح بخاری ایسی مقبول اور مشہور کتاب ہے کہ صحیح بخاری کو امام بخاری سے نوّے ہزار آدمیوں نے سنا ہے چنانچہ مقدمہ صحیح بخاری میں ہے وقد روینا عن الفربری قال سمع الصحیح من البخاری تسعون الف رجل الخ۔ غرض کہ کلام اللہ کے بعد صحیحین سے زیادہ کوئی کتاب صحیح نہیں۔ اور صحیح بخاری سے زیادہ مقبول ومشہور کوئی کتاب نہیں۔ طبقہ دوم میں سنن ابو داؤد۔ جامع ترمذی۔ سنن نسائی۔ اور مسند احمد بھی اسی درجہ کی ہے۔ ان کے مصنف ثقاہت عدالت۔ حفظ میں مشہور معروف تھے فنون حدیث میں متبحر تھے الخ تیسرے طبقہ کی کتابیں مسند ابو علی مصنف عبدالرزاق مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ مسند عبد بن حمید۔ طیالسی۔ بیہقی۔ طحاوی۔ طبرانی ہیں ان میں صحیح حسن ضعیف غریب معروف شاذ منکر خطا صواب ثابت وغیرہ ہر قسم کی حدیثیں شامل ہیں اور محدثین نے انکی صحت وسقم سے زیادہ بحث نہیں کی اور کسی محدث نے اسکا اشکال دور نہیں کیا اور کسی مؤرخ نے اسمار الرجال انکا بیان نہیں کیا اور محدثین کا اعتبار طبقہ اولیٰ وطبقہ دوم کی حدیثوں پر ہے یعنی صحاح ستہ پر۔ انہیں سے ہمیشہ انکی وابستگی رہی ہے انتہٰی۔ اور کتب صحاح ستہ کی تدوین تیسری صدی میں ہو چکی تھی۔ اور انکے مصنفین سے لیکر تا رسول اللہ صلعم سلسلہ سند باقاعدہ ہر حدیث میں موجود ہے۔ اب کتب اہل الرأی یعنی فقہ حنفی کو ملاحظہ فرمایئے۔ ہدایہ۔ چھٹی صدی میں شرح وقایہ آٹھویں صدی میں۔ کنز الدقایق آٹھویں صدی میں۔ قدوری پانچویں صدی میں۔ در مختار گیارہویں صدی میں۔ فتاویٰ عالمگیری مابین گیارہویں وبارہویں صدی یہ وہ کتابیں ہیں جنپر حنفی مذہب کا دارومدار ہے۔ جب کسی مسئلہ کے دریافت کی ضرورت ہوتی ہے تو قرآن وحدیث کہاں صرف انہی کتابوں سے جواب ملتا ہے۔ جب انکی ورق گردانی کرتے ہیں تو کہیں قال

ابو حنیفۃ یعنی ابو حنیفہ نے کہا اور کہیں قال ابو یوسف یعنی ابو یوسف نے کہا اور کہیں قال محمد یعنی محمدؒ نے کہا اور کہیں قال زفر یعنی زفر نے کہا اور کہیں قال حسن بن زیاد یعنی حسن بن زیاد نے کہا وغیرہ وغیرہ اقوال الرجال جابجا لکھے ہوئے ملتے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ و قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کا کہیں ذکر نہیں۔ اور جب اسناد کیطرف نظر دوڑاتے ہیں تو لاکھوں مسئلوں میں سے ایک مسئلہ کی بھی سند باقاعدہ صاحب کتاب سے لیکر امام صاحب تک نہیں پہونچتی۔ الغرض کتب مذکورہ جنکی یہ حالت ہو کہ کوئی کتاب تو امام صاحب کے تین تین سو برس بعد اور کوئی کتاب چار چار سو سال بعد اور کوئی کتاب سات سات سو برس بعد اور کوئی کتاب ایکہزار ہزار برس بعد لکھی گئی ہو اور کسی ایک مسئلہ کی بھی سند باقاعدہ امام ابو حنیفہ تک نہ پہونچتی ہو وہ تو امام صاحب کا مذہب قرار دیکر قابل عمل ہو جائے اور احادیث صحیحہ مرفوعہ جنکی اسناد باقاعدہ صاحب کتاب سے لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم تک فرداً فرداً بعد تنقید وجرح و تعدیل پہونچتی ہو وہ ناقابل عمل قرار دیجائیں تو اب اللہ سے ڈر کر انصاف کرنیکی ضرورت ہے کہ ان میں سے کون ناقابل عمل ہیں فاعتبروا یا اولی الابصار۔ پس اے میرے معزز ناظرین میں آپ ہی کو اس معاملہ میں منصف بناتا ہوں اور دریافت کرتا ہوں انصاف کو کام میں لاکر ایمان سے خدا لگتی کہنا کہ اہلحدیث اور اہل الرائی کی کتابوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے یا نہیں بس اختلاف کی ایک ہی وجہ ہے جن مسئلوں میں اہلحدیث اور اہل فقہ کا اختلاف ہے وہ مسائل قرآن شریف اور صحیح مرفوع احادیث کے خلاف انہی کتابوں کے ہیں۔ ظاہراً انہی کی آڑ میں شکار کھیلتے ہیں جاہلوں کے بہکانیکے واسطے کہدیتے ہیں کہ ہمارے پاس بھی حدیثیں موجود ہیں سو یاد رکھنا چاہیے کہ اہلحدیثوں کے خلاف انکے پاس ایک حدیث بھی صحیح مرفوع نہیں ہے صرف اپنا مذہب بنانیکی خاطر صحیح کے مقابل ضعیف اور مرفوع کے مقابل آثار ضعیفہ سے کام لیتے ہیں۔ اور ان کتابوں سے ذرہ برابر بھی نہیں ہٹتے ہیں اور یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ مسائل مختلف فیہا میں مذہب اہلحدیث کا ہی اقوی ہوتا ہے نہ مذہب اہل رائی کا چنانچہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نے امام الکلام صفحہ ۱۵۶ میں لکھا ہے ومن نظر بنظر الانصاف وغاص فی بحار الفقہ والاصول متجنباً عن الاعتساف

یعلم علماً یقیناً ان اکثر المسائل الفرعیة والاصلیة التی اختلف العلماء فیہا فمذہب المحدثین فیہا اقوی من مذاہب غیرہم وانی کلما اسیر فی شعب الاختلاف اجد قول المحدثین فیہ قریباً من الانصاف فللہ درہم وعلیہ شکرہم کیف لا وہم ورثة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حقاً ونواب شرعہ صدقاً حشرنا اللہ فی زمرتہم وامانتنا علی حبہم وسیرتہم مولوی صاحب نے صاف فیصلہ کر دیا کہ مسائل فرعیہ واصلیہ مختلف فیہ میں مذہب محدثین کا ہی اقویٰ ہی غیر سے..

اور محدثین کا قول قریب الی الانصاف ہی اور محدثین ہی کو ورثة النبی کا خطاب دیکر خود اس بات کی آرزو کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ میرا خاتمہ انہی کی محبت اور سیرت پکرے اور میرا حشر بھی انہی کی جماعت میں کرے۔ حضرات آپ بھی تو مقلد امام ابو حنیفہؒ تھے اور پکے سچے مقلد تھے حنفی تھے امام ابو حنیفہؒ کے سچے مقلد یہی لوگ تھے جہاں حدیث صحیح کے خلاف اپنا مذہب دیکھا وہاں حدیث کی تائید کی اور مذہبی بات چھوڑ دی کیونکہ امام صاحب کا قول یہی ہی اترکوا قولی بخبر الرسول - اذا صح الحدیث فھو مذھبی یعنی تمکو جب صحیح حدیث ملجائے اور میرا قول اسکے خلاف ہو تو میرا قول ترک کر دو اور صحیح حدیث ہی کو میرا مذہب سمجھکر اختیار کرو۔ ان لوگوں کے دلوں میں خدا کا خوف تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی دل میں کچھ وقعت ومحبت تھی نہ آجکل کے حنفی نہ خدا کا خوف نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کی محبت و وقعت نہ انکے مقلد نہ سچے حنفی صرف ان بے سند کتابوں کے پیرو کار ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ نے کہیں یہ نہیں فرمایا ہی کہ ہماری رائی اور قول کے سامنے کسی کی بات نہ مانا یا جو کچھ ہم نے کہا ہی وہ سب صحیح ہی اور اسکا خلاف غلط ہی۔ امام صاحب علیہ الرحمة ان باتوں سے بری الذمہ ہیں مسائل مختلف فیہا میں سے ایک مسئلہ رفع الیدین عند الرکوع اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت کا ہی - اگرچہ یہ مسئلہ ہندوستان میں مدت سے جاری ہی اور اسکے دلائل ثبوتیہ واضح طور پر صدہا مرتبہ احاطۂ تحریر میں لائے جا چکے ہیں۔ لیکن برادران احناف متواتر اسی سعی وکوشش میں ہیں کہ کسی طرح ہندوستان سے یہ مسئلہ نسیاً منسیاً ہو جائے لیکن امر رب اسکے مخالف ہی وہ روزانہ اس سنت جاریہ کی ترقی کر رہا ہی۔ اور احناف کے رد وجواب میں اہلحدیث کی طرف سے ایسے ایسے دندان شکن جواب دئے جا چکے ہیں کہ انکا جواب آبتک

انسے نصیب نہیں ہوتا لیکن بقول سعدی ؎ ہر کہ آمد عمارت نو ساخت کے مصداق ہر مولوی علٰحدہ اپنی ڈیڑہ اینٹ کی عمارت چنتا ہے۔ چنانچہ ان دنوں ایک رسالہ عدم رفعیدین کے متعلق میری نظر سے گزرا جس کے مصنف مولوی محمد اشفاق الرحمن صاحب مدرس مدرسہ فتحپوری ہیں اس رسالہ کا نام "نور العینین فی تحقیق رفع الیدین" ہے، بظاہر نام سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے کچھ تحقیق اور دیانت سے کام لیا ہوگا۔ مگر جب دیکھا تو معلوم ہوا خوان بڑا خوان پوش بڑا۔ کھول کے دیکھا تو آدھا ہی بڑا۔ یہ نام محض لوگوں کے دھوکہ دینے کیواسطے رکھا ہے اس رسالہ میں تحقیق سے بالکل کام نہیں لیا گیا۔ انصاف کا خون کر کے ایمان کو بالائے طاق رکھکر محض مذہب کی حمایت و پاسداری کر کے تعصب کوٹ کوٹ کر بھرا ہے وہی پرانا رونا رویا ہے احادیث صحیحہ مرفوعہ کے مقابل حدیث ضعیف و آثار ضعیفہ سے کام لیا گیا ہے۔ اگرچہ یہ رسالہ اس قابل نتھا کہ اسکا جواب دیا جاتا کیونکہ اس سے پہلے ایسے رسالوں کے بہت سے دنداں شکن جواب اہلحدیثوں کیطرف سے شائع ہو چکے ہیں کہ ابتک انکا جواب دینا نصیب نہوا لیکن اس خیال سے کہ اگر جواب نہ دیا گیا تو سینکڑوں بندگان خدا غلط راستہ کے معتقد ہو جائینگے اور مولوی صاحب اپنے ہم مشربوں میں خوب شیخی بگھارینگے کہ اہلحدیثوں نے ہمارے رسالہ کا جواب نہیں دیا اگر ان کے پاس کوئی صحیح حدیث ہوتی تو جواب دیتے۔ لہذا جواب دیا جاتا ہے ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا — جو چیرا تو ایک قطرہ خون نکلا

نالۂ بلبل شیدا تو سنا ہنس ہنس کر ÷ اب جگر تھام کے بیٹھو میری باری آئی۔ قولہ سے مراد عبارت رسالہ نور العینین فی تحقیق رفع الیدین ہے اور اقول سے مراد اسکا جواب ہے قولہ یعنی بجائے مسلمات فرق اہل سنت کی دعوت کے اختلافیات کی صدائے بے ہنگام سے شور محشر برپا کیا الخ

اقول ثبوت رفعیدین مسلمات سے ہے جملہ محدثین و محققین احناف رفعیدین کی حدیثوں کو قبول و تسلیم کر چکے ہیں کسی محدث سے اسکا انکار ثابت نہیں لہذا اسکی دعوت مسلمات سے ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے آپ ابھی سے گھبرا گئے معمولی گفت و شنید سے ہی آپکو شور محشر معلوم ہونے لگا۔ جناب یہ کیا کلمہ ناشائستہ آپ تحریر کرتے ہیں فعل رسول جس کی سنیت پر جمیع محدثین و محققین احناف کا اتفاق ہے اس کو لفظ فتنہ خوابیدہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ افسوس ایسی برتے پر

آپکو اہل سنت والجماعت ہونیکا اقرار ہی۔ یاد رکھئے آپ ایک سنگین جرم کے مرتکب ہوئے ہیں جو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فتنہ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ جناب یہ فتنہ نہیں سنت رسولؐ ہے جب مخالفین سنت اسکی قطع وبرید میں ہر وقت دل وجان ومال سے کوشان ہیں اور اس سنت کو نسیاً منسیا کرنا چاہتے ہیں تو ایسے وقت میں اسکی دعوت وتبلیغ ضروری ہی اور بقول مخبر صادق علیہ السلام اسپر عمل کرنیوالا سو شہیدونکا ثواب پائیگا۔ من تمسک بسنتی عند فساد امتی فله اجر مائة شهيد۔ مشکوٰۃ صفحہ ۳۰۔ قوله اور اسمیں موافق ومخالف احادیث وآثار کو جمع کیا ہی اور جرح وتوثیق سے تفصیلی گفتگو کی ہی۔ الخ اقول بلا شک ثبوت رفعیدین الخ صحیح متفق علیہ اور دیگر صحیح حدیثیں وآثار بیان کیے ہیں لیکن عدم رفع پر کوئی حدیث صحیح مرفوع نقل نہ فرمائی اور آثار بھی نقل فرمائے تو ضعیف جو قابل حجت نہیں۔ چونکہ آپ ترک رفع کے قائل ہیں بدیں وجہ حدیث رفع کے راوی خواہ کیسے ہی ثقہ ہوں لیکن آپ تو رد وقدح ضرور کرینگے تاکہ آپکا مذہب قائم رہے۔ آپکی جرح وتوثیق کا حال انشاء اللہ تعالیٰ آگے معلوم ہو گا۔ ؎

ابتدائے عشق ہی روتا ہے کیا　　آگے آگے دیکھیے ہوتا ہی کیا

قوله صفحہ ۸ اصل سابع بعد صحت روایت کثرت طرق اور قلت طرق مساوی ہیں۔

اقول آپکا یہ قاعدہ غلط ہی آپکے اس منگھڑت قاعدہ کو محدثین نہیں تسلیم کرتے ہیں علم حدیث میں محدثین کے اصول کی ضرورت ہی کسی محدث کا حوالہ دیتے تو قابل سند ہوتا فن حدیث میں ابن ہمام کو کیا دخل کیا ابن ہمام کوئی محدث ہیں کسی نے انکو محدثین کے زمرہ میں شمار کیا ہی۔ امام حازمی کتاب الاعتبار صفحہ ۸ میں فرماتے ہیں فیما یرجح به احد الجانبين على الآخر كثرة العدد فی احد الجانبين و هی مؤثرة فی باب الرواية لانها تقريب مما يوجب العلم وهو التواتر الخ۔ اس سے معلوم ہوا کہ کثرت طرق باب روایت میں ضرور مؤثر ہی کیونکہ کثرت طرق تواتر کو واجب کرتا ہی۔ جب اصول محدثین یہی ٹھہرا کہ کثرت طرق باعث ترجیح ہی قلت طرق پر تو اسکے خلاف آپکی سنتا کون ہی۔ اگرچہ بعض کوفیین کا مذہب مثل آپ کے مذہب کے ہی کہ باب ترجیح میں کثرت طرق وقلت طرق دونون مساوی ہیں۔ لیکن یہ مذہب غلط ہی۔ کیونکہ روایت اور شہادت کو ہمیشہ ایک درجہ میں کہنا صحیح نہیں اسواسطے کہ بعض موقعہ ہو میں اُس سے علیحدہ ہی۔ مثلاً کسی مقدمہ میں پچاس عورتوں کی شہادت اس امر پر ہی کہ یہ مال فلاں

شخص کا ہو تو انکی گواہی قبول نہو گی اور دو مردوں کی گواہی قبول ہو جائیگی حالانکہ سبکو معلوم ہو کہ پچاس اقوی ہیں فی نفسہ دو سے اور باب روایت میں یہ پچاس عورتیں معتبر ہیں نہ شہادت میں اس سے معلوم ہوا کہ روایت اور شہادت ایک بات نہیں اسی طور پر شہادت دو اماموں عالموں کی برابر ہی ان دو مردوں کے جو ان کے ہم رتبہ نہیں ہیں لیکن باب روایت میں اعلم وادین کو ترجیح ہو گی غیر اعلم وغیر ادین پر پس اس سے معلوم ہوا کہ روایت و شہادت میں فرق ہی۔ لہذا آپکا قیاس نا روا قابل حجت نہیں اور زیلعی ص ۱۸۹ میں ہو ان جماعة من الحنفية لا يرون الترجيح بكثرة الرواة وهو قول ضعيف لبعد احتمال الغلط على العدد الاكثر - اس سے ثابت ہوا کہ یہ مذہب ضعیف ہو قوی مذہب یہی ہو کہ کثرت طرق کو قلت طرق پر ترجیح ہو گی۔ اور عینی شرح صحیح بخاری ص ۱۲ کی جلد ۳ میں ہو ان من جملة اسباب الترجيح كثرة عدد الرواة وشهرة المروى حتى اذا كان احد الخبرين يرويه واحد والاخر يرويه اثنان فالذى يرويه اثنان اولى بالعمل به انتهى - اور مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی بھی بسبب کثرة رواة ترجیح کے قائل ہیں چنانچہ تعلیق المجد ص ۱ ..... حاشیہ موطا امام محمد میں لکھتے ہیں الا ان ثبوته اكثر وارجح - یعنی اس میں شک نہیں کہ ثبوت رفعیدین کثرت طرق سے ہو اور یہی ارجح ہی۔ پس مذہب محدثین صحیح اور آپکا مذہب غلط۔

قولہ ص ۹ چنانچہ میں اسوقت جس مبحث (یعنی رفعیدین وعدم رفعیدین) پر لکھنا چاہتا ہوں وہ بھی از قبیل مجتہد فیہ ہی الخ

اقول بالکل غلط۔ مسئلہ رفعیدین مجتہد فیہ نہیں بلکہ غیر مجتہد فیہ ہی۔ کیونکہ رفعیدین حدیث رسول اللہ صلعم سے صاف طور پر ثابت ہی۔ رفعیدین احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہی جنہاد کو اس میں کچھ دخل نہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جسبار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز میں رفعیدین کرتے دیکھا بیان کر دیا اس میں اجتہاد کی کون ضرورت ہی۔ اور یہ بھی غلط ہی کہ دونوں کی اصل اصول صحیحہ پر قرآن وحدیث ہی ہو۔ بلکہ یہ صحیح ہی کہ ثبوت رفع کی اصل تو اصول صحیحہ قرآن وحدیث سے ہو اور ترک رفع کی اصل صحیح نہیں۔ بلکہ مبنی علی الضعیف ہی۔

قولہ ص ۹ تکبیر تحریمہ کے وقت نفس رفعیدین میں کسی کا اختلاف نہیں الخ

اقول کیوں نہیں اثر عبد اللہ بن مسعود منقول از رسالہ نور العینین فی تحقیق رفع الیدین
عن ابراھیم قال کان عبد اللہ بن مسعود لا یرفع یدیہ فی شئی من الصلوٰۃ۔
ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن مسعود نماز کے کسی شئی میں رفعیدین نہ کرتے تھے۔
اس اثر میں رفعیدین تکبیر تحریمہ کی بھی نفی ہے۔ اور نیل الاوطار میں ہے و نقل ابن المنذر و
العبدری عن الزیدیۃ انہ لا یجوز رفع الیدین عند تکبیرۃ الاحرام و لا عند
غیرھا انتھی۔ و روی صاحب التبصرۃ من المالکیۃ عن مالک انہ لا یستحب
وحکاہ الباجی عن کثیر من متقدمیھم۔ یعنی ابن منذر اور عبدری نے زیدیہ کر
نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک رفعیدین نہ تکبیر تحریمہ اور نہ اسکے علاوہ اور کسی وقت جائز ہے
اور صاحب تبصرہ نے امام مالکؒ سے روایت کی ہے کہ تکبیر تحریمہ کیوقت بھی رفعیدین مستحب نہیں۔
اور حدیث اعرابی میں بھی تکبیر تحریمہ کیوقت رفعیدین مذکور نہیں۔ اور ایک حدیث ابوہریرہؓ میں
بھی رفعیدین تکبیر تحریمہ کیوقت مذکور نہیں کذا فی المشکوٰۃ۔ جب رفعیدین حدیث اعرابی میں
رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت مذکور نہیں اسوجہ سے آپنے اسکو ترک کر دیا۔ سو مولانا
رفعیدین تکبیر تحریمہ کیوقت بھی مذکور نہیں لہذا اسکو بھی ترک کیجیے۔ کیونکہ اگر رفعیدین تکبیر تحریمہ
کیوقت ضروری ہوتا تو وقت تعلیم کے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ضرور ارشاد فرماتے
اسلیے کہ کسی ضروری امر سے حاجت اور بیان کیوقت سکوت نہیں ہوا کرتا۔

قولہ ص ۹ رفعیدین رکوع میں جاتے وقت اور اٹھتے وقت اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم
واصحابہ کے عمل مختلف ہونیکی وجہ سے سلف و خلف الخ۔

اقول بالکل غلط ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور صحابہؓ سے رفع بسند صحیح احادیث
متواترہ سے ثابت ہے اور ترک رفع میں نہ کوئی حدیث صحیح اور نہ کوئی اثر صحابہؓ صحیح موجود ہے۔
محض جاہلوں کے دھوکہ دینے کیواسطے یہ تحریر ہے۔

قولہ ص ۱۰ چنانچہ امام ترمذی نے اس رفعیدین کے قائل چھ صحابی اور سات تابعی اور چار ائمہ
مجتہدین کو شمار فرمایا ہے۔ الخ

اقول افسوس کسقدر دھوکہ سے کام لیا گیا ہے مولانا یہ کذب بیانی درست نہیں ترمذی موجود ہے

ترمذی نے وفی الباب لکھکر سترہ صحابہ رضی کے نام شمار کرائے ہیں اور اُنکا لفظ وغیرھم اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اور بے شمار صحابہ رضی اسکے قائل ہیں۔ اور ایسے ہی تابعین کے متعلق لفظ وغیرھم موجود ہے جو اسپر دال ہے کہ بہت سے تابعین رفعیدین کے قائل ہیں ترمذی خوب غور سے ملاحظہ فرمائیے کہ دونوں جگہ وغیرھم کا لفظ موجود ہے یا نہیں۔ اور ائمہ مجتہدین کے متعلق بین السطور تحریر ہے فی نسخۃ بزیادۃ مالک ومعمر والاوزاعی یعنی ترمذی کے ایک نسخہ میں سات ائمہ مجتہدین کے نام شمار کرائے ہیں۔ موہ نابہ کتمان حق ٹھیک نہیں۔ ایمان وانصاف دونوں کے خلاف ہے مگر اسمیں آپکی کیا خطا ہے یہ کام تو آپکے بزرگوں سے ہوتا آرہا ہے۔ لہذا تقلیدًا آپنے بھی اسپر عمل کیا۔

قولہ صفحہ ۱ اور عدم رفع میں صحابہ رضی اور تابعین کی تعیین تو نہیں فرمائی لیکن یہ ارشاد فرمایا ہے کہ بہت صحابہ اور تابعین الخ۔

اقول یہ بھی غلط ہے ترمذی کی کس عبارت کا یہ ترجمہ ہے کہ بہت صحابہ رضی اور تابعین عدم رفع پر ہیں مہربانی فرماکر یہ عبارت عربی کی ترمذی میں ہمکو دکھلا دیجیے۔ امام ترمذی حدیث عدم رفع تحریر فرماکر لکھتے ہیں۔ وبہ یقول غیر واحد من اہل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والتابعین الخ اور فی الباب لکھکر صرف ایک صحابی براء بن عازب کو بیان کیا ہے۔ نیز ترمذی نے جو قول ابن مبارک کا جرحًا نقل کیا ہے۔ وہ کیوں نہیں آپنے نقل کیا یعنی عبداللہ بن المبارک فرماتے ہیں کہ حدیث رفعیدین کی تو ثابت ہے اور حدیث عدم رفع رسول اللہ........ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں اور امام ترمذی نے عبداللہ بن مبارک کے قول پر سکوت فرمایا جو اسپر دلیل ہے کہ انکے نزدیک بھی حدیث عدم رفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں اگر ابن مسعود اور براء بن عازب کے علاوہ کسی اور صحابی سے بھی عدم رفع کی حدیث مروی ہوتی تو اُسکا نام بھی ضرور شمار کراتے یا وغیرہ کا لفظ تحریر فرماتے مگر ایسا نکرنا اسبات کی دلیل ہے کہ عدم رفعیدین کی حدیث صرف ایک دو صحابہ سے مروی ہے۔ اور وہ بھی کالعدم ہے۔ اور ابوبکر صدیق رضی اور امیر المومنین عمر و علی سے بسند صحیح رفعیدین ثابت ہے اور ترک رفع بسند صحیح ثابت نہیں۔

اور امام بخاری و امام شوکانی نے جو بیان کیا ہی وہ تمثیلا بیان کیا ہی - حصرا بیان نہیں کیا ہی - کتب حدیث مطالعہ کیجیے آپکو کتنے نام معلوم ہوتے ہیں اسی واسطے حافظ ابن حجر وغیرہ نے تصریح کی ہی کہ رفعیدین کی روایت حدیث پچاس صحابہؓ سے نام بنام موجود ہی اور اجمالا کل صحابہؓ سے ہے - قولہ صہ عن عبد اللہ بن عمر قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام فی الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی تکونا حذو منکبیہ وکان یفعل ذالک حین یکبر للرکوع ویفعل ذالک اذا رفع راسہ من الرکوع ویقول سمع اللہ لمن حمدہ ولا یفعل ذالک فی السجود - الخ

۱ قول حدیث رفع یدین متفق علیہ ہی یعنی بخاری و مسلم دونوں کتابوں میں موجود ہی - اور یہ فیصلہ شدہ امر ہی کہ صحیحین کے متعلق واجمعت الامۃ علی صحۃ ہذین الکتابین ووجوب العمل باحادیثہما مقدمہ صحیح بخاری میں موجود ہی - اور امام نووی مقدمہ شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں اتفق العلماء رحمہم اللہ تعالیٰ علی ان اصح الکتب بعد القرآن العزیز الصحیحان البخاری ومسلم وتلقتہم الامۃ بالقبول وکتاب البخاری اصحہما صحیحا واکثرہما فوائدا العرض جمیع امت محمدیہ کا صحیحین کی صحت پر اتفاق ہی ان کتابوں سے بہتر اور صحیح کتاب کلام اللہ کے بعد اور کوئی دوسری کتاب نہیں اسی وجہ سے تمام امت محمدیہ نے اُسکو قبول کیا ہی اور انکی حدیثوں کو واجب العمل ٹھیرایا ہی - جب یہ امر فیصلہ شدہ ہی کہ صحیحین کی حدیثیں اصح اور واجب العمل ہیں اور رفعیدین کی حدیثیں صحیحین میں موجود ہیں تو رفعیدین کی حدیثیں اصح اور واجب العمل ہیں اسی وجہ سے علی بن مدینی شیخ امام بخاری فرماتے ہیں حق علی المسلمین ان یرفعوا اید یہم بحدیث الزہری عن سالم عن ابیہ یعنی لازم ہی مسلما تو نپر رفعیدین کرنا حدیث ابن عمر سنکر و دیکھکر - حاشیہ صحیح بخاری مطبع مجتبائی - تین حدیثیں مرفوع صحیح بخاری میں اور چار حدیثیں مرفوع صحیح مسلم میں موجود ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفعیدین کرتے تھے - حدیث ابن عمر تمام علتوں ظاہری و باطنی سے پاک ہی - کسی قسم کا عیب اور جرح آجتک کسی محدث سے ثابت نہیں یہانتک کہ امام ابو حنیفہؒ نے بھی اس حدیث کی صحت میں کچھ کلام نہیں کیا - نہیں معلوم کہ احناف کیوں اس قول واجمعت الامۃ اور اتفق العلماء سے اپنے آپکو خارج کرتے ہیں میرے خیال میں اسکے سوا اور کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی ہی کہ

واجمعت الامۃ سے مراد چونکہ امت محمدیہ اور اتفق العلماء سے مراد وہ عالم باللہ مراد ہیں جو قرآن وحدیث کے ماہر ہیں اور صرف قرآن وحدیث ہی انکا مسلک ہے۔ اور احناف شاید اپنے آپکو امام ابوحنیفہ کی امت میں شمار کرتے ہیں۔ اور انکا علم چونکہ علم بالرائی ہے قرآن وحدیث سے انکو کچھ سروکار نہیں اسوجہ سے وہ صحیحین کی اُن حدیثونکو جو اُنکے امام کے رائی و قیاس کے خلاف ہوتی ہیں اپنے امام کی بات اور انکا مذہب قائم رکھنے کے واسطے رد کر دیتے ہیں حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیر کرکے قول امام کو زبر کرتے ہیں۔ جو شان نبی معصومؑ کی تھی کہ انکی بات کو تمام دنیا کے امام۔ عالم۔ مولوی۔ درویش غرض کہ کوئی متنفس ہو سب کے قول پر مقدم کرنا ہوگا۔ سبکے اقوال زیر کرکے قول نبی معصومؑ کو زبر و برتر کرنا ہوگا۔ لیکن افسوس احناف اسکے خلاف کرتے ہیں۔ کہ قول نبیؐ کو زیر کرکے قول امام کو زبر و بالا کرتے ہیں۔ اور امام ابوحنیفہ امام اہل الرأی ہیں کسی نے آجتک انکو محدثین میں سے شمار نہیں کیا اسواسطے انکا علم علم بالرای ہے نہ قرآن وحدیث۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اہلحدیثوں کو ائمہ اربعہ کے اختلاف سے کچھ بحث نہیں اگر امام شافعی قعدہ اولیٰ سے اٹھتے وقت رفعیدین نہیں کرتے تو اہلحدیث کو کیا؟[٭] اہلحدیث کا مذہب صرف کتاب اللہ وحدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے ائمہ اربعہ میں سے جس امام کا قول قرآن وحدیث کے مطابق ہے علی الرأس والعین آپ اپنی سنبھالیے امام شافعی سے آپکو کیا نسبت۔ اگر وہ دو وقت کو مانتے ہیں تو کیا آپ بھی اس دو وقت میں انکے شریک ہیں اذلیس فلیس۔ امام شافعی اپنی بات کے جواب دہ ہونگے آپ اپنی بات کا جواب دیجئے۔ شوافع پر کیوں ٹالتے ہیں ولا تزر وازرۃ وزر اخری کے مصداق کوئی کسی کا ذمہ دار نہیں۔

قولہ اس حدیث ابن عمرؓ سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابن عمر نے حضور کو رفعیدین کرتے دیکھا کوئی شخص حضور سے ثبوت رفع کا منکر نہیں ہے الخ

اقول جب رفع سے انکار نہیں تو اس قدر تکرار کیوں جب آپ ثبوت رفع کا اقرار تو کر ہی چکے تو اب نسخ کا ثابت کرنا کسی آیۃ قرآنی یا حدیث صحیح مرفوع متفق علیہ سے جو نسخ کو صراحت کے ساتھ بیان کرے آپ کے ذمہ ہے۔ اور یہ بھی آپ خوب جانتے ہونگے کہ نسخ کیواسطے

٭ اور اگر احناف تینوں وقت کے قائل نہیں تو انکو بھی چوتھی کیا ہے

تاریخ کا معلوم ہونا ضروری ہے۔ یعنی جو حدیث ناسخ قرار دیجائے اُسکو اُس حدیث سے جو منسوخ ٹھہرائی جائے متاخر ہونا ضروری ہے۔ اور مسئلہ متنازعہ فیہ میں حدیث عدم رفع کو حدیث رفع سے متاخر ہونا ثابت نہیں ولو کان بعضہم لبعض ظہیرًا اگر آپ کوئی ایسی حدیث صحیح پیش کر سکتے ہیں تو پیش کیجئے ورنہ کیوں جاہلوں کو ناسخ منسوخ کہکر دھوکہ دیتے ہو ڈرو خدا سے ایک دن خدائے قہار وجبار کی عدالت میں حاضر ہونا ہے جب وہاں ندا ہوگی ماذا اجبتم المرسلین کیا جواب دیا تھا تم نے دنیا میں پیغمبروں کی باتوں کا۔ تو کیا وہاں کیلیے یہی جواب سوچ رکھا ہے ربنا ھؤلاء الذین اغوینا اغوینا ھم کما غوینا تبرأنا الیک ما کانوا ایانا یعبدون۔ یعنی اے رب ہمارے یہ لوگ ہیں جنکو گمراہ کیا تھا ہمنے گمراہ کیا ہم نے انکو جیسے گمراہ ہوئے تھے ہم۔ بیزاری کی ہم نے اُن سے متوجہ ہوکر طرف تیرے نہ تھے وہ ہمکو عبادت کرتے۔ لیکن یاد رکھو وہاں یہ تبرا (یعنی بیزاری) کام نہ آویگی بلکہ اسدن حسرت و افسوس سے یہی کہتے بن آئیگا یلیتنا اطعنا اللہ واطعنا الرسولا یعنی اے کاش کہ فرمانبرداری کی ہوتی اللہ کی اور فرمانبرداری کی ہوتی رسول کی۔ یاد رکھو دنیا میں اللہ پاک اور اُسکے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت چھوڑکر اور کسی غیر کی خواہ کوئی امام ہو عالم ہو درویش ہو تقلید کرنا رب العزت کی عدالت میں کام نہ آئیگا بلکہ مریدین خود ہی اپنے مقتدا کو پھنسانیکی کوشش کرینگے۔ ربنا انا اطعنا سادتنا وکبراءنا فاضلونا السبیلا ربنا اٰتہم ضعفین من العذاب والعنہم لعنا کبیرا۔ یعنی اے رب ہمنے کہا مانا اپنے سرداروں کا اور اپنے بڑوں کا بس گمراہ کردیا انہوں نے ہمکو راہ سے اے رب ہمارے دے اُنکو دُگنا عذاب اور لعنت کر انکو لعنت بڑی۔ پس جناب میں ناصح مشفق بنکر نصیحت کرتا ہوں کہ خدارا انصاف کو مدنظر رکھتے ہوئے صحیح اور متفق علیہ حدیثوں کو قول امام ومذہب کی حمایت میں ضعیف حدیث اور آثار ضعیفہ سے رد کرکے منسوخ مت کرو۔ اور جاہلوں کو مت بہکاؤ ورنہ بہت پچھتاؤگے

ع ہمارا کام سمجھانا ہے یارو تمہیں اختیار ہے مانو نہ مانو۔ لیکن یاد رکھو جیسی حدیث صحیح متفق علیہ صریح ثبوت رفع کی ہے اسکے خلاف آپ ایک حدیث بھی اس شرط کے مطابق عدم رفع کی پیش نہیں کرسکتے۔

قولہ صفحہ ۱۳ اور خود ابن عمر سے عدم رفع بھی منقول ہے۔ الخ

اقول آپکا فرمانا غلط ہے کیونکہ بروایت نافع خود ابن عمر سے بسند صحیح رفع ثابت ہے عن نافع ان ابن عمر کان اذا دخل فی الصلوۃ کبر و رفع یدیہ واذا رکع رفع یدیہ و اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ رفع یدیہ واذا قام من الرکعتین رفع یدیہ الخ یعنی نافع سے روایت ہے تحقیق ابن عمر رضی اللہ عنہ جب نماز میں داخل ہوتے تو اللہ اکبر کہکر رفعیدین کرتے اور جب رکوع کرتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے رفعیدین کرتے بخاری صفحہ ۱۰۲ ۔ موطا امام مالک صفحہ ۷۵ ترمذی ۔ رسالہ امام بخاری صفحہ ۲۱ ۔ بیہقی صفحہ ۷۲ جلد دوم ۔ موطا امام محمد صفحہ ۹۰ بسند صحیح خود ابن عمرؓ کا فعل رفعیدین کرنا ان کتابوں میں موجود ہے ۔ بلکہ ابن عمر سے تو یہانتک مروی ہے کہ اگر آپ کسی شخص کو رفع یدین کرتے نہیں دیکھتے تھے تو اسکو کنکریاں مارتے تھے ۔ دار قطنی صفحہ ۱۱۱ ۔ رسالہ امام بخاری صفحہ ۸ اور اسکے خلاف عدم رفع صحیح نہیں کیونکہ جن کتابوں کی یہ حدیث ہے وہ طبقہ ثالثہ کی ہیں اور محدثین کا اعتبار طبقہ اولیٰ و ثانیہ کی حدیثوں پر ہے اور طبقہ ثالثہ کی کتابوں کا حال ہم اوپر شاہ ولی اللہ صاحب سے نقل کر چکے ہیں ۔ لہذا موطا امام مالکؒ و صحیح بخاری کے مقابل طحاوی وغیرہ کی حدیث پیش کرنا ٹھیک نہیں ہے ۔ دوسرے یہ ہے کہ مجاھد جو کبار اصحاب ابن عمرؓ سے ہیں وہ رفع کے قائل ہیں کذا فی الترمذی صفحہ ۳۵ ومن التابعین الحسن البصری وعطا وطاؤس ومجاھد الخ اور امام بخاری کے رسالہ رفعیدین میں ہے قال وکیع عن الربیع بن صبیح قال رأیت مجاھداً یرفع یدیہ اذا رکع واذا رفع راسہ من الرکوع کہا وکیع نے اس نے ربیع بن صبیح سے روایت کی کہ میں نے مجاہد کو رفعیدین کرتے دیکھا جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے ۔ اور کہا جریر نے اس نے لیث سے اس نے مجاہد سے کہ وہ رفعیدین کرتا تھا اور یہ زیادتی محفوظ ہے اہل علم کے نزدیک ۔ اور کہا صدقہ نے جو شخص روایت کرتا ہے حدیث مجاہد کی ابن عمرؓ سے کہ انہوں نے رفعیدین نہ کیا مگر اول تکبیر میں وہ تھا ساتھی اسکا آخر عمر میں اسکے حواس میں فرق آگیا تھا ۔ اور جسکو ربیع ولیث نے روایت کیا ہے وہ اولیٰ ہے ۔ اور طاؤس سالم ۔ نافع ۔ ابو الزبیر ۔ محارب بن دثار وغیرہم نے کہا کہ ہمنے ابن عمر کو رفعیدین کرتی

دیکھا - اس سے معلوم ہوا کہ مجاہد تو خود رفع یدین کرتے تھے اور جو اسکے خلاف کہتا ہے وہ
غلط کہتا ہے - تیسرے یہ کہ یہ حدیث ضعیف ہے - اسکی سند میں ابو بکر بن عیاش ہے
اور تہذیب التہذیب ص۳۵ ج۱۲ میں ہے ربما غلط - ولیس ذالک فی الحدیث - وکان یحیی
القطان وعلی بن المدینی یسئیان الرأی فیه وذلک انه لما کبر ساء حفظه
الا انه کثیر الغلط - اور مولوی عبدالحی لکھنوی تعلیق الممجد ص۸۹ میں یہ حدیث نقل کرکے
لکھتے ہیں - وفیه نظر بوجوه - احدها انه سند معلول لا یوازی الاسانید الصحیحة
فقد اخرجه البیهقی من الطریق المذکور فی کتاب المعرفة واسند عن البخاری
انه قال ابن عیاش قد اختلط باخره وقد رواه الربیع ولیث وطاؤس وسالم
ونافع وابو الزبیر ومحارب بن دثار وغیرهم قالوا رأینا ابن عمر یرفع یدیه اذا
کبر واذا رفع وکان ابو بکر بن عیاش یرویه قدیما عن حصین بن ابراهیم عن
ابن مسعود مرسلا موقوفا انه کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوة ثم لا یرفعهما
بعد وهذا هو المحفوظ عن ابن عیاش والاول خطاء فاحش لمخالفته الثقات
عن ابن عمر انتهی - کذا فی الزیلعی ص۳۹۱ ج۱ یہ عبارت مولوی عبدالحی صاحب اور حافظ زیلعی
کی کتاب المعرفة سے منقول موجود ہے آپ نے اُسکو سند صحیح لکھا ہے اور انہوں نے
ضعیف لکھا ہے - لہذا یہ حدیث ضعیف ناقابل حجت ہے - مولانا پہلے اپنے گھر میں ہی تحقیق
کرلیتے بلا تحقیق صحیح لکھدینا یہ شان علماء سے بہت بعید ہے - اور موطا امام محمد والی روایت
عبدالعزیز بن حکیم کا بھی حال ملاحظہ ہو - عبدالعزیز کی نسبت لسان المیزان ص۲۹۱ ج۴ میں ہے
اورده العقیلی لا یعرف قال ابوحاتم لیس بالقوی وقال العقیلی فی الضعفاء
تزکه جماعة - لہذا عبدالعزیز مجروح ہوا - دوسرا راوی محمد بن ابان ہے اسکے متعلق میزان
الاعتدال ص۱۳ ج۳ میں ہے محمد بن ابان بن صالح ضعفه ابوداؤد وابن معین - وقال البخاری
لیس بالقوی - اور لسان المیزان ص۳۱ ج۵ میں ہے وقال النسائی محمد بن ابان بن صالح کوفی لیس
بثقة وقال ابن حبان ضعیف - وقال ابن ابی حاتم سالت ابی عنه فقال لیس
هو بقوی فی الحدیث یکتب حدیثه علی المجاز ولا یحتج به وقال البخاری فی

التاریخ یتکلمون فی حفظه لا یعتمد علیه - لہذا یہ حدیث ضعیف اور ناقابل استدلال ہے - اور حدیث ابن عمرؓ ثبوت رفعیدین میں اپنی دلالت پر قطعی الثبوت ہے اسی بنا پر حدیث ابن عمر پر علی بن مدینی کا قول کہ یہ حدیث حجت ہے بالکل صحیح اور درست ہے کیونکہ اسکی سند میں کچھ کلام نہیں - اور روایت عدم رفع کلام سے خالی نہیں -

قولہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کی امام مالک نے مؤطا میں تخریج کی ہے - مگر باوجود اسکی مذہب مالکیہ عدم رفع کا ہے الخ -

اقول غلط ہے - اس قول میں ابن قاسم متفرد ہیں اور انکے مقابل جو ناقل رفعیدین ہیں وہ کثیر ہیں - اور علامہ عبد الوہاب شعرانی نے میزان کبریٰ مطبوعہ مصر میں لکھا ہے ومن ذلك قول مالك والشافعي واحمد باستحباب رفع اليدين في تكبيرات الركوع والرفع منه مع قول ابي حنيفة بانه ليس بسنة - اور رحمة الامة في اختلاف الائمة جو میزان کبریٰ کے حاشیہ پر مطبوعہ ہے ورفع اليدين في تكبيرات الركوع والرفع منه سنة عند مالك والشافعي واحمد وقال ابوحنيفة ليس بسنة - یعنی امام مالکؒ - شافعیؒ - احمد بن حنبلؒ کے نزدیک رفعیدین رکوع کیوقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت سنت ہے اور ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ سنت نہیں - اور ملا علی قاری حنفی مسند امام اعظم کی شرح میں لکھتے ہیں وبه قال مالك والشافعي واحمد - امام مالک اپنی مؤطا میں اول حدیث مرفوع ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ثبوت رفع میں لائے ہیں اس کے بعد فعل ابن عمرؓ بھی نقل کیا ہے - اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے مصفی شرح مؤطا میں لکھا ہے کہ امام مالک اور نیز اکثر علماء کا یہی مذہب ہے - اور نیل الاوطار میں ہے وقال ابن عبد الحكم لم يرو واحد عن مالك ترك الرفع فيهما الا ابن القاسم والذي ناخذ به الرفع على حديث ابن عمر وهو الذي رواه ابن وهب وغيره عن مالك ولم يحك الترمذي عن مالك غيره - یعنی ابن عبد الحکم نے کہا کہ عدم رفع مالک سے سوائے ابن قاسم کے کسی نے روایت نہیں کیا اور ہمارا مذہب بھی ابن عمرؓ کی حدیث کی بنا پر ہے جسکو ابن وہب وغیرہ نے مالک سے روایت کیا ہے - اور امام ترمذی نے بھی مالک سے نقل کیا ہے

اور اسکے خلاف کچھ ذکر نہیں کیا - اور علامۃ الجد ابو لید محمد بن احمد بن رشد مقدمات الممہدات (صفحہ ۸ جلد ۱) میں لکھتے ہیں
وھی روایۃ شاذۃ ضعیفۃ خاملۃ - یعنی ابن قاسم کی روایت نہایت ضعیف اور
قابل اعتبار نہیں - بلاریب امام مالک سے رفع ثابت ہو اور یہی عمل اہل مدینہ کا تھا - اور عدم
رفع میں کوئی روایت بسند صحیح منقول نہیں تو کیونکر یہ امر باور کیا جاوے کہ رفعیدین عند
مالک ضعیف ہو - اور امام مالک کی ہرگز ہرگز یہ شان نہیں کہ حدیث صحیح کے موجود ہوتے ہوئے
اسکے خلاف عمل کرینگے اگر امام مالک کو کسی حدیث صحیح یا عمل اہل مدینہ سے اسکا نسخ ثابت
ہوجاتا تو وہ بھی ضرور نقل کرتے اذ لیس فلیس - اور مالکی مذہب میں جو تغیر ہوا ہو وہ بعد
میں ہوا ہو - چنانچہ علامہ ابن دقیق العید نے احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام مصری (صفحہ ۲۲۱ جلد ۱) میں
بعض نادان مالکی خیال علماء کا بیان درج فرمایا ہو لما ظھر لبعض الفضلاء المتأخرین
من المالکیۃ قوۃ الرفع فی الاماکن الثلاثۃ علی حدیث ابن عمر اعتذر عن ترکہ
فی بلدہ فقال قد ثبت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ رفع یدیہ فی الرکوع والرفع
منہ ثبوتا لا مرد لہ صحۃ ولا وجہ للعدول عنہ الا ان فی بلاد نا ھذہ یستحب للعالم
ترکہ لانہ ان فعلہ نسب الی البدعۃ وتاذی فی عرضہ وربما تعدت الاذیۃ الی بدنہ
فوقایۃ العرض والبدن بترک سنۃ واجب فی الدین - یعنی عبداللہ بن عمر کی حدیث
بالا کے مطابق شروع نماز کیطرح رکوع میں جاتے اور اس سے سر اٹھاتے وقت رفعیدین
بیشک سنت نبوی ہو جسکا ہم کیا کوئی بھی عقلمند انکار نہیں کرسکتا مگر ہم لوگ اپنی عزت و آبرو
کی خاطر اس سنت سے محروم ہیں کیونکہ ہمارے شہر میں اسکا عام لوگوں میں رواج نہونیکی
وجہ سے جھگڑا ہوتا ہو اور اکثر اوقات مار پیٹ تک نوبت پہونچ جاتی ہو جس سے ہمکو اپنی
جاں بچانی بھی مشکل ہوجاتی ہو - ان مالکی علماء کے بیان سے معلوم ہوتا ہو کہ انہوں نے
رفعیدین اس لیے ترک نہیں کی کہ یہ ثابت نہیں یا وہ منسوخ ہو بلکہ انہوں نے لالچ و
طمع وجاہ وجلال دنیوی کی خاطر رفعیدین ترک کردی ہو - تاکہ عوام میں بدنام نہوں - امام مالک
کی طرف ترک رفعیدین منسوب کرنا درست نہیں بلکہ ترک دنیادار اور لالچی لوگونکا فعل ہو جیساکہ
آجکل مشاہدہ ہو رہا ہو کہ اکثر علماء رفعیدین کو حق سمجھتے ہیں اور فعل نبوی صلعم جانتے ہیں مگر دنیوی

لالچ و عار کیوجہ سے نہیں کرتے ہیں۔

قولہ صـ۱۴ یقیناً یہ بات دل کو لگتی ہے کہ رفعیدین لعارض اور ابتدائی تھا ورنہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ حضور ایک فعل کو عبادۃً کریں اور تواتر سے عبادت منقول ہو الخ

اقول بے شک نماز میں رفع یدین عبادۃً تھا ہر مرتبہ رفع یدین کرنیمیں دس نیکیاں ملتی ہیں صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو عبادت فرماتے ہیں اور آپ اسکو عارضا و ابتداءً مانتے ہیں افسوس مجمع الزوائد صـ۱۰۲ ج۲ میں ہے عن عقبۃ بن عامر الجھنی قال انہ یکتب فی کل اشارۃ یشیرھا الرجل بیدہ فی الصلوۃ بکل اصبع حسنۃ رواہ الطبرانی واسنادہ حسن اور عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری کے جزو خامس صـ۲۷۲ میں ہے عن ابن عمر انہ قال رفع الیدین من زینۃ الصلوۃ بکل رفع عشر حسنات بکل اصبع حسنۃ۔ یعنی ایک مرتبہ کے رفعیدین کرنے سے دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ عقبۃ بن عامر اور ابن عمر رضی اللہ عنہما دونوں صحابی ہیں پس یہ حدیث حکماً مرفوع ہے غیر مدرک بالرأی۔ وقال ابن بطال رفعھما تعبدٌ وقال الربیع قلت للشافعی ما معنی رفع الیدین قال تعظیم اللہ واتباع سنۃ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی تعلیق المجد صـ۹۱ حاشیہ موطا امام محمد میں لکھتے ہیں معنی رفع الیدین عند الافتتاح وغیرہ خضوع واستکانۃ وابتھال وتعظیم اللہ واتباع سنۃ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ وکان ابن سیرین یقول ھو من تمام الصلوۃ۔ رفعیدین نماز کی تکمیل کا باعث ہے۔ رسالہ صـ۹ امام بخاری اور حدیث بیہقی اسکے عبادت ہونے پر صراحۃً دلیل ہے۔ جو کہ بیہقی صـ۷۳ جلد دوم میں ہے قال سلمۃ (وحدثنا) احمد بن حنبل عن عبدالرزاق زاد فیہ واخذ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من جبرئیل و اخذ جبرئیل علیہ السلام من اللہ تبارک وتعالی یعنی سلمۃ کہتے ہیں حدیث بیان کی ہمکو امام احمد بن حنبل نے انہوں نے عبدالرزاق سے جسمیں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں رفعیدین جبرئیل علیہ السلام سے سیکھا اور جبرئیل علیہ السلام کو نماز میں رفعیدین کرنیکا حکم اللہ تبارک وتعالی نے دیا۔ یہ حدیث قدسی اسپر دال ہے کہ رفعیدین نماز میں عبادۃ ہے۔ اور اللہ پاک نے اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو رفعیدین کے ساتھ حکم دیا ہے نماز پڑھنے کا

اور فعل رفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر دوامًا ثابت ہے اگر آپ اسکو عارضًا مانتے ہیں تو وہ عارض بیان کیجیے اور اسکا بیان آپ کے امکان سے باہر ہے ولو کان بعضھم لبعض ظہیرا اور اگر ابتدائً تھا تو ناخر اً اسکا نسخ ادلۂ صحیحہ قویہ سے ثابت کیجیے۔۔ اور آپ اس سے بھی قاصر ہیں ۔۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین۔ جب رفعیدین عبادۃً تھا اور بحکم رب العالمین تھا اور نسخ بھی ثابت نہیں تو کیونکر کسی کی عقل سلیم یہ باور کریگی کہ ایک ایسا محدث شخص جو مدینہ طیبہ کا باشندہ اور حدیث رفع کا راوی ترک رفع پر عامل ہو حاشا وکلا ہمارا ہرگز ایسا خیال نہیں کہ امام مالکؒ حدیث صحیح کے خلاف کوئی فعل کریں۔ اور حدیث ابن عمر کا جواب بحث ترک رفعیدین میں آئیگا۔ فانتظر۔

قولہ ص۱۴ پس ابن عمر کی روایت کی گو ایک جماعت نے تخریج کی ہے اور ثبوت بالکل صحیح ہے لیکن امور ذیل کے عارض ہونے سے ظنیت لغیرہ آگئی الخ

اقول جب حدیث ابن عمر ثبوت رفع میں بالکل صحیح ہے تو پھر آپکو تسلیم کرنے میں کیا حجت ہے میرے خیال میں صرف دنیوی عار آپکو مانع ہے۔ سو مولانا یہ عار دنیوی چھوڑ دیجیے۔ آخرت کا کچھ خیال کرلیجیے بہت سی نمازیں آپنے خلاف سنت ادا کی ہیں اب جبکہ چند روزہ زندگی باقی ہے اس میں سنت کے موافق نماز مع رفعیدین خود بھی ادا کرلیجیے، اور اپنے مریدین و معتقدین کو بھی فرما دیجئے کہ آج سے نماز رفعیدین کے ساتھ پڑھا کرو۔ تاکہ بکل اشارۃ عشرۃ حسنات کے ثواب میں آپ بھی داخل ہو جاویں۔ اور جو امور خمسہ آپنے تحریر فرمائے ہیں وہ خود ظنی اور غیر صحیح ہیں (۱) ابن عمر کی روایت موقع رفع یدین میں کچھ اختلاف نہیں (۲) ابن عمر سے مرفوعًا عدم رفع کی کوئی روایت بسند صحیح ثابت نہیں۔ (۳) ابن عمر سے موقوفًا ترک رفعیدین میں کوئی حدیث بسند صحیح منقول نہیں۔ (۴) مجاہد سے بسند صحیح رفعیدین ثابت ہے اسکے خلاف مجاہد اور عبدالعزیز والی روایت ضعیف ہے جسکی تحقیق ہم اوپر ص۲۵ کر چکے ہیں۔ (۵) امام مالک نے روایت ابن عمر کو کہیں ضعیف نہیں کہا اور جس نے ایسا کہا ہے اسکا قول خود شاذ و مردود ہے۔ جیسا کہ ہم اوپر ص۲۵ ثابت کر چکے ہیں

قولہ ص۱۵ پس صحت حدیث ابن عمر سے کسی کو انکار نہیں صرف اس سے انکار ہے کہ ثبوت شئی بوجہ تام

اور ثبوت شئی فی وقت نا مقتضی دوام کو نہیں - پس ابن عمر کے نقل فعل رفع سے انکار نہیں اگر انکار ہی تو دوام سے الخ

اقول جب آپکو صحت حدیث ابن عمر سے انکار نہیں اور ابن عمر کے نقل فعل رفع سے بھی انکار نہیں تو از روئے اصول آپ رفعیدین کی سنیت کے تو قائل ہو ہی گئے - اب نسخ کا ثابت کرنا کسی آیۃ قرآنی یا حدیث صحیح مرفوع سے اور وہ حدیث ناسخ مثل منسوخ کے صحیح بھی اور نسخ صراحت کے ساتھ ثابت کرنا آپکے ذمہ واجب ہی جیسے کوئی مقروض ادائے قرض کا دعوی کرے تو وہ قرض کا اقرار ہی تو ہو ہی گیا ہی اور قرض اُسپر ثابت ہو گیا - اب ادائی قرض کا ثبوت اس سے مدلل طلب کیا جائیگا - اگر دوام و استمرار عدم رفع اور اخیر وقت میں نسخ رفعیدین کسی حدیث صحیح مرفوع سے ثابت نہوا اور انشاء اللہ تعالی ہرگز ثابت نکر سکوگے تو احادیث غیر مرفوعہ و غیر صحیحہ عدم رفع کی سنیت رفع و دوام رفع کو منسوخ نہیں کر سکتیں لہذا سنیت علی حالہ باقی رہی - وھو المقصود کیونکہ مطلقا ترک کرنا نبی علیہ السلام کا کسی سنت کو کبھی کبھی کسی کے نزدیک نسخ نہیں ہو سکتا ورنہ کسی سنت کی سنیت اور کسی مستحب کا استحباب ثابت نہوگا - مولانا ذرا ہشیاری سے اس بارمیں قدم رکھیے یہ بہت پیچیدہ معاملہ ہی اگر ادنی احتمال سے نصوص صریحہ منسوخ کہے جائینگے یا تعصب مذہبی کیوجہ سے نصوص پر حملہ کرکے منسوخ کیا جائیگا تو کل شریعت الہی خطرہ میں آجائیگی - کیونکہ جو نصوص قرآن و حدیث کے خلاف مذہب حنفی ہوں گے ان کے نزدیک وہ منسوخ ہیں اور جو شافعیہ کے خلاف ہیں وہ ان کے نزدیک منسوخ ہیں - علی ہذا القیاس حنابلہ و مالکیہ کو بھی سمجھنا چاہیے - جب چاروں مذہبونکا یہی حال ہو جائیگا کہ اپنے اپنے خلاف کو منسوخ کہدیگا تو اب فرمائیے کہ امت کے عمل و ہدایت کیلئے کیا باقی رہیگا - افسوس شریعت کے ساتھ کیا استہزا ہو رہا ہی جو جس کے دل میں آرہا ہی وہ اپنی خواہش نفسانی کے موافق کتاب و سنت کے خلاف کر رہا ہی اور پھر مسلمانی کا دعوی - ع برین عقل و دانش بباید گریست - اور جناب یہ جو اپنے فرمایا ہی اور دوام سے صفحہ ۱۵ بھی انکار سکوت محض کی بنا پر نہیں بلکہ معارض نصوص کی وجہ سے - تو مولانا ایمانا و انصافاً کہنا کہ نصوص معارض یعنی حدیث عدم رفع حدیث رفع کے ہم پلہ و مساوی ہیں - یعنی جیسے حدیث رفعیدین

صحیح مرفوع متفق علیہ ہیں ایسے ہی حدیث عدم رفع بھی صحیح مرفوع متفق علیہ ہے۔ اگر آپ کے
نصوص معارض مساوی بلکہ اقوی ہیں نصوص رفع سے تو آپکا عمل نصوص معارض پر صحیح درست ہے
اور اگر ایسا نہیں یعنی آپکے معارض غیر صحیح۔ غیر مرفوع غیر متفق علیہ ہوں تو آپکو یہ ہمت وجرات
کیونکر ہوئی کہ آپ اصح اور متفق علیہ صریح حدیثوں پر ضعیف آثار اور غیر متفق علیہ حدیث ضعیف کو
محض اپنی رائے سے ترجیح دیکر سنیت سے انکار کر دیں اور ضعیف حدیثوں کو معمول بہا بنائیں۔ سو
اس صورت میں فرقہ اہلحدیث ہی متبع سنت ہوگا۔ اور آپ اپنی رائے نارسا کے تابع اور یہ بات
بھی آپ خوب جانتے ہونگے اور یقیناً جانتے ہوں گے کہ حدیث رفع یدین صحیح مرفوع
متفق علیہ اور صریح الدلالۃ ہیں اور حدیث عدم رفع غیر صحیح غیر مرفوع غیر متفق علیہ ہیں تو یہ
کیونکر انکا مقابلہ کر سکتی ہیں اور کب انکے معارض ہو سکتی ہیں۔ لیکن پاسداری قول امام وحمایت
مذہب نے اس امر پر مجبور کر رکھا ہے کہ قصداً جان بوجھکر تقلیداً احادیث صحیحہ مرفوعہ متفق علیہا
کو چھوڑ کر ضعیف غیر مرفوع غیر متفق علیہ کو ترجیح دیجا رہی ہے۔ لہذا تقلید آپکی رائے نارسا واجتہاد
ناروا سے عمل درآمد اس سنت پر بدرجہا بہتر اور باعث حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ہے اور حب رسول باعث حب الہ اور سبب مغفرت ذنوب ہے۔ وذلک الفوز العظیم۔ ذلک
فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

(صفحہ ۱۵) قولہ رہا بیہقی کی روایت سے دوام واستمرار ثابت کرنا اور ابن بیہقی کا یہ دعوی کرنا کہ یہ مجاہد
کی روایت کی خطا پر دال ہے۔ الخ

اقول بیہقی کی روایت صحیح ہے۔ اور موضوع کہنے والا غلطی پر ہے۔ یہ شخص معلوم ہوتا ہے کہ فن
حدیث سے ناواقف ہے یا تعصب مذہبی کیوجہ سے ایسا کلمہ لکھا ہے۔ اس حدیث کے کل راوی ثقہ
ہیں۔ عبد الرحمن بن قریش کے متعلق میزان میں اتہمہ السلیمانی بوضع الحدیث لکھا ہے
یعنی سلیمانی نے تہمت لگائی ہے۔ حافظ صاحب نے لفظ تہمت تحریر فرمایا ہے نہ وضاع وکذاب لکھا ہے
سو تہمت جرح میں داخل نہیں۔ مولانا اگر تعصباً آپ تہمت کو داخل جرح سمجھتے ہیں تو پہلے
اپنے مذہب کی خیر منائیے کیونکہ آپکے مذہب کے بانی مبانی امام ابوحنیفہ کو اسی سلیمانی نے
میزان الاعتدال (جلد ۲) میں شیعہ لکھا ہے۔ اگر سلیمانی کی تہمت سے عبد الرحمن بن قریش وضاع ہو گیا

توآپکے نزدیک یہ حدیث بیہقی کی مجروح ہوجائیگی - اور اسمیں ہمارا کچھ حرج نہیں کیونکہ اصل استدلال ہمارا احادیث صحیحین سے ہے اور اس حدیث بیہقی کو متابعتاً پیش کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں - اب آپ اپنے مذہب کی خیر منائیں کہ آپکا مذہب باطل ہوا جاتا ہے - بقول سلیمانی جب امام ابوحنیفہ شیعہ ہیں تو آپ اپنے کو سنت والجماعت کہاں سے کہتے ہیں - آپ تو فرقہ شیعہ میں داخل ہیں - اپنا میل جول و تعلقات مذہبی حضرات شیعہ سے بڑھائیے اہل سنت والجماعت سے آپکو کیا سروکار - دیکھا مولانا بلا تحقیق تعصباً کسی حدیث صحیح کو مجروح کہنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ آپکا مذہب ہی مجروح ہوگیا - اور لسان المیزان میں عبدالرحمن بن قریش کے متعلق خطیب کے یہ الفاظ نقل ہیں ولم یسمع منه الا خیراً لہذا آپکی جرح مدفوع ہوگئی اور عبدالرحمن حسن الحدیث ہوگیا - دوسرا راوی عصمہ بن محمد انصاری مدنی ہے جو عصمہ بن محمد آپنے لکھا ہے اور اس پر جرح نقل کی ہے اس حدیث کا وہ راوی نہیں ہے - زیلعی پکر اٹھا کر خوب غور کر دیکھیے کہ عصمہ بن محمد اسمیں کونسا ہے - مولانا یہ دھوکہ بازی علماء کی شان سے بہت بعید ہے آپکو یہ بات زیبا نہیں کچھ تو خدا کا خوف چاہیے دنیا میں اگر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہو تو کیا خدا کو بھی نعوذ باللہ دھوکہ دیدو گے ہرگز نہیں مرنا ضرور ہے اس کے دربار میں حاضری ہوگی اس دھوکہ بازی کی سب قلعی کھل جاویگی - یخدعون اللہ والذین اٰمنوا وما یخدعون الا انفسهم وما یشعرون کے مصداق آپ اہلحدیثوں کو کچھ بھی ان باتوں سے نقصان نہیں پہنچا سکتے بلکہ خود ہی خسارہ میں رہو گے - الغرض اس حدیث کا دوسرا راوی عصمہ بن محمد انصاری مدنی ہے - اس کے متعلق کسی نے وضاع - کذاب کا لفظ استعمال نہیں کیا ہے - بلکہ شیخ تقی الدین نے امام میں اس حدیث سے دعوی نسخ رفع باطل کیا ہے اور امام بیہقی اور حافظ ابن حجر اور حافظ زیلعی اور قاضی شوکانی اور مولوی عبدالحی لکھنوی وغیرہ ائمہ جرح وتعدیل نے اس حدیث میں کچھ جرح نہیں کی بلکہ اس حدیث کو استدلالاً لائے ہیں تو آپکی کون سنتا اور کون مانتا ہے - جب حافظ زیلعی نے بعد نقل حدیث پر کچھ جرح نہ فرمائی جیسا کہ انکی عادت ہے - بلکہ سکوت اختیار کیا ہے تو اس امر کی دلیل ہے کہ ناقل کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے اور مقبول ہے - چنانچہ مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی اپنی کتاب احسن

القری میں لکھتے ہیں وان سکتوا عن الرد بعد ما بلغھم روایت الحدیث فھو مقبول ایضاً لان السکوت فی موضع الحاجۃ لا یحل الا علی وجہ الرضا بالمسموع والمرئی فکان سکوتھم عن الرد دلیل التقریر اذ لم یکن کذالک لتطرقت نسبۃ التقصیر الیھم وانھم لم یتنبھوا بذالک انتھی - اس سے معلوم ہوا کہ بعد نقلِ روایت سکوت دلیل قبول و تسلیم ہے ورنہ ساکت منہم بالتقصیر ہوگا جو اکابر کے نسبت خیال باطل ہے - الحاصل اس حدیث میں نفس سکوت ہی نہیں بلکہ دیلائ پیش کر رہے ہیں - اور حدیث مجاہد کی تضعیف کر رہے ہیں - پس معلوم ہوا کہ حدیث مجاہد سے اسکا درجہ اعلیٰ ہے - لہذا حدیث بیہقی فما زالت تلک صلوتہ حتی لقی اللہ تعالیٰ صحیح اور قابل استدلال ہے - اس حدیث کی قدر کیجئے اس واسطے کہ آپکی حسب منشا اس حدیث سے سنیت رفعیدین مع الدوام ثابت ہے - فانی تؤفکون

قولہ ص۱۲ حاصل یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع کا معارض منقول نہیں ہوا الخ

اقول تکبیر تحریمہ کے وقت بھی رفع کا معارض منقول ہے جیسا کہ ہم اوپر ص۔ بیان کر چکے ہیں فتفکر اور رفعیدین متنازعہ فیہ احادیث صحیحہ متواترہ سے علی الدّام ثابت ہے اور عدم رفع میں کوئی حدیث صحیح ثابت نہیں - جن صحیح حدیثوں سے دوام و مواظبت رفعیدین تکبیر تحریمہ کے وقت ثابت ہوتی ہے - انہیں سے عند الرکوع و عند رفع رأسہ منہ رفعیدین ثابت ہے -

قولہ ص۱۲ خود وہ معنی حدثی پر بھی دال نہیں الخ

اقول میزان والا قاعدہ بالکل صحیح ہے کان جب مضارع پر داخل ہوتا ہے تو ماضی استراری کا معنی دیتا ہے - اور ماضی استمراری اسکو کہتے ہیں جو دلالت کرتا ہے زمانہ ماضی پر علی الدوام دیکھو میزان الصرف جو علم صرف میں ایک ادنی کتاب ہے ازمبتدی تک اس قاعدہ سے واقف ہے اور علامہ سیوطی نے ہمع الھوامع میں لکھا ہے والمشھور والمنصور انھا تدل علیہ (ای علی الحدث) کالزمان کسائر الافعال - اس سے معلوم ہوا کہ مذہب صحیح اور مشہور یہی ہے کہ کان حدوث پر دلالت کرتا ہے - حدثی پر دلالت نہ کرنا بعض کا مذہب بیان کیا ہے نہ معلوم آپنے اسکے خلاف محققین کا مذہب کہانسے لکھ مارا ہے - کسی کتاب کا حوالہ دیتے تو ان محقق صاحب کو بھی دیکھ لیتے کہ کون صاحب ہیں - و نیز حدیث میں اذا ظرفیت متضمن معنی شرط ہے - اگر آپ اذا

اور شمس العلماء قاضی میر احمد شاہ صاحب رضوی بھی اپنے رسالہ قواعد عربی صفحہ ۲۱ جو سنہ ۱۹۳۰ء میں لاہور میں طبع ہوا ہے) میں تحریر فرماتے ہیں کان مضارع کے پہلے زیادہ کرنے سے ماضی استمراری صیغہ بنجاتا ہے - کان یفعل (وہ ہمیشہ کیا کرتا تھا) ان دونوں شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کان مضارع پر جب داخل ہوتا ہے تو ماضی استمراری کا فائدہ دیتا ہے

ظرفیہ کو شرطیت سے خارج کرینگے اور اس سے دوام یا عموم نہ سمجھیں گے تو قرآن شریف اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپکو بہت دشواری پیدا ہوجاویگی۔ مثلاً آیۃ واذا قرء القرآن الخ آپ اپنے مخالف کو پیش نہیں کر سکتے کیونکہ اس جگہ اذا عموم کیلیے ہے۔ اور آپ اذا کو دوام یا عموم کیلئے سمجھتے نہیں۔ ونیز یایھا الذین اٰمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم الخ اس آیۃ کے شان نزول سے معلوم ہوتا ہے کہ اذا عموم کیلیے ہے۔ ونیز اذا دعیتم فادخلوا۔ واذا طعمتم فانتشروا۔ واذا لقیتم الذین کفروا زحفاً فلا تولوا الخ اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا الخ وغیرہ وغیرہ اور حدیث میں بقول؟ اذا رکع اللہ اکبر۔ واذا رفع سمع اللہ لمن حمدہ۔ اذا جئتم الی الصلوٰۃ۔ اذا کبر۔ اذا رکع۔ اذا سجد وغیرہ ان مقامات پر اذا کن معنوں میں مستعمل ہے۔ جن معنی پر اس جگہ مستعمل ہے وہی معنی یہاں پر بھی سمجھ لیجیے۔ مولانا صرف آپ کے سمجھانیکو کان۔ واذا کے متعلق لکھدیا ہے ورنہ ہم اہلحدیث تو قرآن وحدیث کو پابند کسی غیر معصوم کے کلام کے نہیں کرتے ہیں۔ یاد رکھو کہ قرآن مجید اور حدیث رسول حمید آپکے اصول کے پابند نہیں قرآن شریف کلام الٰہی اور حدیث شریف کلام معصوم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ یہ دونوں کلام کسی امتی غیر معصوم کے کلام کے پابند نہیں ہو سکتے ہیں انسانی اصول صرف انسانوں کے واسطے بنائے گئے ہیں۔ نہ کلام الٰہی اور کلام معصوم کو پابند کرنیکے لئے۔ حاشا وکلا یہ ہرگز نہیں ہوسکتا ہے کہ کلام الٰہی وکلام نبی معصوم علیہ السلام آپ کے اصول کے پابند ہوجاویں۔ بلکہ یہ ہونا چاہیے کہ آپکا اصول ان دونوں کلاموں کے ماتحت ہو۔ انہیں باتوں نے تو مسلمانوں میں اختلاف وتفرقہ پیدا کردیا ہے۔ جو مسلمانوں کی تباہی وبربادی کا باعث ہے۔ وان الذین اختلفوا فی الکتاب لفی شقاق بعید۔

قولہ (۲) صہ۲۱ حدیث مالک بن الحویرث عن ابی قلابۃ انہ رای مالک بن الحویرث اذا صلی کبر ورفع یدیہ واذا اراد ان یرکع رفع یدیہ واذا رفع رأسہ من الرکوع رفع یدیہ وحدث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صنع ھکذا اخرجہ الشیخان و ابوداؤد والبیھقی۔ ترجمہ ابو قلابہ سے مروی ہے کہ انہوں نے مالک بن الحویرث (صحابی)

کو دیکھا کہ جب نماز پڑھتے تکبیر کہتے اور رفعیدین کرتے اور جب رکوع کرنیکا ارادہ فرماتے رفعیدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے رفعیدین کرتے اور مالک نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا - بخاری مسلم - ابوداؤد - بیہقی - اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں - ثانی رفعیدین رکوع میں جاتے وقت اور اٹھتے وقت کا عدم دوام بوجہ لفظ حدث ان رسول اللہ صنع ھکذا کے جو تجدد اور حدوث پر صراحۃً دال ہے - الخ

اقول جناب آپکی یہ تحریر آپکی حدیث دانی پر دال ہے کہ بس آپ حدیث کو ایسا ہی سمجھتے ہیں واقعی حدیث فہمی ایک فن دیگر ہے جو اہلحدیث کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا ہے اہل الرائی کو حدیث فہمی سے کیا تعلق وہ اپنی فقہ میں مستغرق ہیں بقول شخصے بلی کے بھاگوں چھیکہ ٹوٹا کے مصداق فرقہ اہلحدیث کی رات دن رد و قدح و اعتراض کرنیسے حنفیوں کو کچھ حدیث کی طرف خیال ہو گیا ہے - ورنہ انکو سوائے ہدایہ - شرح وقایہ - کنز - قدوری - کے حدیث کی کتابوں سے کیا سروکار اب بھی بہت سے ممالک اسلامیہ ایسے ہیں کہ حدیث کوئی جانتا بھی نہیں کہ حدیث کس کو کہتے ہیں - صرف فقہ حنفی کا ہی رواج ہے - جناب مالک بن الحویرث کی یہ حدیث اور دوسری مرفوع حدیث جو کہ صحیح مسلم صفحہ ۱۶۸ میں ہے عن مالک بن الحویرث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا کبر رفع یدیہ حتی یحاذی بھما اذنیہ واذا رکع رفع یدیہ حتی یحاذی بھما اذنیہ واذا رفع رأسہ من الرکوع فقال سمع اللہ لمن حمدہ فعل ذالک - یعنی مالک بن حویرث (صحابی) کہتے ہیں تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے رفعیدین کرتے یہانتک کہ مقابل کرتے ہاتھوں کو کانوں کے اور جب رکوع کرتے اسی طرح رفعیدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہتے اور رفعیدین کرتے - یہ دونوں حدیثیں دوام رفع پر دال ہیں اگر آپ ان حدیثوں سے دوام نہیں سمجھتے ہیں تو لیجئے ہم آپکو سمجھائے دیتے ہیں - برائے مہربانی اس تحریر کو خوب غور سے ملاحظہ فرمائیے - اولاً اس حدیث میں لفظ حَدَّثَ ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ مالک نے حدیث بیان کی تاکہ ابو قلابہ (انکے شاگرد) کو یہ شک نہو کہ فعل رفع محض مالک کا فعل ہے اسواسطے مالک نے اپنے اس فعل کے ثبوت کے واسطے لفظ حَدَّثَ سے یہ دلیل

دلیل بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح یہ فعل کیا تھا۔ مالک بن حویرث صحابی ہیں ابوقلابہ تابعی ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کا یہ واقعہ ہے۔ ....

.... حدیث کے معنی تو نہ بگاڑیئے جاہلوں کو غلط معنی لکھکر دھوکہ نہ دیجیے مطلب اس کا یہ ہوا کہ مالک کا ان مواقع میں رفع یدین کرنا اپنی رائی و قیاس سے نتھا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھکر خود بھی کرنے لگے دونوں حدیثوں کو ملاکر مطلب سمجھیئے۔ پس آپکے معنی تجدد و حدوث کے غلط ٹھیرے۔

قولہ صفحہ ۲۲ خود مالک بن حویرث ملازم صحبت سے نہیں بلکہ کل بیس روز حضور کی خدمت میں رہے ہیں الخ

اقول ملازم صحبت سے آپکی کیا غرض ہے اگر آپکی ملازم صحبت سے یہ غرض ہے کہ مالک ہمیشہ آپکی صحبت میں نہیں رہے صرف بیس روز رہنے کی وجہ سے انکی روایت کردہ حدیث ثبت دوام نہیں تو آپکی یہ غرض غلط ہے۔ کیونکہ کسی فعل کا اثبات دوام ملازم صحبت پر موقوف نہیں ہے۔ ہاں البتہ اگر کوئی فعل پہلے کسی حدیث صحیح سے ثابت ہوچکا ہے پھر اسکے بعد اگر اُسکی خلاف کسی صحیح حدیث سے ثابت ہوجاوے تو اس وقت اُس میں تطبیق دیجائیگی۔ چنانچہ کتب حدیث میں ایسے بہت واقعات موجود ہیں والا لا۔ جنابمن اگر آپ اپنی اس تحریر پر قائم رہیں تو میں آپکو ثبوت رفع میں صحیح حدیثیں ایسے ایسے جلیل القدر صحابہ سے پیش کرونگا کہ آپکو انکی ملازم صحبت ہونیسے کبھی انکار نہو گا۔ مگر مجھکو تو یہ خوب معلوم ہے کہ یہ باتیں تو آپ صرف جاہلوں کے بہکانے کیواسطے لکھتے اور کہدیتے ہیں ورنہ آپ تو اپنے مذہب کے خلاف بڑے بڑے صحابہ جنکی صحبت دائمی ثابت ہوچکی ہے انکی صحیح صحیح حدیثوں کو رد کردیتے ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) عبداللہ بن عمر جنکی روایت صحیح مرفوع تمام حدیث کی کتابوں میں موجود ہے کوئی کتاب حدیث کی ایسی نہو گی جس میں انسے روایت رفع موجود نہو گی اور کسی محدث نے انکی حدیث پر جرح بھی نکی ہوگی۔ ان کے متعلق تذکرۃ الحفاظ میں ہے فقیہ احد الاعلام فی العلم والعمل وھو من اھل بیعۃ الرضوان۔ اور استیعاب میں ہے واصح من ذلک قولھم ان ھجرتہ کانت قبل ھجرۃ ابیہ فرمائیے عبداللہ بن عمر صحابی فقیہ بھی ہیں۔ احد الاعلام۔ اصحاب بیعۃ الرضوان ہیں اور اپنے والد حضرت عمر سے بیشتر مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ طیبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونیوالی

ہیں۔ فرمائیے یہ ملازم صحبت ہوئے یا نہیں۔

(۲) انس بن مالک خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنکی بابت تذکرۃ الحفاظ میں ہے۔ ولہ صحبۃ طویلۃ وحدیث کثیر وملازمتہ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم منذ ھاجر الی ان مات اور استیعاب میں ہے۔ عن انس قال قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ وانا ابن عشر سنین وتوفی وانا ابن عشرین سنۃ یعنی انس خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں ہجرت کر کے تشریف لائے تو میری عمر دس برس کی تھی اور جب آپکی وفات ہوئی تو میری عمر بیس سال کی تھی۔ گویا دس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہے انکو بھی کہدیجئے کہ ملازم صحبت نہیں۔

(۳) محمد بن مسلمہ انکی نسبت استیعاب میں ہے شھد بدرًا والمشاھد کلھا ومات بالمدینۃ ولم یستوطن غیرھا وکانت وفاتہ بھا۔ یعنی محمد بن مسلمہ صحابی جنگ بدر میں شریک ہوئے اور مدینہ منورہ میں ہی انتقال ہوا اور مدینہ سے باہر کہیں نہیں گئے فرمائیے یہ بھی ملازم صحبت ہوئے یا نہیں

(۴) ابو موسی اشعری استیعاب میں ہے اسلم بمکۃ وھاجر الی ارض الحبشۃ ثم قدم مع اھل السفینتین ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخیبر اور تذکرۃ الحفاظ میں ہے فقدم مع جعفر زمن فتح خیبر۔ یعنی ابو موسی اشعری صحابی مکہ میں مسلمان ہوکر حبشہ کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے تھے پھر فتح خیبر کے سال واپس مدینہ طیبہ تشریف لائے اور غزوۂ خیبر ۷ سنہ ہجری میں ہوا ہے۔ تلخیص صفحہ ۳۰۶۔

(۵) ابو ہریرہ صحابی کے متعلق استیعاب میں ہے اسلم ابو ھریرۃ عام خیبر وشھدھا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم لزمہ وواظب علیہ رغبۃ فی العلم وکان من احفظ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان یحضر مالا یحضر سائر المھاجرین والانصار لاشتغال المھاجرین بالتجارۃ والانصار بحوائطھم وقد شھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بانہ حریص علی العلم والحدیث وقال لہ یا رسول اللہ انی قد سمعت منک حدیثا کثیرا وانا اخشی ان انسی فقال ابسط ردائک قال فبسطتہ فغرف

بیدہ فیہ ثم قال ضم فضممتہ فما نسیت شیئا بعدہ وقال البخاری روی عنہ اکثر من ثمانمائۃ رجل من صحاب وتابعین یعنی ابوہریرہ سال خیبر میں مسلمان ہوئے اور پھر ہمیشہ آپکے پاس علم حاصل کرنے کے لیے حاضر رہے اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ یاد رکھنے والے تھے بہ نسبت دیگر اصحاب کے اور ایسی ایسی حدیثیں یاد تھیں جو مہاجرین وانصار کو یاد نہتھیں۔ کیونکہ مہاجرین اپنی تجارت میں اور انصار اپنی زراعت میں اور باغبانی وغیرہ کے کاموں میں مشغول تھے اور تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوہریرہ حرص کرنیوالا ہے علم اور حدیث حاصل کرنے میں اور ابوہریرہ نے کہا یارسول اللہ تحقیق میں سنتا ہوں آپسے بہت حدیثیں اور مجھکو یہ خوف ہے کہ کہیں بھول نہ جاؤں۔ پس آپنے فرمایا پھیلا تو چادر اپنی پس مینے پھیلادی پھر آپنے اُسمیں پھونکدیا اور مجھے فرمایا اپنے سینہ سے ملالے اسکو پس ملالیا مینے اُسکو پس اُسکے بعد سے میں کوئی حدیث نہیں بھولا اور امام بخاری نے کہا کہ صحابہ اور تابعین سے آٹھ سو سے زیادہ انکے شاگرد ہیں۔ دیکھا اپنے ابوہریرہ کیسے جلیل القدر صحابی ہیں انکے متعلق کیا ارشاد نبوی اور دعا نبوی ہے جو حدیث سنی بھولے نہیں۔ یہ دعا نبوی ہی کی برکت ہے کہ ان سے زیادہ حدیثیں کسی اور صحابی سے مروی نہیں مگر افسوس ہے احناف پر کہ انہوں نے ایسے جلیل القدر صحابی کو جسکے صحابہ وتابعین میں سے آٹھ سو سے زیادہ شاگرد ہوں انکو غیر فقیہ یعنی بیوقوف و ناسمجھ لکھا ہے۔ اور یہ یاد رکھنے کے قابل بات ہے کہ فتح خیبر ماہ شوال ۷ سنہ ہجری میں ہوئی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی خدمت میں تقریباً تین برس حاضر رہے۔ اور معانی الآثار جلد اول میں ہے واسلام ابی ھریرۃ ولقاءہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما کان بالمدینۃ قبل وفاتہ بثلاث سنین۔ یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تین سال پیشتر مسلمان ہوئے ہیں۔ اور ایسے ہی ابوموسی اشعری بھی اسی سال ملک حبشہ سے مدینہ طیبہ واپس آئے۔

(۶) عبداللہ بن زبیر صحابی ا سنہ ہجری میں پیدا ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت آپکی عمر ۹ سال کی تھی ان سے بھی حدیث رفعیدین مروی ہے۔ اور خود بھی رفعیدین کرتے تھے۔ تہذیب التہذیب ج۵ صفحہ ۲۱۳ جو اس بات پر صاف دلیل ہے کہ فعل رفع

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمر تک رہا۔

(۷-۸-۹) حضرت ابوبکر صدیق رضؓ۔ حضرت عمر فاروق رضؓ۔ حضرت علی رضؓ۔ یہ خلفاء ثلاثہ کیسے جلیل القدر ہیں انکے اوصاف سے ہر شخص واقف ہے ان سے بھی حدیث رفع بسند صحیح موجود ہے۔ انکی ملازم صحبت ہونے سے بھی کسی مسلمان کو انکار ہوگا۔ ہرگز نہیں۔ مگر افسوس کہ احناف انکی روایت کردہ صحیح حدیثونکو بھی جو خلاف مذہب امام ابوحنیفہ ہوں بے دھڑک بلا تامل رد کر دیتے ہیں۔ حضرت علی رضؓ و وحضرت عمر رضؓ سے بسند صحیح ترمذی میں اور ابوبکر صدیق رضؓ سے بسند صحیح بیہقی میں حدیث رفع موجود ہے اور مالک بن حویرث پر یہ اعتراض کرنا کہ یہ کل بیس ۲۰ روز آپکی خدمت میں حاضر رہے ہیں تو کیا جناب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیس ۲۰ روز کی حاضری قابل عزت و باعث فخر آپکے نزدیک نہیں ہمارے نزدیک تو حالت اسلام میں حضور انور صلعم کی خدمت میں ایک لحہ کی حاضری بھی باعث فخر و نجات اخروی ہے چہ جائیکہ بیس ۲۰ یوم کی حاضری آپکو معلوم ہے کہ بیس ۲۰ یوم کی کتنی نمازیں ہوتی ہیں ایک رات دن کی پانچ نمازوں کے حساب سے بیس ۲۰ دن کی سو ۱۰۰ نمازیں ہوئیں جس شخص نے سو ۱۰۰ نمازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھی ہوں اور آخر عمر میں سو ۱۰۰ نمازوں میں آپکو مع کل صحابہ شاملین جماعت کے رفعیدین کرتے دیکھا ہو اور کسی صحابہ کا استثنا نہ کیا ہو تو اس سے زیادہ دوام رفع کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ کیونکہ مالک بن حویرث آپکی خدمت مبارک میں آپکی آخر عمر میں حاضر ہوئے ہیں یعنی غزوہ تبوک میں آپکی حاضری ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری صفحہ ۳۴۰ شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے (قولہ من قومی) هم بنو لیث بن بکر بن عبد مناف بن کنانة وکان قدوم وفد بنی لیث فیما ذکرہ ابن سعد باسانید متعددة ان واثلة اللیثی قدم علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو یتجهز لتبوک۔ اور غزوہ تبوک ۹ھ ہجری میں ہوا ہے جیسا کہ تفسیر کشاف صفحہ ۳۲۱ جلد اول میں پارہ دہم تحت آیۃ یا ایها الذین آمنوا ما لکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض الخ۔ وکان ذلک فی غزوة تبوک فی سنة عشر۔ اور حافظ زیلعی نصب الرایہ صفحہ ۲۰۴ میں لکھتے ہیں تحت حدیث السابع والثلاثون جلسہ استراحت کے متعلق جو مالک بن حویرث کی حدیث ہے وهو محمول علی حال الکبر۔ یعنی جلسہ استراحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبر سنی کی وجہ سے کرتے

تھے۔ اور مولوی عبد الحی لکھنوی بھی حاشیہ شرح وقایہ صفحہ ۱۱۶ میں لکھتے ہیں وحدیث مالک محمول علی حالة العذر۔ اور ابن ماجہ مصری اور نسائی مطبع مجتبائی کے حاشیہ صفحہ ۱۴۲ پر سندی حنفی فرماتے ہیں واما قول من قال ان ذلک الحدیث ناسخ لرفع غیر تکبیرۃ الافتتاح فھو قول بلا دلیل بل لو فرض فی الباب نسخ فیکون الامر بعکس ماقالوا اولی کما قالوا فان مالک بن الحویرث ووائل بن حجر من رواۃ الرفع ممن صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم اٰخر عمرہ فروایتھما الرفع عند الرکوع والرفع منہ دلیل علی تاخر الرفع وبطلان دعوی نسخہ فان کان ھناک نسخ فینبغی ان یکون المنسوخ ترک الرفع کیف وقد روی مالک ھکذا جلسۃ الاستراحۃ فحملوھا علی انھا کانت فی اٰخر عمرہ فی سن الکبر فھی لیس کما فعلھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قصدًا فلا تکون سنۃ وھذا یقتضی ان لا یکون الرفع الذی رواہ ثانیا منسوخا لکونہ اٰخر عمرہ عندھم فالقول بانہ منسوخ قریب من التناقض وقد قال صلی اللہ علیہ وسلم لمالک واصحابہ صلوا کما رأیتمونی اصلی وبالجملۃ فالاقرب القول باستنان الامرین والرفع اقوی واکثر۔ خلاصہ ترجمہ سندی صاحب فرماتے ہیں کہ مالک بن حویرث اور وائل بن حجر دونوں صحابی اُخر عمر میں حاضر خدمت ہوئے ہیں۔ اور آپکو رفع یدین کرتے دیکھا۔ لہٰذا حدیث رفع حدیث عدم رفع سے مؤخر ہی کیونکہ حدیث عدم رفع عبد اللہ بن مسعود کی ہی وہ قدیم ہی جیسا کہ ہم اسکے ذکر میں اس سے بحث کرینگے۔ جب حدیث رفع مؤخر ہوئی تو رفع کا منسوخ ہونا باطل ہوا۔ بلکہ عدم رفع منسوخ ہوا۔ کیونکہ جلسہ استراحت کے اثبات میں جو حدیث مالک بن حویرث سے مروی ہی تو اسکو احناف محمول کرتے ہیں کہ یہ جلسہ استراحت قصدًا نتھا بلکہ عذرًا تھا جو کبر سنی کیوجہ سے اخر عمر میں آپنے کیا تھا۔ لہٰذا سنت نہیں۔ پس بدینوجہ حدیث رفع منسوخ نہوگی۔ کیونکہ رفع اخر عمر تک ثابت ہی اور اسی وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک بن حویرث کو اور دیگر صحابہ کو فرمایا تھا کہ جیسی میں نماز پڑھتا ہوں اُسی طرح تم بھی نماز پڑھا کرو اور اسوقت آپ رفعیدین سے نماز پڑھتے تھے۔ لہٰذا اپنے رفعیدین کے ساتھ ہی نماز پڑھنے کا حکم دیا اور حدیث رفع کی اقوی اور اکثر ہیں۔ یہ تین شہادتیں اس امر پر دلیل ہیں کہ حضور کا فعل رفع اخیر عمر تک رہا۔ یہ تیسری

شہادت کیسی صاف اور صریح ہے اب تو آپکو دوام رفع میں کچھ کلام نہو گا۔ کیونکہ آخر عمر میں اگر حضور صلعم سے عدم رفع ثابت ہوتا یعنی آپ اگر بغیر رفعیدین نماز پڑھتے ہوتے تو مالک بن حویرث سے بجائے رفع کے عدم رفع مروی ہوتا لیکن چونکہ فعل رفع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دوامی اور بحکم رب العلمین تھا لہذا مالک جب حاضر خدمت ہوئے تو آپکو نماز میں رفع یدین کرتے دیکھا وہی آپ سے مروی ہے اور خود مالک بھی رفعیدین کرنے لگے۔ پس ترک رفع کی حدیث اسکے بعد کی نہیں اور نہ کوئی صحیح سند سے ثابت ہے۔ سوائے ابن مسعود کے اور وہ ابتدائی ہے۔ لہذ سنیت رفع مع دوام ثابت وراجح وقابل اقتدا ہوئی۔ کیونکہ ملازم صحبت وغیر ملازم صحبت سب سے مرفوعاً وخود عملاً بھی باسناد صحیحہ قویہ رفع ہی ثابت ہے اب اگر آپ کے پاس تاریخی حیثیت سے کوئی حدیث صحیح مرفوع ایسی موجود ہو جو مالک بن حویرث اور وائل بن حجر۔ عبداللہ بن زبیر۔ ابو ہریرہ۔ اور ابو موسی اشعری کے بعد کسی صحابی سے عدم رفع کی مروی ہو تو ضرور پیش کیجیے ورنہ عدم رفع منسوخ اور رفع ناسخ و دوام ثابت ہے کیونکہ عدم رفع ابتدار احکام نماز میں تھا اور فعل رفع اسکے بعد شروع ہوا اور آخر وقت تک رہا۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ نیز آپکا یہ اعتراض کرنا کہ مالک سے کل بیس ۲۰ حدیث منقول ہیں اس سے آپکی کیا غرض ہے۔ اگر آپکا یہ منشا ہے کہ عبداللہ بن مسعود جو ملازم صحبت ہیں نیز حدیثیں بھی ان سے زیادہ مروی ہیں تو انکی بات زیادہ مانی جائیگی۔ سو یہ خیال آپکا غلط ہے جس صحابی سے جسقدر حدیثیں مروی ہوں گی اور درجہ صحت کو پہنچ جائینگی وہ قابل تسلیم ہیں۔ مولانا بعض بعض صحابہ سے تو صرف ایک ایک حدیث ہی اور بعض سے ایک بھی منقول نہیں تو آپ کیا انکو درجہ صحابیت سے خارج کر دینگے۔ حاشا وکلا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا نیز یہ کوئی اصولی مسئلہ بھی نہیں ہے کہ قلیل الراویۃ صحابی کی حدیث غیر مسلم اور کثیر الروایۃ صحابی کی حدیث قابل قبول۔ اگر یہ قاعدہ کسی کتاب میں تحریر ہے تو پیش کیجیے ورنہ ان بیجا اور فضول باتوں سے کیا حاصل ہے۔ آپ کے نزدیک تو وہی صحابی قابل وقعت ہے اور اسی صحابی کی وہی حدیث قابل تسلیم ہے جو آپکے امام کے قول کی مؤید ہو۔ خواہ وہ صحابی ملازم صحبت ہو یا غیر ملازم صحبت قلیل الراویۃ ہو یا کثیر الروایۃ۔ صحابی تو درکنار اگر قول تابعی موافق قول امام ہے تو وہی قابل قبول ہے۔ مولانا آپ تو اس قاعدہ کے بھی پابند نہیں معلوم ہوتے کہ صحابی کثیر الروایۃ ہی مقدم ہے قلیل الروایۃ پر۔ اگر آپ

یہ چاہتے ہیں کہ حدیث رفع کسی ایسے صحابی سے مروی ہوتی جو کثیر الروایۃ ہو تو ہم تسلیم کر لیتے۔ تو مولانا لیجئے ہم آپکو یہ بھی ثابت کئے دیتے ہیں کہ حدیث رفع کثیر الروایۃ صحابی سے بھی مروی ہے۔ مگر پھر بھی آپ تسلیم نہیں کرینگے کیونکہ آپکے داؤں پیچوں سے ہم خوب واقف ہیں۔

(۱) عبداللہ بن عمرؓ صحابی راوی حدیث رفعیدین اور خود بھی عامل ان سے ۲۶۳۵ حدیثیں مروی ہیں

(۲) ابو ہریرہؓ صحابی راوی حدیث رفعیدین اور خود بھی عامل ان سے ۵۳۷۴ حدیثیں مروی ہیں۔

(۳) عبداللہ بن عباسؓ صحابی راوی حدیث رفعیدین اور خود بھی عامل ان سے ۱۶۶۵ احدیثیں مروی ہیں

(۴) حضرت علیؓ صحابی راوی حدیث رفعیدین اور خود بھی عامل ان سے ۵۸۶ حدیثیں منقول ہیں۔

(۵) حضرت عمرؓ صحابی راوی حدیث رفعیدین اور خود بھی عامل ان سے ۵۳۷ حدیثیں مروی ہیں۔

(۶) انس بن مالکؓ خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابی راوی حدیث رفعیدین اور خود بھی عامل ان کی بابت تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص۴۲ میں ولہ صحبۃ طویلۃ وحدیث کثیر موجود ہے۔ مختصراً بطور نمونہ تحریر ہیں۔ ماننے والیکو صرف ایک صحیح حدیث کافی ہے اور لا نسلم کا تو کوئی علاج ہی نہیں ہزاروں حدیثیں بیکار ہیں۔ اگر آپ حدیث مالک بن حویرث کو بسبب غیر ملازم صحبت اور قلیل الروایۃ ہونیکے تسلیم نہیں کرتے ہیں تو ان صحابہ کی حدیثوں کو جو ملازم صحبت اور کثیر الروایۃ بھی ہیں قبول کر کے عامل بالحدیث بنجائیے اور نماز میں رفعیدین کرنی شروع کر دیجئے۔ مگر افسوس آپکی قسمت میں عمل بالحدیث کہاں آپکا عمل تو محض ظنی اور رائی وقیاس کی بات تو نیر ہے الا ما شاء اللہ و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ اب آپ انصافاً فرمائیے کہ نرالی منطق کس کی رہی اور حق فہمی اہلحدیث کا حصہ ہے یا آپ کا۔

قولہ ص۲۳ حدیث عبدالحمید بن جعفر عن ابی حمید الساعدی فی عشرۃ من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخبرنی محمد بن عمرو بن عطاء قال سمعت ابا حمید الساعدی فی عشرۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منہم ابو قتادہ قال ابو حمید انا اعلمکم بصلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالوا فلم واللہ ما کنت باکثرنا لہ تبعۃ ولا اقدمنا لہ صحبۃ قال بلی قالوا فاعرض قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام الی الصلوۃ رفع یدیہ حتی یحاذی بہما منکبیہ ثم یکبر حتی یقر کل عضو منہ فی موضعہ معتدلا ثم یقرء ثم یکبر فیرفع یدیہ

حتی یحاذی بہما منکبیہ ثم یرکع ویضع راحتیہ علی رکبتیہ ثم یعتدل فلا ینصب راسہ وتصنع ثم یرفع راسہ ویقول سمع اللہ لمن حمدہ ثم یرفع یدیہ حتی یحاذی بہما منکبیہ معتدلاً وقال ثم اذا قام من الرکعتین کبر ورفع یدیہ حتی یحاذی بہما منکبیہ کما کبر عند افتتاح الصلوٰۃ الحدیث ۔ اخرجہ ابو داؤد والترمذی والبیہقی وغیرھم

ترجمہ مجھے محمد بن عمرو بن عطاء نے خبر دی کہ بیٹے ابو حمید ساعدی کو دس صحابہ کے مجمع میں منجملہ ان کے ابو قتادہ تھے کہتے ہوئے سنا کہ میں حضور کی نماز سکھلا دوں اُن صحابہ نے کہا کیوں تم تو ہم پر زیادہ نہ تابع رہے اور نہ صحبت میں رہے ۔ ابو حمید بولے ہاں (ٹھیک ہے لیکن مینے تم سے حضور کی نماز کی صفت زیادہ محفوظ رکھی ہے) ان صحابہ نے کہا پھر سکھایئے ابو حمید فرمانے لگے کہ جب حضور نماز کو کھڑے ہوتے تو رفعیدین (اس حد تک) کرتے کہ دونوں ہاتھوں کو منکبین کے محاذی فرماتے پھر تکبیر فرماتے یہانتک کہ ہر عضو اپنے مقام پر معتدل ہو کر ٹھیر جاتا پھر قرأت پڑھتے پھر تکبیر کرتے اور رفعیدین حذار منکبین تک فرماتے پھر رکوع فرماتے اور ہتیلی گھٹنوں کے برابر رکھتے اور برابر ہو جاتے نہ سر جھکاتے تھے نہ ابھارتے تھے پھر سر اٹھاتے اور سمع اللہ لمن حمدہ فرماتے پھر رفعیدین حذار منکبین فرماتے اور ابو حمید کہتے ہیں کہ پھر قعدہ اولیٰ سے اٹھتے تکبیر کہتے اور رفعیدین حذار منکبین فرماتے جیساکہ تکبیر تحریمہ کے وقت فرماتے آخر حدیث تک ۔ ابو داؤد ۔ بیہقی ۔ ترمذی ۔

اقول جناب مولوی صاحب یہ حدیث آپنے ابو داؤد سے نقل کی ہے اسمیں تین غلطیاں آپ سے سرزد ہوئی ہیں ۔

(۱) آپنے اُعَلِّمُکُمْ تحریر فرمایا ہے جسکے معنی اپنے تحریر فرمائے ہیں کہ میں حضور کی نماز سکھلا دوں حالانکہ یہ لفظ اَعْلَمُکُمْ اسم تفضیل ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ میں خوب جانتا ہوں تم سے نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی " یہ آپکی حدیث دانی ہے " اور ایک حدیث میں لفظ اَحْفَظُکُمْ آیا ہے یعنی میں تم سے زیادہ یاد رکھنے والا ہوں نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ۔

ملا علی قاری حنفی مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں کانہ اخذ ذلک من طول ملازمتہ وقوۃ ضبطہ وجودۃ حفظہ دونہم ۔ مولانا حدیث میں یہ تحریف اچھی نہیں ۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے فعل تحریف کو یہودیوں کی طرف منسوب کیا ہے ۔ یعنی قرآن وحدیث میں تحریف کرنا

یہود کا کام ہے یحرفون الکلم عن مواضعہ - قرآن شریف میں موجود ہے -
(۲) اپنے فلا ینصب راسہ و تصنع تحریر فرمایا ہے حالانکہ کتاب میں بجائے تصنع کے ولا یقنع موجود ہے - (۳) اس حدیث کے آخر الفاظ قالوا صدقت ھکذا کان یصلی صلی اللہ علیہ وسلم آپنے تحریر نہ فرمائے - یعنی ابوحمید کی نماز مع الرفع الیدین کی ان سب صحابہ نے بلانکیر تصدیق کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح نماز پڑھا کرتے تھے - یہ واقعہ ابوحمید کا بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے - اگر رفعیدین منسوخ ہوگئی ہوتی یا آپنے ترک کردی ہوتی تو کسی صحابہ سے انکار ضرور ثابت ہوتا اور ان میں سے دو چار صحابہ حدیث عدم رفع پڑھکر سنا دیتے اور ابوحمید سے ترک رفع کی کوشش کرتے . لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ سب نے بلانکیر تصدیق کی و نیز یہ کوئی ضروری امر نہیں ہے کہ کل شاملین مجلس کے اسماء شمار کرائے جائیں - صرف دو چار کے نام شمار کرا دینے کافی ہوتے ہیں -
(۱) حدیث ابوحمید میں اس قسم کا اضطراب واقع نہیں ہے جو موجب ضعف ہو - موجب ضعف وہ اضطراب ہے کہ بعض رواۃ کسی طور پر روایت کریں اور بعض کسی اور طور پر یا ایک ہی راوی کبھی کسی طور پر روایت کرے اور کبھی کسی اور طور پر اور ان میں کسی روایت کو کسی پر ترجیح نہ ہو اور ان میں حسب قواعد محدثین جمع و توفیق بھی نہ ہو سکے تو اس اختلاف کا نام اضطراب ہے - اس قسم کا اضطراب موجب ضعف حدیث ہوتا ہے - پس اگر بعض روایت کو بعض پر ترجیح ہے تو روایت راجح لے لیجائیگی اور مرجوح ترک کیجائیگی اور اگر دونوں میں توفیق ہو سکتی ہے تو توفیق دیجائیگی - اور ان دونوں صورتوں میں نہ وہ حدیث مضطرب ہوگی اور نہ ایسا اضطراب باعث ضعف ہوگا - جب یہ معلوم ہو چکا تو غور سے سنیئے کہ یہ حدیث صرف بخاری (صـ۱۱۴) ہی میں نہیں بلکہ بیہقی (صـ۷۲) جلد ۲ - ابن ماجہ (صـ۶۵) - ابوداؤد (صـ۱۱۲) - ترمذی (صـ۴۰) - طحاوی (صـ۱۳۲) - رسالہ امام بخاری (صـ۴) - میں یہ حدیث موجود ہے اور محمد و ابوحمید کے درمیان کوئی واسطہ نہیں جب امام بخاری اپنی صحیح میں اسی طریق سے لائے ہیں - اور امام ترمذی نے حدیث ابوحمید کو حسن صحیح کہا ہے اور ملا علی قاری حنفی نے مرقاۃ (صـ۵۰۴) شرح مشکوۃ جلد اول میں لکھا ہے قال النووی اسنادہ علی شرط مسلم و رواہ ابن حبان فی صحیحہ اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری (صـ۲۴۴) میں لکھا ہے - حدیث ابی حمید

الساعدی وحدیث علی بن ابی طالب ۔ اخرجہما ابوداؤد وصححہما ابن خزیمۃ وابن حبان
اور عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جزء خامس مطبع منیریہ مصر میں ہی ص ۲۷۲ واخرج الحدیثین ابن خزیمۃ
وابن حبان وصححاھما - یعنی حدیث ابوحمید ساعدی اور حدیث علی رضی اللہ عنہ کو ابن خزیمہ
اور ابن حبان نے روایت کیا ہی اور دونوں کو صحیح کہا ہی - اور سکوت ابوداؤد بھی دال علی
الصحت ہی جب محدثین کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہی تو آپکے کہنے سے مضطرب نہیں ہوسکتی
ہی اصحاب سنن کی حدیث راجح اور طحاوی کا دوسرا طریق مرجوح ٹھیریگا -
(۲) یہی مذہب اہلحدیث کا ہی - شوافع پر کیا احناف پر بھی حجت ہی اپنے آپکو کہاں بچاتے ہو -
(۳) صحیح بخاری میں یہ حدیث مختصر ہی اور امام بخاری نے اپنے رسالہ رفعیدین میں بطریق محمد بن
عمرو بن عطار ، وابوحمید مع رفعیدین ذکر کی ہی -
(۴) جب رفعیدین اس سے ثابت ہی اور ثبوت رفعیدین کے آپ منکر بھی نہیں اور اس کے خلاف
عدم رفع کسی صحیح مرفوع حدیث سے آپ ثابت نہیں کر سکتے تو دوام خود ہی ثابت ہوگیا - اور حدیث عمر ۲
کی بحث میں ہم دوام ثابت کر چکے ہیں - فانظر الیہ - رہا اضطراب سند میں وہ ہم اوپر بیان
کر چکے ہیں کہ امام المحدثین امام بخاری کے مقابل کسی کی بات نہیں مانی جائیگی اور جب کہ
اصحاب سنن بھی ان سے متفق ہوں اور کسی محدث سے اس حدیث پر جرح ثابت نہیں تو پھر روئے زمین پر
کس کی ہستی ہی کہ وہ ان کے مقابلہ میں صحیح کو ضعیف اور ضعیف کو صحیح کہدے - صحاح ستہ طبقہ
اولی ودوم کی کتابیں ہیں ان کے سامنے طبقہ ثالثہ کی کتابیں جنمیں طحاوی بھی شامل ہی - کیا
حقیقت رکھتی ہیں اور طحاوی ایسی کتاب نہیں کہ اُس کی حدیثوں پر اعتماد کیا جاوے کیونکہ اس میں
شاذ - ضعیف - منکر سب قسم کی حدیثیں موجود ہیں - چنانچہ مولوی عبدالحی لکھنوی الفوائد البہیہ ص ۱۸ فی
تراجم الحنفیہ میں لکھتے ہیں - وقال احمد بن عبد الحلیم بن تیمیۃ فی منہاج السنۃ فی تحت
حدیث رد الشمس الطحاوی لیست عادتہ نقد الحدیث کنقد اہل العلم ولہذا
روی فی شرح معانی الآثار الاحادیث المختلفۃ وانما رجح ما یرجحہ منہا فی الغالب
من جہۃ القیاس الذی راہ حجۃ ویکون اکثرہ مجروحا من جہۃ الاسناد لا یثبت فانہ
لم یکن لہ معرفۃ بالاسناد کمعرفۃ اہل العلم بہ وان کان کثیر الحدیث فقیہا عالما - ماحصل

اس عبارت کا یہ ہے کہ جس طرح اہل علم حدیثوں کی تنقید کرتے ہیں طحاوی کی اس طرح عادت نہیں یعنی طحاوی اپنی کتاب کی حدیثوں کی صحت وضعف صحیح طور پر نہیں بتلاتا ہے اور یہی باعث ہے کہ اپنی کتاب شرح معانی الآثار میں مختلف حدیثیں روایت کرتا ہے اور جس روایت کو وہ ترجیح دیتا ہے غالب اپنے قیاس سے ہی ترجیح دیتا ہے اسلیئے کہ قیاس کو وہ اپنے نزدیک حجت سمجھتا ہے۔ اور اُسکی اکثر حدیثیں باعتبار سند مجروح اور غیر ثابت ہیں کیونکہ جسطرح اور اہل علم صحت وضعف کا حال پہچانتے ہیں وہ نہیں پہچانتا اگرچہ فقیہ عالم ہے۔ اور بہت حدیثیں روایت کرتا ہے۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب سے بھی ہم اوپر طحاوی کا حال لکھ چکے ہیں۔ اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی عجالۂ نافعہ میں طبقہ ثالثہ کی کتابوں پر بے اعتمادی ظاہر کی ہے۔ غرضکہ سنن اربعہ جو طبقہ دوم کی کتابیں ہیں انکے مقابل طبقہ سوم کی کتابیں جیسے طحاوی وغیرہ کی بات نا قابل تسلیم ہے

قولہ صفحہ اور محمد بن عمرو بن عطار کی روایت ابی حمید سے بیان کرنیوالے عبدالحمید ہیں جنکو یحیی بن سعید قطان نے جو اسماء الرجال اور جرح وتعدیل کے امام ہیں مطعون فرمایا ہے۔

اقول یحیی بن سعید قطان کی جرح کوئی قابل جرح نہیں۔ عبدالحمید میں سوائے قدریہ ہونیکے اور کوئی عیب نہیں محض قدریہ ومرجیہ ہونا باعث ضعف نہیں اگر محض قدریہ ومرجیہ ہونا ہی باعث ضعف ہے تو آپکے امام کے استاد حماد بھی مرجیہ تھے بلکہ خود امام صاحب کو بھی پیران پیر نے غنیۃ الطالبین میں اور خطیب نے تاریخ بغداد میں مرجیہ لکھا ہے۔ اور کسی نے امام ابوحنیفہ کی طرف قول خلق القرآن کو منسوب کیا ہے اور امام بخاری نے بھی ارجاء کی نسبت امام صاحب کیطرف کی ہے۔ تو اس صورت میں اپنے مذہب کی خیر منائیے۔ استاد شاگرد سب کے سب مرجیہ وشیعہ وغیرہ میں شامل ہیں اس بحث کو طول نہ دیجئے ورنہ آپ ہی خسارہ وٹوٹے میں رہینگے۔ بہرحال محدثین کے نزدیک قدریہ ومرجیہ ہونا داخل جرح نہیں بشرطیکہ راوی ثقہ ہو۔ اب عبدالحمید کا حال ملاحظہ فرمائیے تہذیب التہذیب صفحہ میں ہے قال احمد ثقۃ لیس بہ بأس وقال ابن خیثمۃ عن ابن معین کان یحیی بن سعید یوثقہ وکان الثوری یضعفہ قلت ما تقول انت فیہ قال لیس بحدیثہ بأس وھو صالح وقال عثمان الدارمی عن ابن معین ثقۃ وقال ابو حاتم محلہ الصدق وقال النسائی لیس بہ

باس قال ابن عدی ارجو انہ لا باس بہ وھو ممن یکتب حدیثہ وذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال ابن سعد کان ثقۃ کثیر الحدیث ۔ ملاحظہ فرمائیے یحیی بن سعید نے اگرچہ قدری ہونیکا طعن کیا ہے مگر ساتھ ہی توثیق بھی موجود ہے ۔ یحیی بن سعید قطان کا طعن تو آپنے ذکر کردیا لیکن توثیق نہ یحیی بن سعید سے آپنے نقل کی اور نہ..... دوسرے لوگوں کی توثیق نقل فرمائی کیا دیانت و انصاف اسی کا نام ہے ۔ جب عبد الحمید کی ثقاہت معلوم ہوگئی تو حدیث بھی صحیح ہوگئی اسی وجہ کر کسی محدث نے اس پر جرح نہیں کی ۔ بلکہ ملا علی قاری حنفی اور علامہ عینی حنفی کے نزدیک بھی یہ حدیث صحیح ہے پس طحاوی یا کسی اور حنفی کی جرح محدثین و محققین احناف کے مقابل کب قابل اعتبار ہے ۔

قولہ (ص۲۵) اور محمد بن عمرو کی ابو حمید اور ابو قتادہ سے سماع ہی میں کلام ہے بعض مثبت ہیں بعض نافی الخ

اقول محمد بن عمرو (و ابو حمید) اور ابو قتادہ کا سماع ثابت ہے جو قول سماع کے منافی ہے وہ شاذ ہے تجرید اسماء الصحابہ جلد دوم ۔ ابو قتادۃ الانصاری توفی سنۃ اربع وخمسین ۔ مستدرک حاکم توفی سنۃ اربع وخمسین وھو ابن سبعین ۔ تہذیب التہذیب وقال الواقدی توفی بالکوفۃ سنۃ اربع وخمسین وھو ابن سبعین ولم یر بین علمائنا اختلافاً فی ذلک ۔ وروی انہ مات بالکوفۃ وعلی بھا وصلی علیہ وحکی خلیفۃ ان ذلک کان سنۃ ثمان وثلاثین ۔ وھو شاذ والاکثر علی انہ مات سنۃ اربع وخمسین ۔ قلت ومما یؤید ذلک ان البخاری فی الاوسط فی فصل من مات بعد الخمسین الی الستین ثم روی باسنادہ الی مروان بن الحکم قال کان والیاً علی المدینۃ من قبل معاویۃ ارسل الی ابی قتادۃ لیریہ موقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ وقال البیہقی روایۃ موسی والشعبی غلط لاجماع اھل التاریخ علی ان ابا قتادۃ بقی بعد الخمسین ۔ ماحصل اس عبارت کا یہ ہے کہ ابو قتادہ کا انتقال ۵۴ھ میں ہوا ہے ۔ امام المحدثین امام بخاری کے نزدیک بھی ابو قتادہ کا انتقال ۵۰ھ کے بعد ہے اور تاریخ صغیر میں امام بخاری نے جو واقعہ بیان کیے ہیں ان سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابو قتادہ کی وفات ۵۰ھ کے بعد ہے ۔ اور امام بیہقی نے اہل تاریخ کا اجماع نقل کیا ہے کہ ابو قتادہ ۵۴ھ میں فوت ہوئے اور تقریب التہذیب میں ہے ابو قتادۃ مات سنۃ اربع وخمسین وقیل سنۃ ثمان وثلاثین والاول اصح واشھر ۔ اور زیلعی (ص۲۱۴) میں ہے داجاب

البیھقی فی کتاب المعرفۃ فقال اما تضعیفہ لعبد الحمید بن جعفر فھو مردود بان یحیی بن معین وثقہ فی جمیع الروایات عنہ وکذالک احمد بن حنبل واحتج بہ مسلم فی صحیحہ واما ما ذکر من انقطاعہ فلیس کذالک فقد حکم البخاری فی تاریخہ بانہ سمع ابا حمید وابا قتادۃ وابن عباس وقولہ ان ابا قتادۃ قتل مع علی روایۃ شاذۃ رواھا الشعبی والصحیح الذی اجمع علیہ اھل التاریخ انہ بقی الی سنۃ اربع وخمسین ونقلہ عن الترمذی والواقدی واللیث وابن مندہ فی الصحابۃ واطال فیہ الی ان قال فالاعراض عن ھذا والاشتغال بغیرہ لیس من شان ان یرید متابعۃ السنۃ انتھی کلامہ۔ اور امام ترمذی نے ابو حمید کی حدیث کو حسن صحیح کہا ہے لہذا امام ترمذی کے نزدیک بھی لقاء ابو حمید و قتادہ کا محمد بن عمرو بن عطاء سے ثابت ہے اور ابو حمید ساعدی کی وفات سنہ ۶۰ ہجری میں ہوئی ہے۔ کذا فی التقریب صفحہ ۲۹۵ اور محمد بن عمرو کی وفات سنہ ۱۲۰ ہجری کے بعد ہوئی کم از کم ۸۳ سال اور زیادہ نوے ۹۰ سال انکی عمر تھی۔ اگر تراسی ۸۳ سال ہی شمار کیے جاویں اور ایک سو بیس ۱۲۰ میں سے تراسی ۸۳ کو تفریق کیا جاوے تو ۳۷ باقی رہینگے۔ اس حساب سے محمد بن عمرو کی پیدائش سنہ ۳۷ ہجری کی ہوئی۔ اور اگر نوے ۹۰ سال کی عمر محسوب کیجاوے تو سنہ ۳۰ ہجری کی پیدائش ہوگی۔ اس حساب سے ہر صورت میں لقاء محمد بن عمرو کا ابو قتادہ و ابو حمید سے ثابت ہے۔ کذا فی التہذیب ج ۹ ص ۳۷۳ محمد بن عمرو بن عطاء روی عن ابی حمید الساعدی فی عشرۃ من الصحابۃ منھم ابو قتادۃ الانصاری وغیرہ وروی عنہ عبد الحمید بن جعفر وغیرہ وزاد ابن حبان ولہ ثلاث وثمانون سنۃ وقال غیرھم ولہ تسعون۔ الی ان قال وزاد الطحاوی فھذا یدل علی ان روایتہ عن ابی قتادۃ منقطع الی قال وقد بینا ان ھذا جمیعہ باطل ومحمد بن عمرو بن عطاء انما مات بعد سنۃ عشرین ومائۃ ولہ نیف وثمانون ویحتمل ان یکون لہ اکثر وایضا فان ابا قتادۃ قد قال جماعۃ انہ مات سنۃ اربع وخمسین ویکون محمد بن عمرو علی ھذا ادرک من حیاتہ اکثر من عشر سنین حسب قاعدہ محدثین محمد بن عمرو کا لقاء قتادہ اور ابو حمید سے ثابت ہو گیا تو حدیث صحیح ہو گئی۔ اور اضطراب وغیرہ سب

کافور ہوگیا۔ محدثین میں سے کسی نے اس حدیث کو مضطرب نہیں کہا ہے محض آپ کے کہنے سے کوئی حدیث مضطرب نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ محدثین کی تحقیق بڑی زبردست ہے۔ محدثین کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف وغیرہ محض اپنے ظن و رائی قیاس سے نہیں کہدیتے ہیں بلکہ بعد تحقیق کامل صحت و ضعف کا حکم صادر کرتے ہیں۔ مگر افسوس کہ آپ تو طائفہ محدثین سے ایسے نالاں و بیزار ہیں کہ انپر آپ کو اعتبار و اعتقاد ہی نہیں۔ ان کے طریق پر آپ حدیث کو جانچ و پرتال کرتے ہی نہیں۔ محض ظن و رائی قیاس پر آپکا دار و مدار ہے بدیں وجہ آپ صحیح حدیثوں کو محض پاسداری قول امام و تقلیداً بلا تحقیق ضعیف اور مضطرب کہدیتے ہیں۔

قولہ صفحہ ۲۵ اور بیہقی نے ابو حمید اور محمد بن عمرو کے درمیان عن عیاش اور عباس بن سہل کہا ہے الخ

اقول اس میں کیا خرابی ہے جبکہ محمد بن عمرو ثقہ ہے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ محمد بن عمرو نے اس حدیث کو ابو حمید ساعدی سے بھی بلا واسطہ سنا اور بواسطہ بھی سنا کتب حدیث میں ایسی مثالیں بہت موجود ہیں چنانچہ آپنے خود ہی اپنے اس رسالہ نور العینین صفحہ ۴۴ فی تحقیق رفع الیدین میں یہ بحث تحریر فرمائی ہے وہاں ملاحظہ فرمالیں۔ اور حافظ ابن حجر نے تلخیص الحبیر صفحہ ۹۳ میں لکھا ہے۔ وقال ابن حبان سمع ھذا الحدیث محمد بن عمرو من ابی حمید وسمعہ من عباس بن سہل بن سعد عن ابیہ فالطریقان محفوظان۔ اور روایت عطاف والی جس میں رجل مجھول ہے اس سے ہمکو کچھ تعرض نہیں مجھول ہے ہونے دو۔ بیہقی والی روایت میں کلام کیجئے۔ ونیز اس حدیث میں اضطراب فی المتن بھی نہیں ہے۔ کیونکہ محدثین سے اسکی تصحیح موجود ہے۔ اور تورک ضرور موجود ہے۔ کسی راوی سے بیہقی میں ساقط ہو گیا ہو گا۔ کسی وجہ سے۔ کتب حدیث میں ایسی مثالیں بہت موجود ہیں صلوٰۃ المسئی کی روایت میں غور فرمائیے کوئی مختصراً بیان کرتا ہے کوئی پوری مطول بیان کرتا ہے۔ پس یہاں بھی یہی سمجھنا چاہیے۔

قولہ صفحہ ۲۵۔ اس حدیث سے یہ بھی دن کی طرح روشن ہے کہ ابو حمید ملازم صحبت نہیں الخ

اقول آپ ہر حدیث میں یہی فرما دیتے ہیں۔ کہ یہ صحابی ملازم صحبت نہیں آپکی اس بات سے مجھکو ایک حکایت یاد آئی ہے۔ جو کسی ظریف نے آپ ہی جیسے پر فرمائی ہے کسی شخص کے پاس

ایک طوطی تھی اُسنے اُسکو یہ فقرہ فارسی کا "دریں چہ شک" یاد کرا رکھا تھا اور وہ حیوان
لایعقل ہر بات کے جواب میں یہی کلمہ "دریں چہ شک" بولتا تھا۔ ایک روز اسکا مالک بغرض
فروخت اُسکو بازار میں لے گیا۔ اور ایک ہزار روپیہ اسکی قیمت کہتا تھا لیکن اس گراں
قیمت پر کوئی عاقل کب اس حیوان لایعقل کو خرید کرتا۔ اتفاقاً اسی اثنا میں کسی سادہ لوح
شخص کا بھی وہاں گزر ہوا اس نے طوطی سے دریافت کیا کہ اے طوطی تو اس گراں قیمت کی
سزاوار ہے اس نے وہی فقرہ "دریں چہ شک" جواب میں کہا۔ پس سادہ لوح خریدار نے
ایکہزار روپیہ میں خرید لیا اور اپنے گھر لے گیا۔ اب مشتری صاحب جب اس سے کچھ سوال کرتی
ہیں وہ ہر بات کے جواب وہی ایک کلمہ "دریں چہ شک" کہدیتی ہے۔ آخر الامر خریدار صاحب
کو اپنی اس بیوقوفی پر نہایت خجالت وندامت ہوئی۔ اور نقصان مایہ وشماتت ہمسایہ کے
سبب نہایت رنج وملال ہوا علی ہذا القیاس آپکی اس تحریر پر تزویر کے فریب میں جو کوئی
آئیگا۔ عاقبت کو خسارہ وخجالت اٹھائیگا۔ آپ تو دعوی علم وفضل کے مدعی ہیں صحیحین اور
سنن اربعہ ملاحظہ فرما لیجئے۔ صحیح صحیح حدیثیں جو انمیں موجود ہیں دیکھکر مقابلہ میں اہلحدیث کے
شرمائیے اور بار بار ہر صحابی کے متعلق یہ کلمہ ناشائستہ زبان پر نہ لائیے کہ وہ ملازم صحبت نہیں
آپ ملازم صحبت کس کو کہتے ہیں اس کی کچھ حد بھی ہے یا نہیں۔ سنو ابو حمید صحابی انصاری ہیں
جنگ احد میں شریک ہوئے ہیں اور خلافت یزید ۶۰ھ ہجری میں آپکی وفات ہوئی ہے تقریب ص۲۹۵
التہذیب اور تہذیب التہذیب ص۸۰ ج۱۲ ملاحظہ فرما لیجئے۔ اور جنگ احد ۳ھ ہجری میں ہوئی کذا فی التلخیص
جو صحابی تقریباً آٹھ سال تک آپکی صحبت میں رہے اور مدینہ طیبہ ہی میں اُن کی بود وباش رہا اور
اور نماز پنجگانہ میں آپ کے ساتھ شریک جماعت رہے اُنکو آپ فرماتے ہیں کہ ملازم صحبت
نہیں۔ صرف ایک آدہ مرتبہ کا واقعہ دیکھا ہوا نقل فرما رہے ہیں افسوس کتنے غضب کی
بات ہے۔ چھوٹا منہ بڑی بات شرم شرم آپ تو یہ فرماتے ہیں کہ ایک آدہ مرتبہ کا دیکھا ہوا واقعہ
نقل فرما رہے ہیں اور ملا علی قاری حنفی مرقاہ ص۹۶ میں فرماتے ہیں کانہ اخذ ذلک من طول
ملازمتہ وقوۃ ضبطہ وجودۃ حفظہ۔ یعنی ابو حمید نے جو دس صحابہ کی مجلس میں
کہا تھا کہ میں خوب جانتا ہوں تم سے نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو اس وجہ سے

کہا تھا کہ انہوں نے طول ملازمت اور قوت ضبط او رجودت حافظہ کیوجہ سے یہ بات حاصل کی تھی۔ اب فرمائیے کہ آپ سچے یا ملا علی قاری حنفی سچے آپ صرف ایک آدہ مرتبہ کا واقعہ دیکھا ہوا بتاتے ہیں اور ملا علی قاری حنفی طول ملازمت فرماتے ہیں مولانا پہلے اپنے گھر میں تحقیق کر لیا کرو بلا تحقیق غلط بات لکھنی شان علما سے بہت بعید ہے "فاعتبروا یا اولی الابصار" نیز جو حدیث آپنے تحریر فرمائی ہے اسمیں یہ الفاظ قالوا صدقت ھکذا کان یصلی صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں۔ یہ کیونکر آپ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں تصدیق ثابت نہیں ابوداؤد ص ۱۱۳ مطبع مجتبائی غور سے ملاحظہ فرمائیے۔ سب صحابہ سے بلا انکار تصدیق ثابت ہے۔ پس ان سب صحابہ کا تصدیق کرنا صاف اس امر کی دلیل ہے کہ وہ سب لوگ رفعیدین کرتے تھے اگر وہ ترک رفع کے قائل ہوتے تو ابوحمید کے رفعیدین کرنے پر ضرور اعتراض کرتے اور عدم رفع کی حدیث سنا کر ابوحمید سے ترک رفع کراتے آپکو یہ کیونکر معلوم ہوگیا کہ وہ صحابہ رفعیدین نہیں کرتے تھے۔ اگر کوئی معترض ہوتا اور حدیث عدم رفع ابوحمید کے سامنے پیش کرتا تو آپکو ان کلمات تحریر کرنیکی گنجایش تھی ورنہ جناب وہاں تو مطلع بالکل صاف ہے۔ بجائے اعتراض سب کی تصدیق موجود ہے پس حدیث ابوحمید سے بشہادت دس صحابہ سنیت رفعیدین مع الدوام ثابت ہے اور آپکا امکان باطل ہے۔ اب فرمائیے کہ حدیث دانی اور حق فہمی اہلحدیث کا حصہ ہے یا آپکا

قولہ (۴) ص ۲۶ حدیث عمر اخرجہ البیہقی عن شعبة عن الحکم رایت طاؤسا یکبر فیرفع یدیہ حذو منکبیہ عند التکبیر و عند رکوعہ و عند رفع راسہ من الرکوع فسألت رجلا من اصحابہ فقال انہ یحدث عن ابن عمر عن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعلہ ورای اباہ فعلہ ورواہ۔ ترجمہ حکم سے مروی ہے کہ مینے طاؤس کو تکبیر کہتے اور رفعیدین حذاء منکبین کرتے (تین وقت) دیکھا تکبیر تحریمہ کے وقت رکوع میں جانیکے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت تو مینے طاؤس کے اصحاب میں سے ایک شخص سے دریافت کیا تو اُس شخص نے کہا کہ طاؤس عن ابن عمر عن عمر رضی اللہ عنہما تو مینے دریافت حدیث بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ ابن عمر نے حضور کو بھی رفعیدین کرتے دیکھا اور مینے ایوب سختیانی کے پیچھے دیکھا اور دونوں سے روایت کی الخ

اقول جناب مولوی صاحب یہ خیانت اچھی نہیں کیا دیانتداری اسی کا نام ہے۔ جو بیہقی کی پوری عبارت آپنے نقل نہیں کی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور فعلہ کے درمیان جو عبارت آپکے مطلب کی نہ تھی وہ اپنے تحریر کیوں نہ فرمائی وھو ھذا۔ قال ابو عبداللہ الحافظ فالحدیثان کلاھما محفوظان عن ابن عمر عن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم گویا حافظ اور بیہقی کے نزدیک دونوں حدیثیں یعنی عن ابن عمر عن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم محفوظ ہیں۔ جب حاکم و بیہقی کے نزدیک دونوں حدیثیں محفوظ ہیں .... تو جہالت مرتفع ہو گئی۔

ص۲۶ قولہ پھر روایت مسند عمر ہونے میں علماء کو کلام ہے۔ الخ

اقول علماء احناف کو کلام ہوگا محدثین کو کلام نہیں ہے۔ اگر کسی محدث نے کلام کیا ہے تو اُسکا نام تحریر فرمایا ہوتا بلا دلیل کسی کا قول حجت نہیں۔

ص۲۶ قولہ چنانچہ بیہقی نے خلافیات میں صرف ابن عمر سے روایت کی ہے۔

اقول غلط اور بالکل غلط ہے خلافیات بیہقی آپنے ابھی تک دیکھی بھی نہو گی۔ ویسے ہی رجماً بالغیب تحریر کر دیا کہ صرف ابن عمر سے روایت ہے۔ اگر آپ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو خلافیات بیہقی ذرا ہمکو بھی دکھلا دیجیے۔ پھر ہم اُسمیں سے آپکو حدیث عمر نکال کر دکھلا دینگے۔ ورنہ غلط حوالہ بلا موجودگی کتاب تحریر کرنا شان علماء سے بہت بعید ہے۔ دیکھیے خلافیات بیہقی میں حضرت عمر سے بطریق ابن وہب یہ حدیث مروی ہے۔ چنانچہ نصب الرایہ زیلعی ص۱۶۴ میں اور درایہ حافظ ابن حجر میں یہ حدیث عمر موجود ہے اور اسکے کل راوی ثقہ ہیں اخبرنی حیوۃ بن شریح الحضرمی عن ابی عیسی سلیمان بن کیسان المدنی عن عبداللہ بن القاسم قال بینما الناس یصلون فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ خرج علیھم عمر بن الخطاب فقال اقبلوا علی

نقل فرمارہے وجوھکم اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التی کان یصلی ویامر بھا فقام القبلۃ ورفع یدیہ حتی یحاذی بھما منکبیہ ثم کبر ثم رکع وکذالک حین رفع

ملازمت وقوت صحبت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی بنا۔ اس حدیث سے حضرت عمر کا

کہاتھا کہ میں خوب جا ساتھ نماز پڑھانا اور یہ فرمانا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی ہی نماز پڑھتے

تھے - اور صحابہ کو اسی طرح یعنی رفعیدین سے نماز پڑھنے کا آپ ارشاد فرماتے تھے - اور تمام قوم کا یعنی اصحاب شرکار جماعت کا بلانکیر تصدیق کرنا صاف روز روشن کیطرح اس بات کی دلیل ہے کہ فعل رفع حضور کا دوامی تھا - الفاظ التی کان یصلی ویام بھا کو خوب غور سے ملاحظہ فرمائیے گویا یہ حدیث فعلی و قولی ہوئی - اور سند بھی ملاحظہ فرمالیجیے - حیوۃ بن شریح ثقۃ من العاشرۃ تقریب التہذیب ص۹۴ - ابو عیسی سلیمان بن کیسان مقبول من السادسۃ تقریب ص۲۰۹ - عبد اللہ بن قاسم مولی ابی بکر مقبول من الثالثۃ تقریب ص۱۳۹ لہذا یہ حدیث حضرت عمرؓ سے رفعیدین کرنے کی صحیح ہے - اور حضرت عمرؓ کے ملازم صحبت ہونے سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہو سکتا اور امام ترمذی کے ص۳۵ نزدیک بھی حضرت عمرؓ سے روایت رفعیدین موجود ہے - پس حدیث عمرؓ بشہادت ایک قوم جس کی تعداد لا معلوم ہے سنیت رفع یدین مع الدوام ثابت ہے اور اسکے خلاف حضرت عمرؓ سے عدم رفع بسند صحیح ثابت نہیں -

ص۹۹ قولہ (۵) حدیث ابی بکر الصدیق رواہ البیہقی فی سننہ

اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ قال حدثنا ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الصفار الزاهد املاءً من اصل کتابہ قال ابو اسمعیل محمد بن اسمعیل السلمی صلیت خلف ابی النعمان محمد بن الفضل فرفع یدیہ حین افتتح الصلوۃ وحین رکع وحین رفع رأسہ من الرکوع فسالتہ عن ذلک فقال صلیت خلف حماد بن زید فرفع یدیہ حین افتتح الصلوۃ وحین رکع وحین رفع رأسہ من الرکوع فسالتہ فقال صلیت خلف ایوب السختیانی فکان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوۃ واذا رکع واذا

بیہقی نے اپنی سنن میں روایت کی ہے کہ ہمیں عبد اللہ الحافظ نے خبر دی کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الصفار الزاہد نے اپنی اصل کتاب سے لکھوا کر حدیث بیان کی کہ ابو اسمعیل محمد بن اسمعیل سلمی نے کہا کہ میں نے ابو النعمان محمد بن الفضل کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے تکبیر تحریمہ اور رکوع میں جانے اور اٹھتے وقت رفعیدین فرمایا تو میں نے رفعیدین کی نسبت ان سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حماد بن زید کے پیچھے نماز پڑھی تو انہیں رفعیدین تکبیر تحریمہ اور رکوع میں جاتے وقت اور اٹھتے وقت کرتے دیکھا تو میں نے دریافت کیا تو حماد بن زید نے کہا کہ میں نے ایوب سختیانی کے پیچھے

رفع رأسہ من الرکوع فسالتہ فقال رأیت
عطاء بن رباح یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ
واذا رکع واذا رفع رأسہ من الرکوع فسالتہ
فقال صلیت خلف عبد اللہ بن الزبیر
الحدیث ۔

نماز پڑھی ہے وہ تکبیر تحریمہ اور رکوع میں جاتے اور
اٹھتے وقت رفعیدین کرتے تھے تو میں نے ان سے
دریافت کیا تو ایوب سختیانی نے کہا کہ میں نے
عطاء بن رباح کو تکبیر تحریمہ اور رکوع میں جاتے وقت
اور اٹھتے وقت رفعیدین کرتے دیکھا ہے میں نے ان سے

دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے عبد اللہ بن الزبیر کے پیچھے نماز پڑھی (آخر حدیث تک) بیہقی کہتے ہیں کہ اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں علامہ ترکمانی جوہر نقی میں فرماتے ہیں سلمی میں کلام ہے اسلیے کہ دارقطنی نے ابن حاتم سے متکلم فیہ ہونا نقل فرمایا ہے ۔

اقول جہاں دارقطنی نے ابن حاتم سے متکلم فیہ ہونا نقل فرمایا ہے اُسی جگہ خود ثقہ و صدوق بھی فرمایا ہے اس قسم کی بددیانتی شان علماء سے بہت بعید ہے ۔ کہ جرح کو نقل کر دینا اور تعدیل کو اخفا کر دینا یہ بڑی بھاری چوری ہے ۔ اسکے علاوہ امام نسائی نے ثقہ اور ابوبکر خلال نے رجل معروف ثقہ کثیر العلم متفقہ کہا ہے ۔ ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے ۔ حاکم نے ثقہ مامون کہا ہے امام خطیب نے کان فہما متقنا کہا ہے ۔ اور سلمہ اور ابوالفضل بن اسحاق بن محمود نے ثقہ اور عمر بن ابراہیم نے صدوق کہا ہے ۔ ان ائمہ کی تعدیل کے مقابل صرف ابن حاتم کا کلام کرنا بلا تصریح قابل احتجاج نہیں تہذیب التہذیب ص۳۲ ج۹ میزان الاعتدال ص۲۸ ج۳ اور بموجب آپکے اصل خامس ص۳ کے بھی یہ راوی ثقہ ہے کیونکہ آپنے اپنے رسالہ نور العینین ص۳ میں لکھا ہے جرح مبہم اور تعدیل میں جب تعارض ہوگا تو تعدیل کو ترجیح ہوگی الخ اور اس جگہ جرح مبہم ہے آپنے یہ تحریر نہیں فرمایا ہے کہ سلمی میں ابن حاتم نے کس وجہ سے کلام کیا ہے پس یہ کلام مبہم ہے اور کلام مبہم قابل جرح نہیں و نیز آپنے ص۳ لکھا ہے کہ اگر معدلین زائد ہوں تو تعدیل کو ترجیح ہوگی ۔ لہذا اس راوی کے متعلق معدلین زیادہ ہیں پس یہ راوی ثقہ ہے آپکے قاعدہ کے موافق بھی ۔

قولہ ص۲ محمد بن فضل آخر عمر میں مختلط ہو گئے تھے ۔

اقول امام ذہبی نے میزان الاعتدال جلد ۳ ص۱۲۱ میں ابن حبان کے قول کی تردید اس طرح کی ہے قال الدارقطنی تغیر باٰخرہ وما ظہر لہ بعد اختلاط حدیث منکر وھو ثقۃ ۔ الی ان قال فقلت ولم یقدر ابن حبان ان یسوق لہ حدیثا منکرا فاین ما زعم ۔ اور حافظ ابن حجر نے بھی

تہذیب ص۱۰ ج۹ میں ابن حبان کے قول کو مستر د کر دیا ہے۔ قرأت بخط الذہبی لم یقل ابن حبان ان یسوق لہ حدیثا منکرا والقول فیہ ما قال الدار قطنی۔ اور میزان الاعتدال ص۱۲۱ ج۳ میں ہے قال العقیلی ما رأیت بالبصرۃ شیخا احسن صلوۃ من عارم کانوا یقولون اخذ الصلوۃ عن حماد بن زید واخذھا عن ایوب۔ اور زیلعی ص۲۱۶ میں ہے واخرجہ عن ایوب السختیانی عن عطاء بن ابی رباح نحوہ وقد تقدم وقال رواتہ ثقات۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ قبل اختلاط کا ہے۔ ورنہ حافظ زیلعی ضرور کچھ جرح کرتے جیسا کہ انکی عادت ہے۔ اگر آپ کے نزدیک بعد اختلاط کا ہے تو دلیل پیش کیجئے، بلا دلیل کسی کی بات قابل حجت نہیں۔

قولہ ص۲۷ اسکے علاوہ یہ ہے کہ بیہقی میں رواۃ کی توثیق تو فرمائی لیکن حدیث کی تصحیح نہیں فرمائی۔
اقول بیہقی کا "رواتہ ثقات" کہنا ہی اس امر کی دلیل ہے کہ حدیث صحیح ہے۔ آپکو دعوی علم وفضل تو بہت ہے لیکن اصطلاح محدثین سے آپ کو واقفیت نہیں ائمہ محدثین مختلف الفاظ سے حدیث کی صحت وضعف بیان کرتے ہیں۔ مثلاً ھذا حدیث صحیح۔ اسنادہ صحیح۔ باسناد صحیح رجالہ ثقات۔ رجالہ موثقون۔ رجالہ رجال الصحیح وغیرہ ان الفاظ میں سے جونسا لفظ بولا جاوے محدثین کی اصطلاح میں حدیث کی صحت مراد ہوتی ہے پس بیہقی کا رواتہ ثقات کہنا گویا ہذا حدیث صحیح" کہنا ہے۔ جب اتصال سند ثابت ہے انقطاع کا احتمال نہیں تو پھر رجالہ ثقات کہنا مستلزم صحت ہے۔ خلاف اصطلاح محدثین کے بلا دلیل محض حمایت مذہبی کیوجہ سے کسی صحیح حدیث کو ضعیف اور ضعیف کو صحیح کہدینا شان علماء سے بہت بعید ہے لہذا اس سے حذر ضروری ہے۔

قولہ ص۲۷ ابو عبد اللہ صفار (استاد حاکم) اس روایت میں متفرد ہیں اور کسی نے انکی متابعت نہیں کی اگرچہ محمد بن اسمعیل سلمی سے انکا سماع ثابت ہے۔
اقول مولانا یہ ابو عبد اللہ صفار ہیں صغار نہیں ہیں جیسا کہ آپنے لکھا ہے صغار غلط ہے۔ صحیح صفار ہے جب ابو عبد اللہ صفار کا محمد بن اسمعیل سلمی سے سماع ثابت ہے اور ابو عبد اللہ مدلس بھی نہیں پس اس روایت میں انکا قال کہنا تحدیث پر دال ہے۔ جیسا کہ علامہ ترکمانی نے جوہر النقی جو کہ سنن کبری بیہقی کے ساتھ حیدر آباد دکن میں چھپی ہے۔ جلد سوم صفحہ ۲۹۵ میں لکھا ہے لان الجمہور علی ان الشخص اذا لم یکن مدلسا وروی عن شخص لقیہ او امکن لقاءہ لہ علی الخلاف

المعروف محمد بثیذ متصل - پس یہ حدیث متصل ہے - راوی مُدلّس کی نسبت یہ شرط ہے جو آپنے تحریر فرمائی ہیں اور عبداللہ صفار مدلس نہیں ہیں پس اس حدیث کے متصل اور صحیح ہونے میں کچھ کلام نہیں - اور ابو عبداللہ منفرد بھی نہیں ہیں کیونکہ ثبوت رفع احادیث متواترہ سے ہے - اور بیہقی صفحہ میں حدیث رفع کی ابوبکر صدیق سے موجود ہے - حدثنا سلمۃ بن شبیب قال سمعت عبدالرزاق یقول اخذ اھل مکۃ الصلوۃ من ابن جریج واخذ ابن جریج من عطاء واخذ عطاء من ابن الزبیر واخذ ابن الزبیر من ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ واخذ ابوبکر من النبی صلی اللہ علیہ وسلم - اور زیلعی نے بھی اس اثر کو تحریر کیا ہے - اور کچھ جرح نہیں کی پس آپکی جرح نا قابل حجت ہے - اور بیہقی صفحہ میں ہے - (قال الشیخ) وقد رویناعن ھولاء د عن ابی بکر الصدیق وعمر بن الخطاب وعلی بن ابی طالب وجابر بن عبد اللہ الانصاری وعقبۃ بن عامر الجھنی وعبداللہ بن جابر البیاضی - حدیث ابوبکر بسند صحیح ثابت ہے - اور ابوبکر ملازم صحبت بھی ہیں اس میں کسی کو انکار نہیں لہذا سنیت رفعیدین مع دوام ثابت ہے - اور دارقطنی میں جو ابوبکر صدیق سے حدیث عدم رفع مروی ہے وہ حدیث بہت ضعیف ہے - اس میں دو راوی متکلم فیہ ہیں - (۱) محمد بن جابر میزان الاعتدال جلد ۳ صفحہ میں ہے - ضعفہ النسائی وابن معین - وقال البخاری لیس بالقوی وقال ابوحاتم ساء حفظہ فی الاخرۃ وذھبت کتبہ قلت واضر وقال احمد لا یحدث عنہ الا شر منہ - اور بیہقی صفحہ میں ہے قال علی بن عمر الحافظ تفرد بہ محمد بن جابر وکان ضعیفاً عن حماد عن ابراھیم وغیر حماد یرویہ عن ابراھیم مرسلاً عن عبداللہ من فعلہ غیر مرفوع الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو الصواب غرض کہ محمد بن جابر ضعیف ہے اور اسکی روایت سے سند وہ شخص لیتا ہے جو اس سے بھی بدتر ہے بھلے آدمی کا کام اسکی حدیث سے سند لینے کا نہیں ہے - (۲) حماد ہے اس کے متعلق تقریب التہذیب صفحہ میں ہے - حماد بن ابی سلیمان مسلم الاشعری مولاھم ابو اسمعیل الکوفی فقیہ صدوق لہ اوھام من الخامسۃ رمی بالارجاء - یعنی حماد کوفہ کا رہنے والا سچا تو ہے مگر وہمی ہے - پانچویں طبقہ کا ہے - اور میزان الاعتدال جلد اول صفحہ میں ہے د قال ابوحاتم صدوق لا یحتج بہ مستقیم فی الفقہ فاذا جاء الاثر شوش مسلم سمعت حماد بن سلمۃ قال کنت اسأل حماد بن

ابی سلیمان عن المسندات وکانوا یسئلونہ عن رأیہ فکنت اذا جئت قال لاجاء اللہ بک وعن الاعمش قال حدثنی حماد بحدیث عن ابراہیم وکان غیر ثقۃ وقال الاعمش مرۃ حدثنا حماد وماکنا نصدقہ - ابوحاتم کہتے ہیں کہ حماد سچا ہے لیکن حدیث میں حجت نہیں یعنی حماد بن سلمہ کہتے ہیں کہ حماد سے میں حدیث دریافت کرتا تھا اور لوگ انکی رائی دریافت کرتے تھے اور جب میں اُن کے پاس آتا تو مجھ سے گھبراتے اور کہتے کہ خدا تجھکو نہ لاوے - اور اعمش نے کہا کہ مجھ سے حماد نے ایک حدیث ابراہیم کی روایت سے بیان کی اور وہ ثقہ نتھا اور کہا اعمش نے ایک مرتبہ حدیث بیان کی ہم سے حماد نے اور ہم اسکو سچا نہیں سمجھتے تھے - اور تہذیب التہذیب ص۱۷ ج۳ میں ہے وقال ابن سعد کان ضعیفاً فی الحدیث واختلط فی اٰخر امرہ وکان مرجیاً وقال الذہلی کثیر الخطأ والوھم - اور ابن سعد نے کہا کہ حماد حدیث میں ضعیف تھا اور آخر عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا - اور مرجیہ بھی تھا - اور امام ذہلی کہتے تھے کہ حماد بہت غلطی کرنیوالا اور وہمی ہے - اور حافظ ابن حجر نے طبقات المدلسین ص۱ میں حماد کو مدلسین میں شمار کیا ہے اور عنعنہ مدلس کا عند المحدثین قابل حجت نہیں لہذا حدیث ابوبکر عدم رفع یدین بروایت دارقطنی کو آپکا قوی تحریر کرنا بالکل لغو اور غلط ہے - بلکہ یہ حدیث بہت ضعیف ہے کیونکہ اسمیں دو راوی متکلم فیہ ہیں نیز حماد کا حافظہ آخر میں خراب ہو گیا تھا - اور یہ کسی دلیل کے ایسے ثابت نہیں کیا کہ یہ حدیث قبل تغیر کی ہے - لہذا یہ حدیث قابل حجت نہیں - اور حدیث ابوبکر جو مثبت رفع یدین ہے وہ صحیح ہے - کسی محدث نے اسمیں کلام نہیں کیا ہے - پس ضعیف حدیث صحیح حدیث کا مقابلہ نہیں کرسکتی ہے -

قولہ ص۲۸ حدیث علی اخرجہ البیہقی والطحاوی

عن علی بن ابی طالب عن رسول اللہ صلعم انہ کان اذا قام الی الصلوۃ المکتوبۃ کبر و رفع یدیہ حذو منکبیہ ویصنع مثل ذلک اذا قضی قرأتہ واراد ان یرکع ویصنعہ اذا فرغ ورفع من الرکوع ولا یرفع یدیہ فی شیٔ من صلوتہ وھو قاعد واذا قام من

ترجمہ

علی بن ابی طالب رض سے روایت ہے وہ حضور سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور فرض نماز کیطرف کھڑے ہوتے تھے تو تکبیر کہتے اور حذو منکبین رفع یدین کرتے اور ایسا ہی جب قرات ختم کرتے اور رکوع کرنیکا ارادہ کرتے تھے اور جب رکوع سے فارغ ہوتے اور اٹھتے (تو ایسا ہی) اور

السجدتین رفع یدیہ کذالک وکبر	بیٹھنے کی کسی حالت میں رفعیدین نہ کرتے

تھے اور جب سجدتین سے اٹھتے تو اسی طرح رفعیدین کرتے اور تکبیر فرماتے ف اس روایت میں عبدالرحمن بن ابی الزناد ہیں جنکو امام احمد بن حنبل نے مضطرب الحدیث کہا ہے الخ

اقول یہ حدیث ابوداؤد ص۱۱۶ - ابن ماجہ ص۶۲ - ترمذی ص۱۷۹ - دارقطنی ص۱۱۱ - رسالہ امام بخاری ص۳ - میں بھی موجود ہے - اور ترمذی ص۱۸۱ نے ھذا حدیث حسن صحیح کہا ہے اور دوسری سطر میں یہ عبارت ہے سمعت ابا اسمعیل یعنی الترمذی یقول سمعت سلیمان بن داؤد الھاشمی و ذکر ھذا الحدیث فقال ھذا عندنا مثل حدیث الزھری عن سالم عن ابیہ جناب اسکی سند تو قوی مثل سند حدیث زہری عن سالم عن ابیہ ہے ترمذی تو یہ کہتے ہیں اور آپ اس حدیث کو مضطرب کہتے ہیں، امام ترمذی کے مقابلہ میں آپکی بات قابل حجت نہیں ونیز ابوداؤد نے اسپر سکوت فرمایا ہے - جو دلیل علی الصحت ہے اور امام بخاری نے اپنے رسالہ رفعیدین میں ذکر کیا ہے - اور بیہقی جلد دوم ص۷۴ میں یہ حدیث موجود ہے - لیکن کچھ جرح نہیں کی بلکہ یہ فرماتے ہیں وقد روینا ھذا الحدیث عن ابی موسی الاشعری وجابر بن عبداللہ الانصاری وابوھریرۃ وانس بن مالک عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور زیلعی ص۲۱۱ میں ہے قال الترمذی حدیث حسن صحیح - قال الشیخ فی الامام قال سئل احمد عن حدیث علی ھذا فقال صحیح - اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری ص۵۰ ہی میں لکھا ہے حدیث ابی حمید الساعدی وحدیث علی بن ابی طالب اخرجھما ابوداؤد وصححھما ابن خزیمۃ وابن حبان - اور عمدۃ القاری ص۲۷۷ شرح صحیح بخاری مطبع منیریہ مصر جزء خامس میں ہے واخرج الحدیثین (ای حدیث ابی حمید الساعدی - وحدیث علی رضی اللہ عنہ) ابن خزیمۃ وابن حبان وصححاھما - بس جب کہ اس حدیث کی تصحیح امام ترمذی - امام ابوداؤد - امام ابن خزیمہ - امام ابن حبان اور امام بیہقی - اور امام بخاری - اور علامہ عینی - اور حافظ ابن حجر - اور حافظ زیلعی - اور امام احمد بن حنبل رح سے بھی اسکی تصحیح موجود ہے اور کسی محدث سے اسکی جرح ثابت نہیں تو آپکی جرح قابل اعتبار نہیں - کیونکہ حدیث کی صحت وسقم کے یہی لوگ ماہر ہیں نہ اہل الرأی۔

عبدالرحمن بن ابی الزناد کے متعلق خلاصہ ص۱۹۲ میں ہے قال ابن معین ماحدث بالمدینۃ

فهو صحیح - وقال یعقوب بن شیبۃ ثقۃ صدوق فیہ ضعف قال عمرو بن علی ما حدث احو - اور تہذیب التہذیب ص۱۷۲ ج۶ میں ہے وقال عبد اللہ بن علی بن المدینی عن ابیہ ما حدث بالمدینۃ فهو صحیح وما حدث ببغداد افسدہ البغدادیون وعلی بن المدینی یقول حدیثہ بالمدینۃ مقارب وما حدث بہ بالعراق فهو مضطرب اس کے بعد حافظ ابن حجر فرماتے ہیں قلت ولا اعلم فیہ خلافاً بین المحدثین والمورخین وقال ابوطالب عن احمد یروی عنہ قلت یحتمل قال نعم - وقال ایضاً فیما حکاہ الساجی احادیثہ صحاح عن ابی داؤد عالماً بالقرآن وعالماً بالاخبار وقال الترمذی والعجلی ثقۃ وصحح الترمذی عدۃ من احادیثہ وقال فی اللباس ثقۃ وقال ابن عدی هو ممن یکتب حدیثہ وقال الواقدی کان کثیر الحدیث عالماً اور میزان الاعتدال ص۱۱۱ ج۲ میں ہے قلت قد مشاہ جماعۃ وعدلوہ وکان من الحفاظ المکثرین الی ان قال وقد روی ارباب السنن الاربعۃ وهو انشاء اللہ حسن الحال فی الروایۃ وقد صحح الترمذی - خلاصہ تقریر یہ ہے کہ عبد الرحمن کی حدیث مدینہ طیبہ کی صحیح ہیں اور جو احادیث بغدادی وعراقی ہیں وہ مضطرب ہیں اور اسی طرف اشارہ امام احمد بن حنبل کا ہے نہ یہ کہ کل حدیثیں مضطرب ہیں - جیسا کہ مذکورہ بالا اقوال سے پایا جاتا ہے - اور زیلعی میں تصحیح حدیث عبد الرحمن بن ابی الزناد کی امام احمد بن حنبل سے نقل کی گئی ہے - امام ترمذی اور عجلی نے ثقہ کہا ہے - ساجی کا بھی یہی قول ہے کہ احادیث مدینہ طیبہ صحیح اور حدیث بغدادی غیر صحیح ہیں - ابن عدی کہتے ہیں کہ انکی حدیث بین المحدثین لکھی جاتی ہے - چونکہ یہ حدیث محدثین کے نزدیک صحیح ہے پس حدیث علی سے سنیت رفعیدین بالدوام ثابت ہوئی - اور حضرت علی ملازمان صحبت سے بھی ہیں اس میں کسی کو انکار نہیں -

ص۲۹ قولہ اعرج سے دوراوی ہیں - یوسف بن ماجشون - عبد اللہ[۲] بن فضل - الخ

اقول عبد اللہ بن فضل راوی ثقہ ہے - اور زیادۃ ثقہ جبکہ عند المحدثین ثابت ہو جاوے مقبول ہے ونیز قاعدہ مسلمہ ہے کہ عدم ذکر عدم شئ کو مستلزم نہیں - پس اگر حدیث ماجشون میں ذکر رفعیدین نہیں تو اس سے یہ لازم نہیں کہ حضرت علی سے رفعیدین صحیح نہیں - اگر آپنے

رفع یدین رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت اس وجہ سے ترک کی ہے کہ
ماجشون کی روایت میں اسکا ذکر نہیں تو مولانا ماجشون کی روایت میں تو تکبیر تحریمہ کا بھی ذکر
نہیں پس اسکو بھی ترک کر دینا چاہیے۔ اور قرأت سورۃ فاتحہ اور دیگر سورۃ کا بھی ذکر نہیں
لہذا وہ بھی ترک کر دینا چاہیے۔ لیکن افسوس کہ آپ ایسا نہیں کر سکتے ہیں صرف حدیث رفع
یدین کے نہ ماننے کیلئے یہ لچر اور باطل حیلے حوالہ کیے جاتے ہیں اور عوام الناس کو مغالطے
دیئے جاتے ہیں اور اس مغالطے دہی کے جواب دہ آپ بروز قیامت دربار ملک القہار
میں ہوں گے۔ اور حدیث ابن ابی الزناد مختلف فیہ نہیں ہے۔ کسی محدث سے اختلاف ثابت
نہیں اگر اختلاف تھا تو کسی محدث کا نام تحریر کیا ہوتا۔ بلا دلیل آپکا قول معتبر نہیں
اور حدیث عاصم بن کلیب کی جو طحاوی میں مذکور ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ بیہقی میں ہے
قال عثمان الدارمی فہذا قد روی من ہذا الطریق الواہی من علی۔ یعنی عثمان دارمی
کہتے ہیں کہ یہ حدیث طریق واہی سے روایت کیگئی ہے۔ اور اس حدیث میں ایک راوی ابو بکر
نہشلی ہے اس کی بابت بیہقی میں ہے ولکن لیس ابو بکر نہشلی ممن یحتج بروایتہ او
تثبت بہ سنۃ لم یات بہا غیرہ۔ یعنی ابو بکر نہشلی ایسا راوی نہیں ہے کہ خلاف ثقات
اسکی روایت قابل حجت ہو یا اسکی روایت سے کوئی سنت ثابت ہو۔ نیز عاصم بن کلیب
مختلف فیہ ہیں۔ اور اس حدیث میں وہ منفرد ہیں اور حالت تفرد میں وہ حجت نہیں۔
میزان الاعتدال میں ہے قال ابن المدینی لا یحتج بما انفرد بہ اور آپنے بھی اپنے رسالہ
نور العینین فی تحقیق رفع الیدین میں لکھا ہے۔ لیکن خود عاصم مختلف فیہ ہے۔ ابن مدینی کہتے
ہیں کہ عاصم تفرد کی حالت میں محتج بہ نہیں۔ الخ ونیز حسب قاعدہ مسلمہ والمثبت مقدم
علی النافی۔ پس حدیث مثبت رفع یدین مقدم ہوگی حدیث عدم رفع پر چنانچہ ملا علی قاری
حنفی مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں وقال ابن حجر وقدموا روایۃ بلال لانہا مثبتۃ
وتلک نافیۃ والمثبت مقدم لزیادۃ علمہ ولان رواتہا اکثر والکثرۃ تفید الترجیح
فی الروایۃ۔ اور مولوی عبدالحی لکھنوی تعلیق الممجد میں لکھتے ہیں الا ان رواۃ الرفع
من الصحابۃ جم غفیر ورواۃ الترک جماعۃ قلیلۃ مع عدم صحۃ الطرق عنہم

الا ابن مسعود - و قال الا ان ثبوته عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و ارجح -
حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ مثبت مقدم ہوتا ہے نافی پر زیادتی علم اور حافظہ کی وجہ سے
اور کثرت رواۃ موجب ترجیح ہے - لہذا حدیث رفع کو حدیث عدم رفع پر ترجیح ہوگی - کیونکہ حدیث رفع
کی اکثر و ارجح ہیں اور رواۃ رفع صحابہ کی ایک جماعت کثیر ہے - اور عدم رفع کی جماعت قلیل
ہے - اور وہ بھی بسند صحیح نہیں - مگر صرف ابن مسعود کی روایت صحیح ہے - اور عمدۃ القاری
شرح صحیح البخاری مصری جلد ۳ میں ہے و لا شک ان خبر الجماعۃ اقوی من خبر الواحد
و اولی - اور امام بخاری کے رسالہ رفعیدین میں ہے فاذا روی رجلان عن محدث قال احدھما
رأیتہ فعل و قال الآخر لم اراہ فالذی قال رأیتہ فعل فھو شاھد و الذی قال
لم یفعل فلیس ھو بشاھد لانہ لم یحفظ الفعل - یعنی جب دو راوی ایک محدث
سے حدیث بیان کریں - ایک تو بیان کرتا ہے کہ میں نے دیکھا اس نے کیا اور دوسرا کہتا ہے کہ
مینے نہیں دیکھا اسکو بس دیکھنے والے کا قول شاہد ہوگا - اور نہ دیکھنے والے کا قول شاہد
نہ ہوگا - کیونکہ اس نے فعل کو یاد نہیں رکھا ہے - اور امام بخاری نے رسالہ رفعیدین میں
لکھا ہے - اخبرنی الحسن بن مسلم انہ سمع طاؤسا یسئال عن رفع الیدین فی
الصلوۃ قال رأیت عبد اللہ و عبد اللہ و عبد اللہ یرفعون ایدیھم الخ - یعنی طاؤس سے
کسی نے دریافت کیا رفعیدین کے بارہ میں تو فرمایا کہ مینے عبد اللہ بن عمر - عبد اللہ بن زبیر
عبد اللہ بن عباس کو رفعیدین کرتے دیکھا - اور صفحہ ۶ میں عطاء سے منقول ہے کہ مینے ابن
عباس اور ابن زبیر اور ابو سعید خدری اور جابر رضی اللہ عنہم کو رفعیدین کرتے دیکھا ہے
اور ابو ہریرہ بھی تینوں موقعوں پر رفعیدین کرتے تھے اور انس خادم رسول اللہ صلعم بھی
اسی طور پر رفعیدین کرتے - اور بیہقی میں ہے عن الحسن قال کان اصحاب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرفعون ایدیھم اذا رکعوا و اذا رفعوا رؤسھم من الرکوع
کانما ایدیھم مراوح - یعنی حسن نے کہا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع
میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفعیدین کرتے تھے - گویا کہ ہاتھ انکے پنکھے
ہیں - قال البخاری فلم یستثن الحسن و حمید بن ھلال احدا من اصحاب

النبی صلی اللہ علیہ وسلم دون احد - یعنی امام بخاری کہتے ہیں کہ حسن اور حمید بن ہلال نے کسی صحابی کا استثنا نہیں کیا کہ وہ رفعیدین نہیں کرتے تھے بلکہ کل صحابہ رفعیدین کرتے تھے - اور امام بخاری وشوکانی نے جو اسماء صحابہ شمار کرائے ہیں وہ حصراً نہیں ہیں بلکہ تمثیلاً بیان کیا ہے - اسی واسطے حافظ ابن حجر وشوکانی وعلماء محدثین نے تصریح کی ہے کہ رفعیدین کی روایت حدیث پچاس ۵۰ صحابہ سے نام بنام ثابت ہے - اور اجماعاً ثبوت کل کے ساتھ ہے - اور علامہ عینی شارح صحیح بخاری نے کچھ اوپر تیس ۳۰ صحابہ سے رفعیدین کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے - اور حافظ ابن حجر تلخیص صـ۸۲ میں فرماتے ہیں وسرد البیہقی فی السنن والخلافیات اسماء من روی الرفع عن نحو ثلاثین صحابیاً وقال سمعت الحاکم یقول اتفق علی روایۃ ہذہ السنۃ العشرۃ المبشرۃ المشہود لہم بالجنۃ ومن بعدہم من اکابر الصحابۃ - یعنی امام بیہقی نے سنن وخلافیات میں تیس ۳۰ صحابہ کرام کو نام بنام بیان کیا ہے اور کہا کہ میں نے اپنے استاد حاکم سے سنا وہ کہتے تھے کہ رفعیدین کی سنت پر عشرہ مبشرہ اور دیگر تمام صحابہ کا اتفاق ہے اور عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جزء خامس صـ۲۷۲ میں ہے - وقال الحاکم من جملتہم العشرۃ المشہود لہم بالجنۃ - وقال الشافعی روی الرفع جمع من الصحابۃ لعلہ لم یرو... قط حدیث بعدد اکثر منہم - یعنی امام شافعی کہتے ہیں کہ حدیث رفعیدین صحابہ کرام کے ایک جم غفیر نے اس کثرت سے روایت کیا ہے کہ کسی دوسرے مسئلہ میں اسکی نظیر نہیں ملتی - اور فتح الباری صـ۱۸۱ میں ہے وقال محمد بن نصر مروزی اجمع علماء الامصار علی مشروعیۃ ذلک الا اہل الکوفۃ - یعنی محمد بن نصر مروزی کہتے ہیں کہ تمام شہروں کے علماء کا رفعیدین کی سنت ہونے پر اجماع ہے - مگر کوفہ والے - یعنی اہل کوفہ رفعیدین کی سنیت کے قائل نہیں - اور فتح الباری صـ۱۸۱ میں ہے وذکر شیخنا ابو الفضل الحافظ انہ تتبع من رواہ من الصحابۃ فبلغوا خمسین رجلاً - یعنی ہمارے استاد حافظ ابو الفضل کہتے ہیں کہ مجھکو تلاش کرنے پر پچاس ۵۰ صحابہ سے رفعیدین کرنیکی حدیث ملی ہے - اور بیہقی صـ۲۳ میں ہے - عن سعید بن جبیر انہ سئل عن رفع الیدین فی

الصلوة فقال ھو شئی یزین بہ الرجل صلوتہ کان اصحاب رسول اللہ صلعم یرفعون ایدیھم فی الافتتاح وعند الرکوع واذا رفعوا رؤسھم۔ یعنی سعید بن جبیر سے رفعیدین کے بارہ میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ رفعیدین نماز کی زینت ہے اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفعیدین کرتے تھے۔ سعید بن جبیر نے کسی صحابہ کو استثناء نہیں کیا کہ فلاں صحابی رفعیدین نہیں کرتے تھے۔ اور نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی روضۃ الندیہ میں لکھتے ہیں عن المزنی انہ قال سمعت الشافعی یقول لا یحل لاحد سمع حدیث رسول اللہ صلعم فی رفع الیدین فی افتتاح الصلوۃ وعند الرکوع والرفع من الرکوع ان یترک الاقتداء لفعلہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کو یہ حلال نہیں ہے کہ وہ رفع یدین کی حدیث سنکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی اقتدار نکرے۔ اور امام بخاری نے اپنے رسالہ رفعیدین صـ میں لکھا ہے۔

ولم یثبت عند اھل العلم عن احد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ لم یرفع یدیہ۔ ویروی ایضاً عن عدۃ من اصحاب النبی صلی صلی اللہ علیہ وسلم ما وصفنا۔ وکذلک رواینہ عن عدۃ من علماء اھل مکۃ واھل الحجاز واھل العراق والشام والبصرۃ والیمن وعدۃ من اھل خراسان منھم سعید بن جبیر وعطاء بن ابی رباح ومجاھد والقاسم بن محمد وسالم بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب وعمر بن	اور اہل علم کے نزدیک کسی صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عدم رفعیدین ثابت نہیں ہوا۔ اور بھی کئی صحابہ سے حدیث رفعیدین مروی ہے۔ اور اسی طرح روایت رفعیدین کی علماء مکہ وحجاز وعراق وشام و بصرہ ویمن۔ اور چند خراسان والوں کی ہے۔ اُن میں سے سعید بن جبیر۔ عطاء بن ابی رباح مجاہد۔ قاسم بن محمد۔ سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب۔ عمر بن

عبد العزیز والنعمان بن ابی عیاش
والحسن وابن سیرین وطاؤس ومکحول
وعبد اللہ بن دینار ونافع مولی عبد اللہ
بن عمر والحسن بن مسلم وقیس بن سعد
وعدۃ کثیرۃ وکذلک یروی عن ام الدرداء
انہا کانت ترفع یدیہا ۔ وقد کان عبد اللہ
بن مبارک یرفع یدیہ وکذلک عامۃ
اصحاب ابن المبارک منہم علی بن الحسین
وعبد اللہ بن عمر ویحیی بن یحیی ومحدثی اہل
بخارا منہم عیسی بن موسی وکعب بن
سعید ومحمد بن سلام وعبد اللہ بن محمد
والمسندی وعدۃ ممن لا یحصی لا
اختلاف بین من وصفنا من اہل العلم
وکان عبد اللہ بن الزبیر وعلی بن عبد اللہ
ویحیی بن معین واحمد بن حنبل واسحاق
بن ابراہیم یثبتون عامۃ ہذہ الاحادیث
من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویرونہا
حقا وہؤلاء اہل العلم من اہل زمانہم
وکذالک روی عن عبد اللہ بن عمر بن
الخطاب ۔

عبد العزیز ۔ نعمان بن ابی عیاش
حسن ۔ ابن سیرین ۔ طاؤس ۔ مکحول ۔
عبد اللہ بن دینار ۔ نافع مولی عبد اللہ
بن عمر ۔ حسن بن مسلم ۔ قیس بن سعد ۔
اور بہت سے لوگ ہیں ۔ اور ایسے ہی ام
الدرداء سے بھی روایت ہے کہ وہ رفعیدین
کرتی تھیں ۔ اور عبد اللہ بن مبارک رفعیدین
کرتے تھے ۔ اور ایسے ہی تمام اصحاب ابن
مبارک رفعیدین کرتے تھے انیں سے علی بن
حسین ۔ عبد اللہ بن عمر ۔ یحیی بن یحیی اور محدثین
بخارا کے انہیں سے عیسی بن موسی ۔ کعب
بن سعید ۔ محمد بن سلام ۔ عبد اللہ بن محمد ۔
ومسندی ہیں ۔ اور بے شمار لوگ ہیں ۔
جسقدر اہل علم ہم نے بیان کیے ہیں انیں
سے کسی کا مسئلہ رفعیدین میں اختلاف
نہیں ۔ اور عبد اللہ بن الزبیر ۔ علی بن عبد اللہ
یحیی بن معین ۔ احمد بن حنبل ۔ اسحاق بن
ابراہیم یہ سب حدیثوں کو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کرتے ہیں ۔
اور انکو حق سمجھتے ہیں ۔ اور یہ لوگ اپنے زمانہ
کے لوگوں میں سے تھے ۔ اور اسی طرح روایت کی گئی عبد اللہ بن عمر بن الخطاب سے ۔

اور بیہقی میں ہے وقد رویناہ عن ابی قلابۃ وابی الزبیر ثم عن مالک بن انس والاوزاعی
واللیث بن سعد وابن عیینۃ ثم عن الشافعی ویحیی بن سعید القطان

وعبدالرحمن بن مہدی وعبداللہ بن مبارک ویحیی بن یحیی واحمد بن حنبل واسحاق
بن ابراہیم الحنظلی وعدۃ کثیرۃ من اہل الآثار بالبلدان رحمہم اللہ تعالیٰ - عبداللہ
بن مبارک شاگرد امام ابوحنیفہ نہایت اہتمام سے رفع یدین کرتے تھے چنانچہ امام بخاری اپنے
رسالہ ص۱۱ میں لکھتے ہیں ولقد قال ابن المبارک کنت اصلی الی جنب النعمان بن ثابت فرفعت
یدی فقال انما خشیت ان تطیر فقلت ان لم اطر فی اولہ لم اطر فی الثانیۃ قال وکیع
رحمہ اللہ تعالیٰ علی ابن المبارک کان حاضر الجواب فتحیر الآخر وھذا اشبہ من الذین
عادوا فی غیہم اذا لم یبصروا - عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ امام
ابوحنیفہؒ کے روبرو رفع یدین کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے فرمایا کہ دیکھنا کہیں آپ اوپر کو نہ اُڑ
جائیں میں نے جواباً کہا کہ جناب آپ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین سے جب نہیں اڑے تو
میں رکوع میں جاتے اور اس سے سر اٹھاتے وقت کیونکر اڑ سکتا ہوں - پس امام ابوحنیفہ
پریشان ہو گئے۔ امام وکیع کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مبارک بہت حاضر جواب تھے - اور امام
بیہقی ص۲ نے بھی یہ قصہ بیان کیا ہے - اسی طرح خلیفہ عمر بن عبدالعزیز بھی نہایت اہتمام سے
رفع یدین کرتے تھے چنانچہ امام بخاری اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں نزل عمر بن عبدالعزیز
علی باب خلف فقال انطلقوا بنا نشہد الصلوٰۃ مع امیر المؤمنین فصلی بنا الظہر
والعصر ورأیتہ رفع یدیہ حین یرکع - یعنی خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کا باب خلف پر ورود
ہوا تو وہاں لوگوں نے آپ کے ہمراہ ظہر وعصر کی نماز پڑھی تو آپ نے رفع یدین کیا - اور نصب
الرایہ میں حافظ زیلعی نے بیہقی سے ان اسمار کو شمار کرایا ہے - قال البیہقی وھو کما قال
ابوعبداللہ فقد روی ھذہ السنۃ عن ابی بکر الصدیق - عمر بن الخطاب - عثمان
علی - طلحہ - زبیر - سعد - سعید - عبدالرحمن بن عوف - ابی عبیدہ بن
جراح - مالک بن حویرث - زید بن ثابت - ابی بن کعب - ابن مسعود - ابی موسیٰ
ابن عباس - براء بن عازب - حسین بن علی - زیاد بن حارث الصدائی - سہل بن
سعد الساعدی - ابی سعید خدری - ابی قتادۃ الانصاری - سلمان فارسی - عبداللہ بن
عمرو بن العاص - عقبۃ بن عامر - بریدۃ بن الحصیب - ابی ہریرۃ - عمار بن یاسر -

ابو امامہ[29] - عمیر بن قتادۃ اللیثی[30] - ابو مسعود انصاری[31] - عائشہ[32] - صحابی اعرابی[33] - ام الدرداء[34] - ابن عمر[35] - ابی حمید ساعدی[36] - محمد بن مسلمۃ[37] - ابی اسد[38] - انس بن مالک[39] - جابر بن عبد اللہ[40] - حکم بن عمیر[41] - معاذ بن جبل[42] - عمر بن حبیب[43] - حسن بن علی[44] -

زیلعی میں سے ان ناموں کو تلاش کر لیجئے - آپ کو پچیس[25] نام کوشش سے دستیاب ہوئے اگر زیلعی اور عینی ہی ملاحظہ فرما لیتے تو آپ کو بجائے پچیس نام کے چوالیس[44] نام دستیاب ہو جاتے - چنانچہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جزء خامس[2] میں ہے قال ابو علی روی الرفع عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنیف وثلاثون من الصحابۃ - یعنی کچھ اوپر تیس[30] صحابہ سے روایت رفعیدین ثابت ہے - اسی بنا پر علامہ سیوطیؒ نے حدیث رفعیدین کو متواتر کہا ہے اور علامہ شیخ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی سفر السعادت[11] میں فرماتے ہیں وقد ثبت رفع الیدین فی ہذہ المواضع الثلاثۃ وکثرۃ رواتہ مشابہ المتواتر فقد صح فی ہذا الباب اربعمائۃ خبر واثر - ورواہ العشرۃ المبشرۃ ولم یزل علی ہذہ الکیفیۃ حتی رحل عن ہذا العالم ولم یثبت شئ غیرہا - اور شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم حجۃ اللہ البالغہ[جلد 2] میں فرماتے ہیں والذی یرفع احب الی ممن لا یرفع فان احادیث الرفع اکثر واثبت - یعنی جو شخص رفعیدین کے ساتھ نماز پڑھتا ہے وہ مجھکو بہت پیارا اور محبوب ہے اُس شخص سے جو رفعیدین نہیں کرتا ہے - کیونکہ احادیث رفعیدین کی کثیر اور صحیح ہیں -

اور نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم نے روضۃ الندیہ میں بحوالہ تنویر العینین مؤلفہ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید تحریر فرمایا ہے وبالجملۃ فقد ثبت رفع الیدین فی المواضع الاربعۃ المذکورۃ بروایات صحیحۃ ثابتۃ راجحۃ ومذاہب حقۃ صادقۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعن کبراء الصحابۃ وعظماء العلماء والفقہاء والمجتہدین بحیث لا یشوبہا نسخ ولا تعارض حتی ادعی بعضہم التواتر ولا اقل من ان تکون مشہورۃ یعنی مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ فرماتے ہیں کہ رفعیدین تکبیر تحریمہ اور رکوع میں جاتے اور سر اٹھاتے وقت اور قعدۂ اولی سے کھڑے ہونیکے وقت احادیث صحیحہ وآثار صحابہ سے بطریق راجح اور مذہب حقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بڑے بڑے صحابہ اور بڑے بڑے

علماء و فقہاء مجتہدین سے بلا نسخ و تعارض ثابت ہے۔ یہاں تک کہ بعض علماء نے تواتر ہونیکا دعوی کیا ہے لیکن اگر حدیث رفعیدین متواتر نہیں تو مشہور سے کم بھی نہیں ہے۔ اور شیخ عبدالقادر جیلانی جو بڑے پیر کے نام سے مشہور ہیں وہ اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں۔ واما الھیئات فخمس وعشرون ھیئۃ رفع الیدین عند الافتتاح والرکوع والرفع منہ۔ یعنی تکبیر تحریمہ اور رکوع میں جاتے اور سر اٹھاتے وقت رفعیدین کرنی نماز کی شرعی ہیئت ہے۔ جب مواضع مذکورہ میں رفعیدین کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلفاء راشدین و دیگر تمام صحابہ و تابعین و تبع تابعین و ائمہ مجتہدین و آئمہ محدثین اور شاہ ولی اللہ صاحب۔ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی۔ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید دھلوی۔ اور پیران پیر شاہ عبدالقادر جیلانی اور بہت سے لوگوں سے اسکا ثبوت موجود ہے۔ اور موافق حدیث صحیح بیہقی فما زالت تلک صلوتہ حتی لقی اللہ تعالی تلخیص آخر وقت وفات تک آپکا عمل در آمد رفعیدین کے ساتھ نماز پڑھنے کا تھا۔ بس ان احادیث سے کالشمس فی النہار صاف طور پر ثابت ہوگیا کہ رفع علی الدوام تھا اور عدم رفع کی حدیثیں باتفاق تمام محدثین ضعیف ہیں۔ اور حدیث رفع کو کسی نے ضعیف نہیں کہا ہے۔ اور نہ کسی محدث سے اسکا نسخ ثابت ہے۔ اسکا نسخ تو امام ابو حنیفہ رح سے بھی ثابت نہیں۔ اور نہ امام محمد۔ و ابو یوسف سے۔ آپ کیسے حنفی اور مقلد امام ہیں کہ خلاف امام چال چل رہے ہیں۔ جب کسی صحیح حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے و ائمہ مجتہدین و محدثین سے اسکا نسخ ثابت نہیں تو آپکی و طحاوی و عینی کی گپ شپ کون مانتا ہے۔ جیسا کہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی تعلیق الممجد حاشیہ موطا امام محمد میں لکھتے ہیں واما دعوی النسخ کما صدر عن الطحاوی مغترا بحسن الظن بالصحابۃ التارکین وابن الھمام والعینی وغیرھم من اصحابنا فلیست بمبرھن علیھا بما یشفی العلیل ویروی الغلیل۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۳۷ میں لکھتے ہیں بل لا یجترء بنسخ امر ثابت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمجرد حسن الظن بالصحابی مع امکان الجمع بین فعل الرسول و فعلہ۔ دیکھیے مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی حنفی کس طور پر طحاوی وغیرہ کے دعوی نسخ کو باطل کر رہے ہیں

اور فرماتے ہیں کہ طحاوی و عینی و ابن ہمام وغیرہ کا دعوی نسخ رفعیدین بلا دلیل ہے۔ اور جبکہ رفعیدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے تو اسکے نسخ کا دعوی کرنا بڑی دلیری اور بہادری کا کام ہے۔

قولہ صـ۳ کہ جب روایات باب متعارض ہیں تو ابوبکر و عمر کی اقتدا بوجہ ماموز ہونیکے اور انکی فضیلت کیوجہ سے کرنی چاہیے الخ

اقول ۶ میں الزام انکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔ مولانا بیشک حدیث صحیح مروی از خلفاء راشدین ضرور رقابل اقتدا ہے۔ لیکن افسوس احناف اس قاعدہ کے پابند نہیں۔ انکی مثال تو ایسی ہے کہ ہاتھی کے دانت کہانیکے اور دکھانیکے اور۔ آپ تو صرف قول امام ابو حنیفہ کے پابند ہیں۔ انکے مقابل تو آپ صحیح حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیدیتے ہیں خلفاء اربعہ کجا۔ حدیث رفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بسند صحیح ثابت۔ خلفاء راشدین سے بسند صحیح رفع ثابت۔ عشرہ مبشرہ سے ثابت۔ حالانکہ یہ صحابہ ملازمان صحبت سے بھی ہیں۔ لیکن آپ انکو کب مانتے ہیں۔ صحیح مرفوع کے مقابل قول صحابہ ضعیف اور اور صحیح قول صحابہ کے مقابل ضعیف اور قول تابعی جو مؤید قول امام ہو اسکو آپ مانتے ہیں۔ اور باقی سب کو جواب دیتے ہیں۔ اور وائل بن حجر کی رفعیدین کی حدیث کو عند المحدثین عبداللہ بن مسعود کی حدیث عدم رفع پر ترجیح اسی طرح پر ہے جیسا کہ حنفیہ نے عبداللہ بن مسعود کی حدیث تطبیق پر وائل بن حجر کی حدیث اذا رکع وضع یدیہ علی رکبتیہ طحاوی صـ۱۳۵ کو ترجیح دی ہے جب عبداللہ بن مسعود صحابی ملازم صحبت سینکڑوں مرتبہ کے رسول اللہ صلعم کی نماز کو دیکھنے والے ہیں تو اُن سے حدیث اذا رکع وضع یدیہ علی رکبتیہ کیونکر مخفی رہی اور ہمیشہ تطبیق فی الرکوع کے قائل و عامل کیونکر رہے۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

قولہ صـ۳۳ ذکر روایات بست و پنج صحابہ حسب شمار شوکانی۔

اقول زیلعی سے ہم اوپر تقریباً چوالیس ۴۴ نام صحابہ رفعیدین کے متعلق نقل کر چکے ہیں۔

(۱) اہل حدیث کا مذہب بروایت صحیح مواضع اربعہ میں رفعیدین کرنیکا ہے ولا خلاف فیہ۔ نیز روایت ابن عمر بروایت زہری و سالم حضور کا رفع بسند صحیح ثابت کر رہی ہے جیسا کہ ہم

اوپر بیان کر چکے ہیں اور روایت عدم رفع کی سند پوری بیان کرنی چاہیے - تاکہ سند پر غور کیا جاوے بلا سند پوری نقل کئے دعویٰ صحت خلاف شان علماء ہے - اور روایت مجاہد و عبدالعزیز خود ابن عمر کا عدم رفع اسکی بحث ہم بجواب (۱) تحریر کر چکے ہیں ملاحظہ فرمالیں (۲) حدیث عمر رواہ الترمذی اور خود فعل عمر بیہقی و زیلعی و درایہ سے بسند صحیح نقل کر چکے ہیں اور حضرت عمرؓ کا بعد وفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی ایک جماعت کو مع رفعیدین نماز پڑھانا اور یہ فرمانا کہ یہ وہ نماز ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے اور اسی طرح پر صحابہ کو حکم دیتے تھے بحدیث صلوا کما رایتمونی اصلی - اور تمام صحابہ کا بلا انکار تصدیق فرمانا دلالت بر دوام نہیں تو اور کیا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عدم رفع بسند صحیح ثابت نہیں جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں - (۳) حدیث علی جو کہ ابو داؤد - ابن ماجہ - ترمذی - دار قطنی - رسالہ امام بخاری - بیہقی - طحاوی میں ہے اسکی پوری بحث ہم اوپر حدیث علی (۲) میں بیان کر چکے ہیں - اور حضرت علی سے رفعیدین بسند صحیح ثابت ہے - اور عدم رفع کی حدیث صحیح نہیں -

قولہ (۴) حدیث وائل بن حجر - احمد - ابو داؤد - والنسائی وابن ماجہ -

حدثنا عبد الجبار بن وائل بن حجر قال کنت غلاما لا اعقل صلوٰۃ ابی فحدثنی وائل بن علقمۃ عن ابی وائل بن حجر قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکان اذا کبر رفع یدیہ قال ثم التحف ثم اخذ شمالہ بیمینہ وادخل یدیہ فی ثوبہ قال فاذا اراد ان یرکع اخرج یدیہ ثم رفعھما واذا اراد ان یرفع راسہ من الرکوع رفع یدیہ ثم سجد ووضع وجھہ بین کفیہ واذا رفع راسہ من السجود وایضا رفع یدیہ حتی فرغ من صلوتہ قال محمد فذکرت للحسن بن ابی الحسن

ترجمہ حدیث بیان کی مجھ سے عبد الجبار بن وائل نے کہ میں ایسا بچہ تھا کہ اپنے باپ کی نماز کو نہ سمجھتا تھا پس حدیث بیان کی مجھ سے وائل بن علقمہ نے میرے باپ وائل بن حجر سے کہا وائل نے کہ میں نے حضور کے ساتھ نماز پڑھی حضور جب تکبیر کہتے رفعیدین کرتے پھر دونوں ہاتھوں کو کپڑے میں داخل فرمانے کے بعد بائیں ہاتھ کو داہنے سے پکڑتے پھر جب رکوع فرمانیکا ارادہ فرماتے تو دونوں ہاتھوں کو نکالتے اور رفعیدین فرماتے پھر سجدہ کرتے اور اپنے چہرہ کو دونوں ہتھیلیوں کے درمیان

فقال ھی صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعلہ من فعلہ وترکہ من ترکہ۔	رکھتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تب بھی رفعیدین کرتے یہانتک کہ اپنی نماز سے

فارغ ہو جاتے تھے۔ محمدؒ نے کہا کہ میں نے اس حدیث کو حسن بن حسن سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ حضور کی نماز ہے اس نماز کو کسی نے اس ہیئت سے کیا اور کسی نے چھوڑ دیا۔ الخ

اقول وائل بن حجر کی حدیث صحیح مسلم میں بھی موجود ہے اور مواضع ثلاثہ میں رفعیدین کا ذکر ہے اور ابو داؤد صـ۱۱۲ میں بھی حدیث وائل بن حجر میں مواضع ثلاثہ میں رفعیدین کا ذکر موجود ہے۔ وائل بن حجر جلیل القدر صحابی ہیں استیعاب جـ۲ صـ۶۲۳ میں ہے کان قیلا من اقیال حضرموت وکان ابوہ من ملوکھم وفد علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویقال انہ بشر بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحابہ قبل قدومہ وقال یاتیکم وائل بن حجر من ارض بعیدۃ من حضرموت طائعاً راغباً فی اللہ ورسولہ وھو بقیۃ ابناء الملوک فلما دخل علیہ رحب بہ وادناہ من نفسہ وقرب مجلسہ وبسط لہ ردائہ فاجلسہ علیہ مع علی مقعدہ وقال اللھم بارک فی وائل وولدہ وولد ولدہ واستعملہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی اقیال من حضرموت۔ اور تہذیب التہذیب صـ۱۰۹ جـ۱۱ میں ہے قدم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانزلہ واصعدہ معہ علی المنبر۔ وقال وائل بن حجر سید الاقیال جاء کم حباً للہ ولرسولہ۔ یعنی وائل بن حجر یمن کے شاہزادوں میں سے ہیں جب اسلام کی خاطر اپنے گھر بار کو چھوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کیلیے روانہ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو انکے آنے سے پیشتر ان لفظوں میں خوشخبری دی کہ وائل بن حجر بہت دور سے تمہارے پاس آرہے ہیں حضرموت سے محض اللہ اور اسکے رسول صلعم کے خوشنودی کیلیے خوشی و رغبت کے ساتھ اور جب آپ حاضر خدمت ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی خاطر اپنی چادر بچھادی اور اپنے قریب اپنی جگہ پر بٹھایا اور منبر پر اپنے ہمراہ چڑھایا اور فرمایا یہ وائل بن حجر سید الاقیال ہیں اور انکے لیے اور انکی اولاد در اولاد کیلیے دعا برکت اپنی زبان مبارک سے فرمائی۔ اور بطور جاگیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو زمین عطا کی اور معاویہ بن سفیان کو ان کے ہمراہ بھیجا۔ الغرض وائل بن حجر کا قصہ تمام کتب اسماء الرجال میں شرح وبسط کے ساتھ موجود ہے

اور مختصراً ہدایہ کے مقدمہ میں بھی موجود ہے۔ افسوس جس صحابی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسقدر خاطر و تواضع فرمائیں اور سید الاقیال فرماویں اور دو مرتبہ آپکی خدمت میں دور دراز سفر کر کے حاضر ہوئے۔ موسم سرما و موسم گرما دونوں فصلوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا غور سے معائنہ کیا اس کے بارہ میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ وائل احکام اسلام کو اچھی طرح پہچانتے بھی نہیں .... اور حضور کے ساتھ نماز بھی ایک آدہ مرتبہ ہی پڑہی ہے۔ یہ تحریر بالکل لغو اور غلط ہے۔ غور کرنیکا مقام ہے کہ جو شخص اسقدر دور دراز راہ سے سفر کر کے آئے محض اللہ اور اسکے رسول کی خاطر نہ کسی کاروبار کیوجہ سے اور پھر وہ ایک آدہ مرتبہ ہی حضور صلعم کے پیچھے نماز پڑہے خصوصاً جبکہ دو فصلوں یعنی گرمی و جاڑے میں آئے اور ایک آدہ مرتبہ ہی نماز پڑہے اس کے کیا معنی کسقدر بے سروپا اور غلط بیانی اور صحابہ کی تحقیر ہے۔ یہ صحابہ کی شان میں سوء ادب نہیں تو اور کیا ہے۔ مولانا اسمیں فقاہت کی کونسی ضرورت ہے۔ وائل بن حجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے حاکی ہیں جیسا مشاہدہ کیا اسی طرح پر بیان کر دیا اسمیں فقاہت کی کیا ضرورت ہے۔ اور اگر تسلیم بھی کر لیں کہ اسمیں فقاہت کی ضرورت ہے، تو فرمائیے کہ کس کتاب میں اسماء الرجال کی محدثین نے انکو غیر فقیہ اور احکام اسلام کے نہ پہچاننے والا اور صرف ایک آدہ مرتبہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنیوالا لکھا ہے۔ برائے مہربانی اس کتاب کا صحیح حوالہ دیجیے۔ ورنہ خوف خدا کیجیے ایک دن مرنا ضرور ہے کیوں لوگوں کو دھوکہ دیتے ہو اس کے جواب دہ خدا کے ہاں ضرور ہوگے۔ دارقطنی کا جو حوالہ آپنے دیا ہے وہ غلط ہے دارقطنی میں کہیں یہ عبارت موجود نہیں کہ وائل احکام اسلام کو اچھی طرح پہچانتے بھی نہیں الخ البتہ شرح مسند امام ابو حنیفہ میں موجود ہے۔ ولا اعتبار لہ۔ مولانا یہ تو فرمائیے یہ مسند امام ابو حنیفہ خود امام ابو حنیفہ کی تصنیف شدہ ہے یا بعد میں اور کسی کی تصنیف ہے۔ یہ مسند خوارزمی ہے جسکو امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب کر کے مسند ابو حنیفہ اسکا نام رکھا گیا ہے حقیقتاً یہ کتاب امام صاحب کی خود کی تصنیف شدہ نہیں ہے۔ بلکہ چھٹی صدی میں یہ کتاب تصنیف ہوئی ہے۔ مصنف کتاب سے لیکر امام ابو حنیفہ تک دو چار حدیثوں کا سلسلہ سند تو بیان کر دیجیے۔ افسوس ان اصحاب الرأی نے کسقدر غضب کیا ہے کہ ایک تابعی شخص ایسے جلیل القدر صحابی کی شان میں ایسے

ناشائستہ کلمات کہدے اور مقلدین اس کے پیرو کار ہو کر اسکی تحریر کو معاذ اللہ کالوحی من السماء سمجھیں بلکہ فخریہ اُسکے ان کلمات بیجا کو سند اپیش کریں کسقدر افسوس کی بات ہی۔ ع۔ ایں چہ کفر از کعبہ بخیزد کجا ماند مسلمانی۔ جب مسلمان ہی صحابہ کی ایسی تحقیر کریں تو غیر مسلم کی کیا شکایت ہی۔ ایک تابعی کے کہنے سے ایسے جلیل القدر صحابی کی حدیث مرفوع صحیح ترک نہیں کی جاسکتی ہی۔ معزز ناظرین آپنے کتاب کا ایک رخ تو یہ ملاحظہ فرمایا کہ حدیث رفع میں تو وائل بن حجر صحابی کو غیر فقیہ اور احکام اسلام کو اچھی طرح نہ پہچاننے والا اور حضور صلعم کے ساتھ نماز بھی ایک آدہ مرتبہ ہی پڑہنے والا کہکر اسکی روایت کردہ حدیث صحیح کو رد کر دیا۔ اب کتاب کا دوسرا رخ ملاحظہ فرمائیے۔ اور انصاف کو کام میں لاکر حق کی داد دیجیے۔ جناب مولوی محمد اشفاق الرحمن صاحب نے اپنے اسی رسالہ میں (جسکا جواب آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں) صفحہ ۱۷ عبارت تتمہ حدیث سے صفحہ ۲۰ تک جو تحریر فرمایا ہی ان صفحات میں حد وانتہائی رفعیدین سے بحث کی ہی۔ اور دو مذہب قرار دیے ہیں۔ (۱) شافعی۔ (۲) حنفی۔ مذہب نمبر اول کی حدیث ابن عمر جسمیں کندھوں تک رفعیدین مذکور ہی۔ اور مذہب نمبر ۲ کی دلیل تین حدیثیں جسمیں دو حدیثیں صحیح مسلم کی ایک بروایت مالک بن حویرث اور ایک بروایت وائل بن حجر اور ایک حدیث بروایت وائل بطریق شریک جن میں کانوں تک رفعیدین کا بیان ہی تحریر فرمائی ہیں۔ اور فرمایا ہی کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفعیدین کانوں تک ہونا چاہیے۔ اور سب کی سب روایات صحیح اور اپنے مدلول میں صریح ہیں۔ اور حدیث ابن عمر غیر صریح اور حالت عذر پر محمول ہی۔ کیونکہ ایک روایت ابو داؤد میں وائل کہتے ہیں کہ میں نے حضور کو شروع نماز میں کانوں تک رفعیدین کرتے دیکھا اور میں دوبارہ آیا تو سینوں تک رفعیدین کرتے دیکھا۔ اس حال میں کہ اپنر چادریں تھیں۔ (لہذا کندھوں تک رفعیدین حالت عذر میں تھا) اب قابل غور یہ امر ہی کہ جب مالک بن حویرث اور وائل بن حجر غیر ملازم صحبت غیر فقیہ احکام اسلام کو اچھی طرح نہ پہچاننے والے اور حضور صلعم کے ساتھ نماز بھی ایک آدہی مرتبہ پڑہی ہی تو انکی حدیث کو حدیث ابن عمر پر کہ جو افقہ۔ ملازم صحبت۔ اور سینکڑوں مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑہنے والے ہیں) کیونکر ترجیح ہوگئی۔ اور حدیث ابن عمر مسترد ہو کر حدیث مالک بن حویرث

ووائل بن حجر قابل عمل ہو گئی - برائے خدا کچھ تو انصاف ہونا چاہیے کہ رفعیدین کے بارہ میں صحیح
حدیث مالک بن حویرث ووائل بن حجر میں مذکورہ بالا عیب نکال کر ضعیف حدیثوں کے مقابل رد
کر دی جاتی ہیں - اور ابن عمر کو ملازم صحبت و افقہ وغیرہ کہکر انکی ضعیف حدیث کو بھی بمقابلہ صحیح
کے ترجیح دیجاتی ہے - اور اس مسئلہ میں حدیث ابن عمر کو جو کہ صحیح ہے مالک بن حویرث و وائل
کی حدیثوں سے رد کر دیجاتی ہے - اسکی وجہ کیا ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ حد و انتہائی رفع
میں مذہب امام ابو حنیفہ کا کانوں تک ہے سو جو حدیث مؤید قول امام ہوگی وہ قابل قبول اور غیر
مؤید متروک - پس چونکہ حدیث مالک و وائل اس مسئلہ میں مؤید قول امام ابو حنیفہ ہیں بدیں وجہ
صحیح اور صریح ہیں اور حدیث ابن عمر اگرچہ صحیح ہے لیکن مخالف قول امام ہونیکی وجہ سے قابل
قبول نہیں - اور مسئلہ رفعیدین میں چونکہ مذہب امام ابو حنیفہ عدم رفع ہے پس جو حدیث مؤید
قول امام ہو اگرچہ ضعیف ہو یا قول صحابہ ہی بسند ضعیف ہو بلکہ قول تابعی بھی قابل قبول ہے
اور مخالف مذہب امام اگرچہ کیسی ہی حدیث صحیح بھی متفق علیہ ہو قابل عمل نہیں پس حدیث
مالک بن حویرث ووائل صحیح مسلم کی (جو کہ حد و انتہائی رفع میں صحیح و مقبول ہو چکی ہیں) اس مسئلہ
رفعیدین میں خلاف مذہب امام ہونیکی وجہ سے قابل حجت نہیں - اور عدم رفع میں خواہ کیسی
ضعیف حدیث ہو یا قول صحابہ ہو اور وہ بھی ضعیف السند بلکہ قول تابعی کیوں نہو وہ قابل قبول ہے
اب بھی اس مذہب کی حقیقت آپکی سمجھ میں آئی یا نہیں - اس مذہب کا دار و مدار صرف کلام اللہ
وحدیث رسول اللہ صلعم پر موقوف نہیں ہے بلکہ محض قول امام ابو حنیفہؒ دار و مدار ہے اگر قول امام کے
موافق کلام اللہ وحدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے تو فبہا اور قابل عمل ہے ورنہ آپ لاکھ
مرتبہ قرآن شریف کی آیۃ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیش کریں کیا مجال کہ خلاف
قول امام انکو تسلیم کریں - صدہا مسائل میں اسکی نظیر موجود ہے - بخلاف اہل حدیث کے کہ انکا
مذہب کلام اللہ وحدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے - کیوں مولوی صاحب خدا کو حاضر و ناظر
جانکر سچ فرمائیے کہ جو حدیث مالک بن حویرث کی اور وائل بن حجر کی صحیح مسلم سے اور ابوداؤد
کی جسمیں الفاظ حتی حاذتا اذنیہ موجود ہے آپنے حد رفع میں استدلالاً پیش کی ہیں اُن میں
رکوع میں جانے کے وقت اور سر اٹھانے کے وقت رفعیدین موجود ہے یا نہیں اگر

رفعیدین موجود ہی تو پھر کیا وجہ کہ آپ رفع علی الدوام کے قائل نہیں - کیونکہ حسب الہی حدیثوں سے آپ
حذو اذنیہ علی الدوام کے قائل ہیں تو رفع علی الدوام کا بھی آپکو قائل ہونا چاہیے - ایک ہی حدیث
میں دو عملی کارروائی مسلمان کی شان سے بعید ہی - نومن ببعض ونکفر ببعض کا مصداق بننا
ٹھیک نہیں - یا تو وائل بن حجر اور مالک بن حویرث کی پوری حدیث کو تسلیم کرتے ہوئے حذار
اذنیہ اور رفعیدین دونوں کو مانئے - اگر رفعیدین میں یہ حدیثیں قابل عمل نہیں تو حذار اذنیہ
میں کیونکر قابل عمل ہو سکتی ہیں - پس آپ پر لازم ہی کہ ماسوائی مالک بن حویرث و وائل
بن حجر کے کسی ایسے صحابی سے جو فقیہ ملازم صحبت - کثیر الروایت ہو صحیح حدیث حذو
اذنیہ کی جس سے حذو اذنیہ علی الدوام ثابت ہو پیش کیجیے - ورنہ حدیث ابن عمر پر جو کہ فقیہ
ملازم صحبت - کثیر الروایت ہی عمل کیجیے اور کندھوں تک ہاتھ اٹھایئے ع میں الزام انکو
دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا - مولانا کچھ تو خوف خدا چاہیے - اور یوم یقوم الناس لرب العلمین
کا خیال رکھنا چاہیے - اب ہم اپنے معزز ناظرین سے انصافاً دریافت کرتے ہیں کہ جب حدیث
مالک بن حویرث و وائل بن حجر جناب مولوی محمد اشفاق الرحمن صاحب مصنف رسالہ نور العینین
کے نزدیک بھی صحیح ہیں اور وائل بن حجر سنہ ۹ ہجری میں حاضر خدمت ہو کر مسلمان ہوئے ہیں
چنانچہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ۳ ص ۹ میں ہی و وائل بن حجر اسلم فی المدینہ فی سنۃ تسع
من الھجرۃ یعنی وائل بن حجر سنہ ۹ ہجری میں مدینہ طیبہ میں آکر مسلمان ہوئے ہیں یہ ابتدائی
حاضری ہی اس کے بعد آپ جاڑے کے موسم سنہ ۱۰ ہجری میں آپ کی دوسری مرتبہ کی حاضری
ہی جیسا کہ امام بخاری نے اپنے رسالہ رفعیدین ص ۷ میں لکھا ہی حدثنا ابی ان وائل بن حجر اخبرہ
قال قلت لانظرن الی صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف یصلی قال فنظرت الیہ
قال فکبر ورفع یدیہ ثم لما اراد ان یرکع رفع یدیہ مثلھا ثم رفع رأسہ فرفع یدیہ مثلھا
ثم کنت بعد ذلک فی زمان فیہ برد علیھم جل الثیاب تحرک ایدیھم من تحت الثیاب -
قال البخاری ولم یستثن وائل من اصحاب النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم احدًا اذا صلوا
مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم - یعنی وائل بن حجر کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ دیکھوں میں نماز رسول اللہ صلعم
کی کیونکر پڑھتے ہیں تو دیکھا میں نے کہ اللہ اکبر کہا اور رفعیدین کیا اور رکوع میں جاتے

اور سر اٹھاتے وقت بھی رفعیدین کیا اسکے بعد میں پھر آیا موسم سرما (جاڑے) میں اُو نپر بھاری کپڑے پڑے ہوئے تھے ہلتے تھے ہاتھ اُنکے نیچے کپڑوں کے۔ کہا امام بخاری نے اور نہیں استثنار کیا وائل نے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کو کہ اس نے رفعیدین نہیں کیا ہو جب نماز پڑھی انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔ پس حدیث وائل سے رفعیدین آخر عمر تک ثابت ہے۔ کیونکہ اسی سال آپکا انتقال ہوگیا ہے۔ اگر آپکے پاس کوئی حدیث صحیح تاریخی حثیت سے اس کے بعد کی ہو وہ پیش کیجیے ورنہ حدیث عبداللہ بن مسعود تو ابتدار احکام نماز کی ہے۔ اس کے بعد کی نہیں ہے۔ یہ امر مسلم ہے کہ عبداللہ بن مسعود جلیل القدر صحابی ہیں۔ ملازم صحبت۔ سفر و حضر میں رفیق سب کچھ ہیں لیکن اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کل احادیث قولی۔ فعلی۔ تقریری کے آپ حافظ ہیں۔ اور سب سے واقف ہیں اور تمام حدیثیں جو ان سے مروی ہیں وہ سب قابل عمل ہیں اگر اسکا جواب اثبات میں ہے تو غلط ہے کیونکہ عبداللہ بن مسعود سے کل ۸۴۸ حدیثیں مروی ہیں اور انمیں بھی تمام حدیثیں قابل عمل نہیں معلوم تیں کیونکہ بہت سی حدیثوں کے خلاف مذہب احناف موجود ہے فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔ اور اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو اس وقت آپکا کیا طرز عمل ہوگا۔ اور عبداللہ بن مسعود کی نسبت کیا ظن وگمان ہوگا۔ فما ھو ظنکم فھو ظننا۔ اگر عبداللہ بن مسعودؓ نے صرف دو آدمیوں (یعنی علقمہ و اسود تابعین) کو کوفہ میں اپنے گھر ترک رفع کے ساتھ امامت کرائی تو مدینہ طیبہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں ایک جماعت صحابہ کو مع رفعیدین امامت کرائی اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح رفعیدین کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم کرتے تھے۔ اور سب صحابہ کی بلانکیر تصدیق موجود ہے زیادہ تعداد صحابہ کی مدینہ طیبہ میں موجود تھی یا کوفہ میں۔ مجمع صحابہ میں کس مسجد میں کوفہ میں عبداللہ بن مسعود نے نماز پڑھائی اس کے ثبوت میں کوئی دلیل صحیح آپنے پیش نہیں کی بلادلیل آپکا قول حجت نہیں۔ پس مجمع صحابہ میں ترک رفع کے ساتھ امامت کرانا عبداللہ بن مسعود کا غلط ہے۔ فأتو برھانکم انکنتم صٰدقین۔ پس فعل رفع ہی راجح ہوگا

کیونکہ صحابہ میں سوائے ابن مسعود کے سب رفعیدین کرتے تھے۔ بسند صحیح کسی سے ترک رفع ثابت نہیں۔ اور آخر عمر تک آپ کا فعل رفع ہی معمول بہا رہا۔ جیسا کہ ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں۔ حدیث ابو حمید۔ مالک بن حویرث۔ وائل بن حجر۔ حدیث ابن عمر بیہقی۔ حدیث عمر حدیث ابو بکر وغیرہ سے چنانچہ ہدایہ میں ہے وما رواہ محمول علی حالۃ الکبر۔ اور بین السطور عنایہ میں سے نقل ہے یعنی انہ فعلہ حین اسن اور صفحہ ۱۰۳ والذی یروی انہ علیہ السلام قعد متورکاً یحمل علی حالۃ الکبر۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تشہد اخیرہ میں تورک کرنا بڑھاپے کیوجہ سے تھا اور جن حدیثوں میں تورک کا بیان ہے انہی میں رفعیدین بھی موجود ہے لہذا یہ عبارت ہدایہ خود اسپر شاہد ہے کہ ان صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز مع رفعیدین آخر عمر تک پڑھی ہے۔ پس فعل رفع آخر عمر تک ثابت ہے۔ جب سنہ ۱۰ ہجری تک آپکا رفع یدین کرنا صحیح حدیث اور ان صحابہ سے جو افقہ۔ ملازم صحبت کثیر الروایت ہیں ثابت ہے جنکے نام ہم اوپر تحریر کر چکے ہیں اور اس کے خلاف ترک رفع تاریخی حیثیت سے سنہ ۱۰ ہجری کے بعد ثابت نہیں تو پھر یہ کہنا کہ ترک رفع ہی آپکا معمول بہا تھا آپ کی شان مین گستاخی نہیں تو اور کیا ہے۔ اور اسی سال آپکا وصال ہو گیا ہے۔

عبد اللہ بن عمر سے ہرگز ترک رفع بسند صحیح ثابت نہیں جو ایسا کہتا ہے وہ فن حدیث سے ناآشنا ہے امام مالکؒ اور تمام اہل مدینہ کا عمل نماز میں رفعیدین ہی تھا کسی صحابی ملازمین صحبت سے ترک رفع بسند صحیح ثابت نہیں بلکہ ملازمین صحبت وغیر ملازمین صحبت سب سے بالاتفاق رفعیدین ثابت ہے۔ سوائے عبد اللہ بن مسعود کے۔ جب حنفیہ ثبوت کے بسند صحیح قائل ہیں اور ثبوت بھی آخر عمر تک موجود ہے۔ اور اسکے بعد تاریخاً ترک رفع بسند صحیح ثابت نہیں تو پھر کیا وجہ کہ دوام و بقا و رجحان کے قائل نہوں اسکی صرف وجہ وہی مرغ کی ایک ٹانگ والا معاملہ ہے۔ کہ قول امام ابو حنیفہ اس طرف نہیں۔ یہ ساری ہٹ دھرمی اور تعصب فی المذہب نہیں تو اور کیا ہے۔ حبك الشئ يعمى ويصم کے بموجب امام ابو حنیفہ کی محبت میں ایسے غرقاب ہو گئے ہیں کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہ نظر حق سے دیکھتے ہیں اور نہ گوش حق سے سنتے ہیں۔ گویا حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اندھے بہرے

اور [illegible] ثابت نہیں ہے

ہو گئے ہیں۔ اللھم احفظنا من ھذہ البلاء۔ تنبیہ۔ وائل بن حجر کی حدیث کو ابراہیم نخعی کا رد کرنا گستاخی سے خالی نہیں حنفیہ کے نزدیک یہ مدح میں داخل ہو لیکن محدثین اسکو گستاخی سمجھتے ہیں اور ایسے ہی ناشایستہ کلمات کہنے پر انپر اعتراض کئے گئے ہیں دیکھئے میزان الاعتدال ص۲۵ ج۱ دنقموعلیہ قولہ لم یکن ابوھریرۃ فقیھا۔ الخ کہاں شان تابعی اور کہاں شان صحابی کسی نے کیا خوب کہا ہو ع گر حفظ مراتب نکنی زندیقی۔ اور رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہو اکرموا اصحابی فانھم خیارکم۔ نسائی۔ اور فرمایا اللہ اللہ فی اصحابی اللہ اللہ فی اصحابی اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذو ھم غرضا الخ۔ یعنی میرے صحابہ کی تعظیم و تکریم کرو کیونکہ تم سے وہ بہتر ہیں۔ اور ڈرو اللہ سے ڈرو اللہ سے میرے صحابہ کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے بارہ میں اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے معاملہ میں نہ بناؤ تم انکو نشانہ میرے بعد یعنی اے میری امت کے لوگو ہشیار رہنا میرے اصحابوں کے معاملہ میں کوئی بات طعن و طنز کی انکے حق میں نہ کہنا اور ایسا نہ کرنا کہ میرے بعد میرے صحابہ کو نشانہ بناؤ۔ یعنی انپر طعن نکرنا انکی تحقیر نکرنا۔ مگر افسوس کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کے بعض نا اہلوں نے حضرت کی حدیث پر عمل نہ کیا اور حضرت کے اصحابوں کو نشانہ ٹھیرالیا اور انپر لعن طعن کرکے اپنی عاقبت خراب کی اللھم اھدھم۔ یاد رکھو صحابہ کی ان کلمات ناشایستہ سے تحقیر کرنی اور انپر طعن کرنا کہ وہ غیر فقیہ ہیں۔ ملازم صحبت نہیں قلیل الروایت ہیں۔ احکام اسلام کو اچھی طرح پہچانتے بھی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز بھی ایک آدہ مرتبہ ہی پڑھی ہو وغیرہ وغیرہ کلمات طنزاً ان کے حق میں کہنا۔ اور بپاس داری قول امام و حمایت مذہب امام انکی صحیح حدیثوں کو بمقابلہ قول ایک تابعی کے رد کردینا شان اسلام سے بہت بعید ہو اسکا خدا کے ہاں جواب دینا ہوگا۔

قولہ ص۳۵ الغرض وائل بن حجر کی روایت چار طرق سے مروی ہو۔

اقول اصح طرق وہ ہو جو صحیح مسلم میں موجود ہو۔ اسمیں رفعیدین موجود ہو اور کسی طرق میں ذکر نہونا کچھ مضر نہیں کیونکہ عدم ذکر عدم شئی کو مستلزم نہیں۔ اور حدثنی اھل بیتی عن ابی میں کچھ حرج نہیں کیونکہ اہل بیت میں علقمہ و مولی لھم و ام یحیی زوجہ وائل

ہیں اور ان تینوںکا سماع وائل سے ثابت ہی اور تینوں ثقہ ہیں لہذا عبدالجبار کا حدثنی اہل بیتی عن ابی کہنا جہالت میں داخل نہیں - البتہ اگر اہل بیت کا حال معلوم نہوتا تو جہالت ہو سکتی تھی پس اس جگہ جہالت مرتفع ہی لہذا حدیث وائل صحیح ہی لہذا فعل رفع ہی کو بقا و رجحان رہا نہ عدم رفع کو -

ص۳۶
قولہ حدیث مالک بن حویرث (۲) والی

اقول جب حنفیہ رفعیدین کے قائل ہیں - اور حدیث مالک بن حویرث اسی کی مثبت ہی اور اس کے خلاف آپ عدم رفع بسند صحیح ثابت کر نہیں سکتے ہیں تو پھر دوام میں کیا شبہ باقی رہگیا اور یہ بھی آپکی تحریر غلط ہی کہ آخر عمر میں رفعیدین کرنے سے یہ حدیث ساکت ہی مولانا یہ حدیث تو بڑے زور شور سے اس امر پر دلیل ہی کہ آخری فعل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رفعیدین ہی تھا - جیسا کہ اوپر بیان کر چکے ہیں - فانظر الیہ اور مالک بن حویرث کا بعد فراغ صلوۃ دحدث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صنع ھکذا - اور بیہقی ص۱۷ میں بجائے حدث کے حدثنا موجود ہی اور صحیح مسلم کی روایت میں کان یفعل ھکذا ہی جو ثبوت علی الدوام کی یقیناً دلیل ہی - کیونکہ ابو قلابہ تابعی ہیں اور مالک بن حویرث صحابی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کا یہ واقعہ ہی کہ مالک بن حویرث صحابی نے تابعین کی ایک جماعت کو نماز پڑہائی اور رفعیدین کیا اور یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلعم اسی طرح (یعنی رفعیدین کے ساتھ) نماز پڑہا کرتے تھے - اور اس پر تمام جماعت کا سکوت اس امر پر دلیل ہی کہ وہ بھی رافعین میں سے تھے - اگر ان کے نزدیک عدم رفع صحیح ہوتا تو بجائے سکوت کے حدیث عدم رفع مالک بن حویرث کو سنا کر انکے رفعیدین کرنے پر معترض ہوتے - پس جب کسی سے اعتراض ثابت نہیں تو معلوم ہوا کہ سب کا عمل نماز میں رفعیدین کرنیکا تھا - اور مالک بن حویرث کی روایت نسائی ص۱۶۵ والی جس میں رفعیدین للسجدہ بھی مذکور ہی وہ روایت ضعیف ہی - کیونکہ اسکی سند میں قتادہ ہی اور قتادہ مدلس ہی اور عنعنہ مدلس کا مقبول نہیں - نیز امام نسائی اس حدیث کے بعد باب ص۱۸ ندھ تے ہیں ترک رفع الیدین عند السجود - اور حدیث ابن عمر بیان کرتے ہیں جس میں

وکان لا یفعل ذلک فی السجود - یعنی سجدہ کے وقت رفعیدین نہیں کرتے تھے - یہ حدیث اس سے اقوی ہے - لہذا صحیح اور اقوی رفعیدین رکوع میں جاتے اور سر اٹھاتے وقت ہے -

قولہ حدیث انس بن مالک رواہ ابن ماجہ اس حدیث کے رفع میں حفاظ نے کلام کیا ہے

اقول آپنے کسی کا نام تحریر نہ فرمایا کہ کس نے اس کے رفع میں کلام کیا ہے - اور تلخیص الحبیر میں ہے رواہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ ھکذا ورواہ البخاری فی جزئہ وابن ماجہ والبیہقی اور مجمع الزوائد میں ہے رجالہ رجال الصحیح اور امام ترمذی نے بھی انس سے مرفوعاً روایت کیا ہے - ولو فرضنا اگر موقوف ہی مانی جاوے تب بھی آپ پر حجت ہے - اور اگر آپ اس قاعدہ کے پابند ہیں کہ سکوت موقع بیان میں بیان ہی شمار ہوتا ہے تو اس صورت میں تو آپ کو نماز میں بہت سی باتوں سے چھٹکارا ہو جائیگا - ملاحظہ فرمائیے حدیث ابوداؤد جس میں اعرابی کی نماز کا قصہ مذکور ہے اور وہ موقع بھی تعلیم اور بیان کا ہے اس میں حضور صلعم نے ارشاد فرمایا اذا قمت الی الصلوۃ فکبر ثم اقرأ ما تیسر - اس میں تکبیر تحریمہ کے وقت رفعیدین مذکور نہیں - دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے کا بھی ذکر نہیں - علاوہ ازیں صرف ایک ہی سجدہ کا ذکر ہے تشہد کا ذکر نہیں رکوع وسجود کی دعا کا ذکر نہیں - رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کا بیان نہیں - لہذا جن باتوں کا اس حدیث میں ذکر نہیں غالباً آپنے وہ سب باتیں ترک کر دی ہونگی - کیونکہ یہ بھی تو موقع بیان ہی ہے - مگر افسوس آپ ایسا نہیں کرتے ہیں بلکہ اس قاعدہ کے خلاف عمل در آمد ہے - اور یہ قاعدہ محض لوگوں کے دھوکہ دینے کے واسطے ہے - آپ تو کسی قاعدہ کے پابند نہیں صرف اپنے امام کے قول کے پابند ہیں آپ کا امام چونکہ اس مسئلہ رفعیدین میں خلاف ہے لہذا سینکڑوں حیلہ باطلہ واحتمالات ردیہ صحیح حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پیدا کر کے اسکو رد کر دیتے ہیں - اور قول امام وفعل وقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فوقیت وترجیح دیتے ہیں -

قولہ (۷) حدیث ابوھریرۃ ابن ماجہ -

قول اسمٰعیل بن عیاش صالح بن کیسان سے روایت کرتا ہے - اور صالح بن کیسان ثقہ ہے

لہذا یہ روایت صحیح ہے - اور حدیث ابو داؤد بھی صحیح ہے کیونکہ سکوت ابو داؤد دلیل بر صحت حدیث ہے کما قال فی مقدمۃ الکتاب و نیز آپ بھی اس کے قائل ہیں کہ سکوت ابو داؤد دلیل بر صحت حدیث ہے رسالہ صہ نور العینین و نیز آپ کے قاعدہ کے مطابق حسن تو ضرور ہی ہے جیسا کہ آپنے اپنے رسالہ صہ ۱۹ میں فرمایا ہے - اور مختلف فیہ کی روایت حسن ہوتی ہے - اور عند الترمذی یہ حدیث صحیح ہے -

صہ ۳ قولہ (۸) ابو اسید (۹) سہل بن سعد (۱۰) محمد بن مسلمہ الخ

اقول اسکا مفصل جواب ہم بحث حدیث ابو حمید ساعدیؓ میں دے چکے ہیں - فانظر الیہ -

صہ ۳ قولہ (۱۱) حدیث ابی موسی دارقطنی الخ

اقول دارقطنی و ترمذی نے اس حدیث کو مرفوعاً بیان کیا ہے اور زیلعی صہ ۲۱۶ میں ہے قال الشیخ فی الامام فہاتان الروایتان مرفوعتان - لہذا مرفوع ہونیمیں کلام نہیں - اور اگر کسی طریق سے موقوفاً بھی روایت ہو تو کیا نقصان ہے - جیسے حدیث ابن عمرو غیرہ کہ مرفوعاً اور خود فعلاً بھی موجود ہے - یہ تو اور تقویت کی دلیل ہے نہ کہ ضعف کی - افسوس آپ تو ہمیشہ الٹی ہی سمجھتے ہیں - اور ھکذا فاصنعوا سے امر کرتے ہیں کہ رفعیدین سے ہی نماز پڑھنی چاہئے اس میں بھی جماعت میں سے کسی نے اعتراض و انکار نہیں کیا لہذا رفع یدین مع الدوام ثابت ہے -

صہ ۳ قولہ حدیث جابر بن عبداللہ ابن ماجہ الخ

اقول ابو حذیفہ موسیٰ بن مسعود ضعیف نہیں ہے بلکہ بہت لوگوں نے ثقہ کہا ہے و قال العجلی ثقۃ صدوق - قال ابن ابی حاتم سألت ابی عنہ فقال صدوق معروف بالثوری - وذکرہ ابن حبان فی الثقات - و قال ابن سعد کان کثیر الحدیث ثقۃ انشاء اللہ تعالیٰ تہذیب التہذیب صہ ۳۷۰ جز ۱۰ پس یہ حدیث صحیح ہے - اور مختلف فیہ بھی مانتے ہوئے بموجب آپ کے قاعدہ کے حسن ہوئی - آپکا ضعیف کہنا غلط ہے - نیز حدیث جابر بن عبداللہ عند الترمذی صحیح ہے و نیز امام ترمذی امام بخاری - امام بیہقی نے جابر بن عبداللہ کو عاملین رفع میں شمار کیا ہے - جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں - نیز عبداللہ بن لہیعہ چونکہ مختلف فیہ ہے اس لیے

حدیث ابن عباس ابوداؤد والی درجہ حسن میں ہوئی - اور میمون مکی کے متعلق تہذیب التہذیب میں ہے - روی عن ابن الزبیر و ابن عباس و عنہ عبداللہ بن ہبیرۃ السبائی المصری تحریر ہے - اسمیں مجہول کا لفظ کہیں نہیں ہے پس میمون مکی مجہول نہیں - لہذا حدیث ابن عباس درجہ حسن سے گری ہوئی نہیں ہے - تعجب ہے کہ انکو انیس ١٩ صحابہ سے روایت ملی ہیں - اور ہم نے زیلعی سے چالیس ۴٠ سے زائد اسماء شمار کرا دئے ہیں فانظر الیہ -

الغرض اس باب میں بفضل اللہ تعالی یہ امر بخوبی ثابت ہوگیا ہے کہ رفعیدین کرنا سنت مؤکدہ ہے بحکم اللہ رب العلمین جبسے آپنے شروع کی ہے تا وصال آپکا یہی فعل قائم و دائم رہا - خلفاء راشدین اور عشرہ مبشرہ اور دیگر تمام صحابہ ملازمان صحبت و غیر ملازمان صحبت قلیل الروایۃ کثیر الروایۃ سب کا عمل رفعیدین پر تھا - اہل مکہ و مدینہ عراق شام بصرہ یمن خراسان اور بقول امام محمد بن نصر مروزی تمام شہروں کے علماء کا اتفاق رفعیدین کی سنت ہونے پر ہے - سوا انکو کوفہ والوں کے - ابو حمید ساعدی کا دس اصحابہ کے مجمع میں رفعیدین کے ساتھ نماز پڑھانا اور سب کا بلا نکیر تصدیق کرنا و نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مسجد نبوی میں ایک جماعت کو رفعیدین کے ساتھ نماز پڑھانا اور یہ فرمانا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح پڑھتے تھے - اور اپنے صحابہ کو اسی طرح پڑھنے کا حکم فرماتے تھے - اور تمام جماعت کا اقرار کرنا اور امام مالک کا رفعیدین سے نماز پڑھنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ تمام اہل مدینہ کا عمل رفعیدین تھا - ائمہ مجتہدین و محدثین مثلاً - امام بخاری[1] - امام مسلم[2] - امام ترمذی[3] - امام ابوداود[4] - امام نسائی[5] - امام ابن ماجہ[6] - امام دارمی[7] - امام دارقطنی[8] - امام بیہقی[9] - امام ابن خزیمہ[10] - امام حاکم[11] - امام ابن حبان[12] - امام ابی حاتم[13] - امام طبرانی[14] - امام شافعی[15] - امام مالک[16] - امام احمد بن حنبل[17] - امام عبداللہ بن مبارک[18] - امام لیث[19] - امام اوزاعی[20] - امام علی بن مدینی[21] - امام یحیی بن آدم[22] امام یحیی بن معین[23] - خلیفہ عمر بن عبدالعزیز[24] - امام حسن بصری[25] - امام ابن سیرین[26] - امام طاؤس[27] - امام مکحول[28] - امام ابن جریج[29] امام عطاء[30] - امام سفیان بن عیینہ[31] - امام محمد بن نصر مروزی[32] - امام سعید بن مسیب[33] - پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی[34] وغیرہ غرضکہ بے شمار ائمہ کبار و مجتہدین عظام رفعیدین کی سنیت کے قائل اور عامل تھے - اور محققین متاخرین میں شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی -

مولانا اسمٰعیل شہید دہلوی - مولوی عبدالحی لکھنوی - اور دیگر احناف جیسے عصام بن یوسف
چنانچہ مولوی عبدالحی لکھنوی الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ صفحہ ۱۱۶ مطبع یوسفی لکھنؤ کے ترجمہ عصام
بن یوسف میں فرماتے ہیں - کان یرفع یدیہ عند الرکوع وعند رفع الرأس منہ -
یعنی عصام بن یوسف (بواسطہ ابو یوسف امام ابوحنیفہ کے پوتا شاگرد ہیں) رکوع میں جاتے
اور سر اٹھاتے وقت رفعیدین کرتے تھے - اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی کتاب مالابد منہ میں صفحہ ۱۱
لکھتے ہیں - لیکن اکثر فقہا و محدثین اثبات آں میکنند اور صفحہ ۴۹ میں ہے بعد ازاں تکبیر گوید
بسوی رکعت سوم برخیزد و رفعیدین دریں وقت نزد اکثر علماء سنت است - یعنی رفعیدین
اکثر فقہاء و محدثین سنت غیر منسوخہ ہے - اور یہ بھی یاد رکھنے کے قابل بات ہے کہ اگر کوئی حنفی کے نزدیک صحیح
المذہب شخص رفعیدین کو سنت رسول اللہ سمجھکر نماز میں کرنے لگے تو وہ شخص حنفیت سے
خارج نہیں ہو سکتا ہے اور نہ وہ شخص تقلید امام ابو حنیفہ سے علیحدہ ہو سکتا ہے - بلکہ وہ شخص پکا
حنفی سچا مقلد امام ابو حنیفہ رہیگا - کیونکہ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں اترکوا قولی بخبر الرسول
اذا صح الحدیث فھو مذھبی - یعنی صحیح حدیث مرفوع کے مقابل میرا قول چھوڑ دو - اور جب
صحیح حدیث ملجائے تو اسی کے موافق میرا مذہب سمجھکر عمل کرو - اور مولوی عبدالحی صاحب
لکھنوی فوائد بہیہ میں صفحہ ۱۱۶ لکھتے ہیں ان الحنفی لو ترک فی مسئلۃ مذھب امامہ لقوۃ
دلیل علی خلافہ لا یخرج بہ عن ربقۃ التقلید بل ھو عین التقلید فی صورۃ ترک
التقلید الا ترٰی الٰی ان عصام بن یوسف ترک مذھب ابی حنیفۃ فی عدم الرفع
ومع ذلک ھو معدود فی الحنفیۃ - الحاصل رفعیدین سنت نبوی ہے - پس اسکا عامل ایسے
وقت میں جبکہ لوگ اسکے مٹانیکے دل وجان ومال سے کوشاں ہوں تو سو شہید و نکا ثواب
پائیگا - و نیز ہر مرتبہ کے رفعیدین کرنے میں دس نیکیاں ملتی ہیں مثلاً کسی نے چار رکعت نماز پڑھی
اور اسمیں مذکورہ بالا مواضع میں رفعیدین کیا تو اسکو چار رکعتوں میں خواہ فرض ہوں یا سنت
یا اور نفل سو نیکیوں کا ثواب ملیگا - الحاصل جب کہ رفع الیدین نماز کی زینت و باعث تکمیل و
تتمیم اور موجب اجر و ثواب ہے تو ہر مسلمان نمازی کو اسکی پابندی ضروری ہے - اسکا ترک
کرنا ہرگز ٹھیک نہیں - کیونکہ جب فعل رفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے

تو آپ کی اتباع افضل و اولیٰ ہے جیسا کہ امام طحاوی نے شرح معانی الآثار جلد اول ص۲۱۲ میں لکھا ہے ولکن اتباع ما ثبت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اولیٰ۔

قولہ ص۲۹ باب دوم در بیان روایت مثبۃ ترک رفعیدین (۱) حدیث قولی صحیح مرفوع غیر مجروح صریح ممانعت رفعیدین میں۔

حدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ وابو کریب قالا حدثنا معاویۃ عن الاعمش عن المسیب بن رافع عن تمیم بن طرفۃ عن جابر بن سمرۃ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانہا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوۃ رواہ مسلم وابو داؤد والنسائی۔

ابو بکر بن ابی شیبہ اور ابو کریب نے ہم سے حدیث بیان کی اور ان دونوں نے کہا کہ ہم سے ابو معاویہ نے حدیث بیان کی کہ وہ اعمش اور وہ مسیب بن رافع سے اور وہ تمیم بن طرفہ سے اور وہ جابر بن سمرہ سے نقل کرتے ہیں جابر بن سمرہ نے فرمایا کہ حضور تشریف لائے (اور ہمکو رفعیدین کرتے ہوئے پاکر) فرمایا کہ مجھے کیا ہو گیا کہ میں تمہیں اس طرح رفعیدین کرتے ہوئے پاتا ہوں جیسے گھوڑے کی دمیں ہلتی ہوں تم نماز میں سکون کرو۔ (رفعیدین نہ کیا کرو) صحیح مسلم۔ ابو داؤد۔ نسائی۔

اقول یہ حدیث جابر بن سمرہ کی سلام کے بارہ میں ہے نہ اس رفعیدین میں جو رکوع میں جاتے اور اس سے سر اٹھاتے وقت کرتے ہیں۔ کیونکہ حدیث جابر بن سمرہ کی کئی طریقوں سے مروی ہے تمام طریقوں کو ایک جگہ جمع کرنیسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث رفع ایدی عند السلام کی ممانعت میں ہے۔ حدیثوں میں ایسے بہت سے واقعات موجود ہیں جو ماہرین فن حدیث سے مخفی نہیں یہ مقام اسکی تشریح کا نہیں۔ مولانا فن حدیث شئی دیگر ہے اسمیں ہر وقت اور ہر کس ماده اجتہادی واستنباطی نہیں رکھتا ہے۔ اجتہاد و استنباط تو وہی شخص کر سکتا ہے جو حدیث کے تمام نکات و تحقیقات و تدقیقات سے واقف ہو اسماء الرجال کا پورا ماہر ہو تعصب مذہبی سے خالی ہو۔ قرآن و حدیث ہی اسکا مذہب ہو آپکا یہ کام نہیں یہ کام تو انہیں محدثین رحمہم اللہ اجمعین کا تھا جنھوں نے تحصیل و تحقیق علم حدیث میں گھر بار چھوڑا الطعمہ لذیذہ سے منہ موڑا۔ جو

وقت پر مل گیا کھالیا منزلوں پیادہ پا قطع منزلت کی خوشامد امرا سے علیحدہ رہے لاکھوں حدیثیں مع اسناد ورد زبان کیں بلا حمایت مذاہب بلا تعصب کے حدیثیں کتابوں میں درج کردیں اور مجتہدانہ وفقیہانہ طرز پر احادیث سے وہ مسائل استنباط کیئے کہ اسوقت کسی کو استنباط ..... کی ضرورت نہ رہی - آپ کو معلوم ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے صرف علم حدیث کی خاطر اسقدر صعوبتیں برداشت کریں وہ ائمہ حدیث ہیں جیسے امام بخاری علیہ الرحمۃ جو امام المحدثین کے نام سے مشہور ہیں امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں ما اخرجت خراسان مثل محمد بن اسمعیل امام ترمذی فرماتے ہیں کہ امام بخاری سے زیادہ علم والا مینے کسی کو عراق و خراسان میں علل وتاریخ واسانید حدیث میں نہیں دیکھا - امام مسلم فرماتے ہیں لا یبغضك الا حاسد یعنی جو تیرے دشمن ہیں وہی تجھ سے حسد کرینگے - اور گواہی دیتا ہوں میں کہ دنیا میں تیرا مثل کوئی نہیں - ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ مینے دنیا کے پردہ پر امام بخاری سے زیادہ کوئی حدیث جاننے والا نہیں دیکھا - اگر زیادہ اوصاف امام بخاری کے دیکھنے ہوں تو مقدمہ صحیح بخاری اور مقدمہ فتح الباری ملاحظہ فرمائیے اور انصاف سے فرمائیے کہ دنیا امام بخاری کو کیا کہہ رہی ہے اور پھر اپنے گریبان میں منہ ڈالئیے کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں - ان علماء کے مقابلہ میں کچھ تو شرماؤ دیکھو امام مسلم کا یہ قول لا یبغضك الا الحاسد - امام بخاری پر بیجا طعن کرنا بغض وحسد نہیں تو اور کیا ہے - ان کے بعد امام مسلم واصحاب سنن ان سبکے فضائل ومناقب دربارہ علم حدیث کتب حدیث واسماء الرجال میں موجود ہیں - ان محدثین کی تحقیق وتدقیق دربارہ حدیث ایسی نہیں کہ ہر کس و ناکس اسمیں لب کشائی کرسکے - خصوصاً امام بخاری وامام مسلم - جب جمیع محدثین اس حدیث کو رفع الایدی بالسلام میں لائے ہیں اور کسی محدث نے رفعیدین معروفہ ومشہورہ کے مخالفت میں اس حدیث سے استدلال نہیں کیا ہے تو آپ کو کیا منصب ہے کہ خلاف محدثین آپ اپنا اجتہاد نارروا ظاہر فرماتے ہیں - آپ تو مقلد ہیں کیا امام ابو حنیفہ کا اجتہاد اس حدیث کے متعلق کسی کتاب میں دکھلا سکتے ہیں - کہ انہوں نے حدیث جابر بن سمرہ سے ترک رفعیدین عند الرکوع والرفع منہ پر استدلال لیا ہے - اگر نہیں آپکے امام سے موجود ہو تو

دکھلائیے۔ ورنہ خلاف تقلید آپ کیسے روش اختیار کرتے ہیں۔ کیا یہ حدیث آپکے امام صاحب کو معلوم نتھی جواب آپ کو معلوم ہوئی ہے۔ شاید یہ حدیث امام صاحب کو معلوم نہوگی۔ ورنہ وقت مناظرہ امام اوزاعی امام ابوحنیفہ اسی حدیث کو پیش کرتے۔ اگر معلوم تھی تو عدم رفع میں اسکا پیش نکرنا صاف اس امر کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک یہ حدیث عدم رفع کے لئے دلیل نہیں۔ غرضکہ یہ حدیث مختصر ہے حدیث طویل کی۔ اور حدیث طویل کے الفاظ یہ ہیں۔

عن جابر بن سمرة قال كنا اذا اصلينا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم قلنا السلام عليكم ورحمة الله السلام عليكم ورحمة الله واشار بيده الى الجانبين فقال رسول صلى الله عليه وسلم علام تومئون بايديكم كانها اذناب خيل شمس انما يكفي احدكم ان يضع يده على فخذه ثم يسلم على اخيه من على يمينه وشماله

یعنی جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے اور دونوں طرف یعنی دائیں جانب اور بائیں جانب دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرتے اسپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اشارہ کرتے ہو تم اپنے ہاتھوں سے گویا وہ دُمیں ہیں سرکش گھوڑوں کی۔ سوائے اس کے نہیں کہ کافی ہے ایک تمہارے کو یہ کہ رکھے ہاتھ اپنا اپنی ران پر پھر سلام پھیرے دائیں۔ بائیں۔ اور ایک حدیث میں یہ الفاظ ہیں۔

فكنا اذا سلمنا قلنا بايدينا السلام عليكم السلام عليكم فنظر الينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ما شانكم تشيرون بايديكم كانها اذناب خيل شمس اذا سلم احدكم فليلتفت الى صاحبه ولا يومي بيده

یعنی جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلعم کے ہمراہ نماز پڑھ رہے تھے پس جب ہم سلام پھیرتے تو ہاتھوں سے اشارہ کرتے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے اس اشارہ کرنے کو دیکھکر فرمایا کیا حال ہے تمہارا کہ تم اپنے ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہو گویا کہ وہ دُمیں ہیں سرکش گھوڑوں کی جب سلام پھیرے ایک تمہارا پس چاہیے کہ متوجہ ہو اپنے ساتھی کی طرف اور نہ اشارہ کرے اپنے ہاتھ سے۔ غرضکہ یہ تین حدیثیں ہیں اور تینوں حدیثوں میں الفاظ اذناب خیل شمس

موجود ہیں۔ اور صحیح مسلم میں ایک ہی باب میں اور ایک ہی راوی سے یہ تینوں حدیثیں موجود ہیں۔ پہلی حدیث میں اسکنو فی الصلوٰۃ اور تیسری حدیث میں ولا یومی بیدہ الفاظ موجود ہیں جس کے معنی ایک ہیں۔ یعنی نماز میں اشارہ نکرو بلکہ سکون اختیار کرو چونکہ ایک حدیث دوسری حدیث کی مفسر ہوتی ہے اس قاعدہ کے مطابق حدیث اول مجمل ہے اور حدیث دوم وسوم مفسر ومبین ہیں۔ اور اُنمیں کچھ تعارض نہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک اسکنو فی الصلوٰۃ کی تفسیر دوسری وتیسری حدیث ولا یومی بیدہ میں موجود ہے یعنی اپنے ہاتھ سے اشارہ نکرو بلکہ سکون اختیار کرو اور یہ الفاظ آپنے صحابہ کو اس وقت فرمائے کہ جب صحابہ سلام کے وقت دونوں ہاتھوں سے دونوں طرف یعنی دائیں اور بائیں جانب اشارہ کرتے تھے اس پر آپنے مذکورہ بالا الفاظ فرمائے جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ واقعہ تشہد کے وقت کا ہے نہ رکوع میں جاتے اور سر اٹھاتے وقت کے رفعیدین کا ہے چنانچہ حافظ ابن حجر نے تلخیص میں لکھا ہے ولا دلیل فیہ علی منع الرفع علی ہیئۃ المخصوصۃ فی الموضع المخصوص وھوالرکوع والرفع منہ لانہ مختصر من حدیث طویل الخ یعنی حدیث جابر بن سمرہ سے رکوع میں جاتے اور سر اٹھاتے وقت رفعیدین کے منع کرنے پر دلیل لانا درست نہیں کیونکہ یہ حدیث مختصر ہے حدیث طویل کی۔ اور امام بخاری اپنے رسالہ رفعیدین میں لکھتے ہیں فانما کان ھذا فی التشہد لا فی القیام کان یسلم بعضھم علی بعض فنہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن رفع الایدی فی التشہد ولا یحتج بھذا من لہ حظ عن العلم ھذا معروف مشہور لا اختلاف فیہ۔ یعنی حدیث جابر بن سمرہ تشہد کے بارہ میں ہے نہ قیام میں کیونکہ بعض بعض کو سلام کرتا تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تشہد میں ہاتھ اٹھانیکو اور نہیں دلیل پکڑتا اس حدیث سے وہ جو عالم ہوگا یہ حدیث مشہور ومعروف ہے اسمیں کچھ اختلاف نہیں ہے۔ یعنی جملہ محدثین کے نزدیک یہ حدیث تشہد کے بارہ میں ہے۔ کسی محدث سے اسکا خلاف ثابت نہیں اور کسی محدث نے بلکہ امام محمد شاگرد امام ابو حنیفہ نے [illegible] امام محمد ہیں اور طحاوی نے جو مذہب حنفی کی حمایت میں شرح معانی الآثار لکھی ہے

اس میں بھی یہ حدیث ترک رفعیدین عندالرکوع والرفع منہ میں ذکر نہیں کیا۔ اگر کسی محدث نے یا ان دونوں حنفیوں نے کہیں ذکر کیا ہو تو اسکا نام مع حوالہ کتاب وصفحہ پیش کیجیے ورنہ محدثین کے خلاف آپکا اجتہاد ناروا قابل اعتبار نہیں۔ اور نسائی مطبوعہ صفحہ ۱۷۶ مطبع مجتبائی میں آپکے ہم مذہب علامہ سندی یوں رقم طراز ہیں (رافعوا ایدینا) ای بالسلام ولذا اعقبہ بالرواية الثانية والمقصود النهی عن الاشارة باليد عند السلام ولا دلالة فيه على النهی عن الرفع عند الركوع وعند الرفع منه ولذلك قال النووی الاستدلال به على النهی عن الرفع عند الركوع وعند الرفع منه جهل قبيح الى ان قال قد صح وثبت الرفع عند الركوع وعند الرفع منه ثبوتا لا مرد له فيجب حمل هذا اللفظ على خصوص المورد توفيقاً ودفعاً للتعارض۔ یعنی اس حدیث میں جو "رافعوا ایدینا" ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ سلام کیوقت ہاتھ اٹھاتے تھے جیسا کہ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ اسمیں ممانعت سلام کے وقت ہاتھ اٹھانے کی ہے اور رفعیدین رکوع میں جاتے اور سر اٹھاتے وقت اس سے منع نہیں ہے اور ایسا ہی امام نووی نے فرمایا ہے کہ رکوع میں جاتے وقت اور سر اٹھاتے وقت رفعیدین کو منع کرنے پر اس حدیث سے دلیل پکڑنا بڑی جہالت ہے۔ اور بات یہ ہے کہ رفعیدین رکوع میں جاتے اور سر اٹھاتے وقت صحیح وثابت ہے۔ جسکا کچھ رد نہیں ہو سکتا پس اس مقام پر واجب ہے اس لفظ کو حمل کرنا مورد خاص پر تاکہ دونوں میں توفیق ہو جاوے۔ اور تعارض دفع ہو جاوے نیز تمام محدثین نے دونوں حدیثوں کو ایک ہی باب میں ذکر کیا ہے اور الفاظ اذناب خیل شمس بھی تینوں حدیثوں میں وارد ہوئے ہیں۔ صحیح مسلم صفحہ ۱۸۱ میں اس طور پر باب باندھا ہے باب الامر بالسكون فی الصلوة والنهی عن الاشارة باليد ورفعها عند السلام الخ اور اس کی شرح میں امام نووی فرماتے ہیں المراد بالرفع المنهی عنه هنا رفعهم ايديهم عند السلام مشيرين الى السلام من الجانبين كما صرح به فی الرواية الثانية۔ یعنی اس سے بوقت سلام ہاتھوں سے اشارہ کرنیکی ممانعت ہے۔ جس کی تصریح دوسری روایت میں ہے۔ اور نسائی صفحہ ۱۹۴ میں موضع اليدين عند السلام صفحہ ۱۹۵ باب السلام باليدين۔

باب السلام بالایدی فی الصلوٰۃ اور ابو داؤد میں باب فی السلام اور امام شافعی نے کتاب الام میں باب السلام فی الصلوٰۃ اور حافظ علی متقی نے کنز العمال میں منع الاشارۃ بالید وقت السلام اور منتقی میں باب الخروج من الصلوٰۃ بالسلام اور حافظ ابن حجر تلخیص میں فرماتے ہیں وقال ابن حبان ذکر خبر المتقضی للقصۃ المختصرۃ المتقدمۃ بان القوم انما امروا بالسکون فی الصلوٰۃ عند الاشارۃ بالتسلیم دون الرفع الثابت عند الرکوع الخ یعنی اس سے رفعیدین رکوع کے وقت کی ممانعت نہیں بلکہ بوقت سلام ہاتھوں سے اشارہ کرنا منع ہے جسکی تفصیل دوسری حدیث میں موجود ہے۔ اور بیہقی میں باب کراھۃ الایماء بالید عند التسلیم من الصلوٰۃ الغرض تمام محدثین نے بالاتفاق مختصر و مطول دونوں حدیثوں کو ایک ہی باب میں ذکر کیا ہے۔ مندرجہ ذیل ائمہ و مجتہدین و محدثین میں سے کسی سے بھی حدیث جابر بن سمرہ سے ترک رفع مواضع ثلاثہ میں ثابت نہیں مثلاً امام بخاری۔ امام مسلم۔ امام ترمذی۔ امام ابو داؤد۔ امام نسائی امام ابن ماجہ۔ امام دارمی۔ امام بیہقی امام دارقطنی۔ امام ابن خزیمہ۔ امام حاکم۔ امام ابن حبان۔ امام ابی حاتم۔ امام طبرانی امام شافعی۔ امام مالک۔ امام احمد بن حنبل۔ امام ابو حنیفہ۔ امام عبداللہ بن مبارک امام اوزاعی وغیرہ انمیں سے انیس ۱۹ تو قائلین رفع ہیں اور صرف ایک امام ابو حنیفہ قائل نہیں لیکن حدیث جابر بن سمرہ سے ان بیس ۲۰ میں سے ایک نے بھی عدم رفع پر دلیل نہیں بیان کی۔ جب ایسے ائمہ عظام کے نزدیک یہ حدیث ترک رفع معروف و مشہور پر دلیل نہیں تو آپکی کون مانتا ہے۔ بلا دلیل کسی کا قول معتبر نہیں۔ اور یہ کہنا کہ سلام کے کیوقت رفعیدین کرنا نماز میں داخل نہیں ہے یہ قول غلط ہے۔ کیونکہ مصلی نماز سے خارج بعد تسلیمتین ہوگا۔ نہ سلام سے قبل۔ قبل سلام تو وہ نماز میں داخل ہے اور رفعیدین قبل از سلام نماز میں داخل ہے بعد از سلام رفعیدین نہیں جو خارج نماز سمجھا جاوے۔ اور اگر رفعیدین خاص عند السلام مراد نہ لیجائیگی بلکہ عام رفعیدین کی نفی ہے تو رفعیدین وتر و عیدین و نماز جنازہ و استسقا وغیرہ سب منع ہو جائینگی۔ اگر یہ کہا جاوے

کہ انکا ثبوت اور حدیثوں سے ہے تو اس رفعیدین کا بھی ثبوت اور صحیح متفق علیہ حدیثوں سے ہے جس قدر حدیثیں اس رفعیدین کے ثبوت میں ہیں اس قدر کسی اور مسئلہ میں نہیں جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں - لہذا محدثین نے تمام حدیثوں کی تحقیق و تدقیق کر کے جو مسائل لکھے ہیں وہ بالکل صحیح و درست ہیں - ولله در فخر المحدثین رحمهم الله تعالی -

قولہ ص۳۳ حدیث مرفوع غیر مجروح واقعی - عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضور صلعم

عن ابن عمر کان رسول الله صلی الله علیہ وسلم یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوۃ ثم لا یعود اخرجہ البیہقی فی الخلافیات	نماز شروع کرتے وقت رفعیدین کرتے تھے پھر نکرتے تھے - (خلافیات بیہقی)

اقول جناب حافظ صاحب کا درایہ میں بحوالہ حاکم موضوع کہنا ٹھیک ہے - اور جو سند آپنے نصب الرایہ سے نقل کی ہے وہ پوری سند نہیں ہے جیسا کہ حافظ صاحب نے درایہ میں من طریق الزھری تحریر فرمایا ہے - اسی طرح زیلعی نے بھی عن عبد الله بن عون الخزاز تحریر کر دیا ہے - آپ تو مدعی علم وفضل ہیں لیکن اسماء الرجال سے کچھ بھی واقفیت نہیں کہاں عبداللہ بن عون الخزاز اور کہاں امام بیہقی زمین و آسمان کا فرق ہے عبداللہ بن عون اور امام بیہقی کے درمیان تقریباً ڈیڑھ سو سال کا فاصلہ ہے یعنی عبداللہ بن عون الخزاز کی وفات ماہ رمضان المبارک ۲۳۲ھ ہجری میں ہوئی ہے اور امام بیہقی کی پیدائش ۳۸۴ھ ہجری کی ہے تو فرمایئے حافظ زیلعی نے جو سند تحریر کی ہے (اور آپ اسی سند پر فرحان وشادان ہیں اور سمجھ تے ہیں کہ ہمچوں من دیگرے نیست کے مصداق یہ حدیث صحیح ہے) مولانا - اوپر کی سند کا پتہ لگا کر تحریر فرمایئے اس کے بعد صحیح وضعیف کا حال تحریر فرمائیے بغیر پوری سند بیان کیے صحیح کہدینا خلاف شان علماء ہے - اور مولانا انور شاہ صاحب دیوبندی بھی العرف الشذی علی جامع الترمذی میں تحریر فرماتے ہیں ولم اطلع علی اول اسنادہ - یعنی ابتدائی سند کا حال مجھکو بھی معلوم نہیں ہوا اسی واسطے .. انہوں نے لعل اسنادہ قوی تحریر فرمایا ہے - پس اس حدیث کا موضوع ہونا صحیح اور آپکا صحیح لکھنا غلط ہے - اور اسی حدیث کے تحت میں زیلعی نے بھی لکھا ہے

وہ پوری سند کیونکر ہوئی صحیح

قال البیهقی قال الحاکم ھذا باطل موضوع ولا یجوز ان یذکر الا علی سبیل القدح فقد روینا بالاسانید الصحیحۃ عن مالک بخلاف ھذا - یعنی امام بیہقی فرماتے ہیں کہ امام حاکم نے کہا کہ یہ حدیث باطل و موضوع ہے - مولانا بڑے افسوس کی بات ہے کہ حدیث کی سند تو آپکو نظر آگئی لیکن یہ عبارت آپکو نظر نہ پڑی خیر کچھ حرج نہیں آپکو تلاش کرنے پر نصب الرایہ سے اس حدیث کی غیر مکمل سند ملی اور ہمکو ھذا باطل موضوع یہ عبارت ملگئی - اور زیلعی کا اسپر کچھ اعتراض نکرنا دلیل موضوع کی ہے - بس یہ حدیث قابل حجت نہیں لہذا حدیث ابن عمر مرفوع متفق علیہ ثبوت رفع علی الدوام صحیح و ثابت قابل عمل ہے -

قولہ صفحہ ۳۶ حدیث ابن مسعود رض

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ وفی لفظ کان یرفع یدیہ اول مرۃ ثم لا یعود اخرجہ ابوداؤد والترمذی والنسائی وصححہ ابن حزم وحسنہ الترمذی قلت حدیث ابن مسعود صحیح علی شرط شیخین

ترجمہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں حضور کی نماز پڑھاؤں پھر نماز پڑھائی اور پہلی مرتبہ کے علاوہ رفعیدین نہیں کیا - اور ایک روایت میں ہے کہ پہلی مرتبہ رفعیدین کرتے تھے پھر نکرتے تھے - ابوداؤد - ترمذی نسائی

اقول ماہرین فن حدیث پر مخفی نہیں کہ جیسے احکام شرعیہ میں ضرورتاً و مصلحتاً تغیر و تبدل ہوتا رہا ہے - اسی طرح نماز میں بھی مختلف اوقات میں تغیر و تبدل ہوا ہے - چنانچہ ابتدا ر احکام نماز میں بہت سی ایسی باتیں جائز تھیں جو بعد میں ممنوع قرار دیگئیں اور بہت سی باتیں ابتدا رمیں نتھیں بعد میں مشروع ہو گئیں مثلاً ابتدا ر میں صرف تکبیر تحریمہ کیوقت رفعیدین تھا اور حالت رکوع میں بجائے گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کے دونوں رانوں کے درمیان دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ملاکر رکھنا (جسے تطبیق کہتے ہیں) جائز تھا - جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اسکا بیان موجود ہے - اس کے بعد تطبیق منسوخ ہو کر گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کا حکم آپنے صادر فرمایا - اور اللہ رب العالمین نے جبرئیل علیہ السلام کی معرفت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں رکوع

میں جانیکے وقت اور سر اٹھانیکے وقت رفعیدین کا حکم دیا اور آپ رفعیدین کرنے لگے۔
پس جن صحابہ کو نماز کی ابتدائی حالت معلوم رہی وہ اسی حالت میں نماز ادا کرتے رہے۔ یعنی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفعیدین کرنا اور حالت رکوع میں تطبیق کرنا آخر عمر تک انکا اور انکے شاگردوں کا یہی عمل رہا۔ اور اسمیں وہ معذور تھے۔ کیونکہ انکو حکم ثانی تطبیق کے منسوخ ہونیکا اور گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کا اور رکوع میں جانیکے وقت اور سر اٹھانیکے وقت رفعیدین کا نہیں پہونچا۔ اگر انکو حکم ثانی پہونچ جاتا تو وہ بھی ضرور حکم ابتدائی کو ترک کرکے حکم ثانی پر عامل ہو جاتے۔ لیکن انکا ایسا نکرنا صاف اسبات کی دلیل ہے کہ حکم ثانی انکو نہیں پہونچا۔ اور جن لوگوں کو حکم ثانی پہونچ گیا انہوں نے حکم اول کو ترک کرکے حکم ثانی پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ عبداللہ بن مسعود کی پوری حدیث ابوداؤد[ص۱۱۶ ج۱]۔ نسائی[ص۱۵۹]۔ بیہقی[ص۱۷۱]۔ اور کتاب الاعتبار[ص۸۵] حازمی اور کنز العمال[ص۲۲۱-۲۲۷ ج۴] میں موجود ہے۔

عن عبد اللہ بن مسعود قال علمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ فکبر و رفع یدیہ فلما رکع طبق یدیہ بین رکبتیہ الخ یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ سکھائی ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پس اللہ اکبر کہا اور رفعیدین کیا اور جب رکوع کیا تطبیق کی۔ اس حدیث سے ابتدائی حالت نماز کی معلوم ہو گئی کہ شروع میں رفعیدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت تھا اور رکوع میں تطبیق تھی۔ اسی حدیث پر عبداللہ بن مسعود اور ان کے بعض اصحاب کا عمل رہا۔ اب اسکے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تطبیق کو منسوخ فرماکر گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کا حکم صادر فرمایا۔ اور بحکم اللہ تبارک و تعالیٰ رفعیدین رکوع میں جاتے اور سر اٹھاتے وقت کرنا شروع فرمایا تو جن لوگوں کو یہ دونوں حکم آخری معلوم ہو گئے وہ انکے عامل ہو گئے۔ جیسے عبداللہ بن عمر۔ سعد۔ انس۔ ابی حمید۔ ابی اسید سہل بن سعد۔ محمد بن مسلمہ۔ اور خلفاء راشدین وغیرہ وغیرہ۔ اور جنکو حکم ثانی نہ پہونچا وہ ابتدائی دونوں حکموں پر تازندگی خود بھی عامل رہے اور یہی تعلیم دوسروں کو بھی دیتے رہے۔ جیسے عبداللہ بن مسعود پس حدیث عبداللہ بن مسعود کی عدم رفع کی یہ حقیقت ہے حدیث عدم رفعیدین کی عبداللہ بن مسعود کی اوپر مذکور ہو گئی ہے۔ اب دوسری حدیث ملاحظہ فرمائیے۔ کتاب الاعتبار حازمی میں ہے۔ عن علقمہ والاسود قالا دخلنا علی عبد اللہ فی دارہ فصلی بنا فلما رکع

طبق بین کفیہ فجعلھما بین فخذیہ فلما انصرف قال کانی انظر الی اختلاف اصابع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین فخذیہ ترجمہ یعنی علقمہ اور اسود کہتے ہیں کہ ہم دونوں عبداللہ بن مسعود کے مکان پر گئے پس عبداللہ بن مسعود نے ہمکو نماز پڑھائی پس جب رکوع کیا تطبیق کی اور دونوں رانوں کے درمیاں دونوں ہاتھوں کو رکھا جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے اختلاف کو جو درمیان آپکی دونوں رانوں کی ہیں دیکھ رہا تھا۔ اور طحاوی[۱۳۴] میں ہے قال ھکذا فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح رکوع میں تطبیق کرتے تھے۔ اس حدیث میں رفعیدین تکبیر تحریمہ کا بھی ذکر نہیں اس سے معلوم ہوا کہ تکبیر تحریمہ کے وقت بھی آپ کبھی رفعیدین کرتے تھے اور کبھی نہیں کرتے تھے۔

اب دونوں حدیثیں دونوں واقعوں کی آپکے سامنے موجود ہیں۔ کیا وجہ کہ عبداللہ بن مسعود کی علام رفع کی حدیث سے ترک رفع پر استدلال کیا جاتا ہے اور ان کے فعل تطبیق کو رد کیا جاتا ہے حالانکہ دونوں واقعہ ابتدائی اور عبداللہ بن مسعود سے مروی ہیں نیز جو راوی حدیث ترک رفع کے ہیں عاصم۔ عبدالرحمن۔ علقمہ۔ وہی راوی حدیث تطبیق کے ہیں یہ بے انصافی اور ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے۔ افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض۔ نومن ببعض و نکفر ببعض کے مصداق کیا یہ معاملہ نہیں ہے۔ انصاف تو یہی چاہتا ہے کہ یا تو عبداللہ بن مسعود کی دونوں حدیثوں پر عمل کیا جاوے یا دونوں کو ترک کردیا جاوے۔ یہ دوعملی کارروائی ٹھیک نہیں۔ یعنی جو بات عبداللہ بن مسعود کی اپنے مذہب کے موافق تھی وہ قبول کرلی اور جو خلاف قول امام تھی وہ رد کردی۔ یہ عبداللہ بن مسعود کی حدیث پر عمل نہیں ہوا بلکہ قول امام پر عمل ہے عبداللہ بن مسعود کے تمام وہ اوصاف جو درج رسالہ ہیں وہ حدیث تطبیق میں آپنے کہاں غائب کردئے یا صرف رفعیدین ہی کے بارہ میں وہ شان نزول اور زمان نبوی صلعم ہے کیا اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم الخ کے مصداق آپکی تحریر نہیں ہے۔ لم تقولون مالا تفعلون ۵ کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون میرے انصاف پسند معزز ناظرین جب آپ عبداللہ بن مسعود کی حدیث کی حقیقت سے واقف ہوگئے تو اب یہ بھی معلوم کرلیجئے کہ کتنے محدثوں نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اور کس نے صحیح کہا ہے۔ ترمذی[صفحہ ۳۵] میں

ہے قال ابن المبارک ولم یثبت حدیث ابن مسعود ابوداؤد صفحہ ۱۱۶ مطبع مجتبائی دہلی قال ابوداود
هذا حدیث مختصر من حدیث طویل ولیس هو بصحیح علی هذا المعنی - دارقطنی صفحہ ۱۱۱ لم یثبت
علل صفحہ ۹۶ حدیث لابن ابی حاتم هذا خطاء یقال وهم فیه الثوری و روی هذا الحدیث عن عاصم
جماعة فقالوا کلهم ان النبی صلی الله علیه وسلم افتتح فرفع یدیه ثم رکع فطبق وجعلها بین
رکبتیه ولم یقل احد ما رواه الثوری یعنی اس حدیث میں لفظ ثم لم یعد ثوری کا وہم ہے
کیونکہ یہی حدیث ایک جماعت نے عاصم سے روایت کی ہے لیکن کسی نے لفظ ثم لم یعد
نہیں روایت کیا بلکہ تطبیق کا ذکر ہے - اور بیہقی صفحہ ۷۹ ج ۲ ففی حدیث ابن مسعود دلالة علی ان ذلک
کان فی صدر الاسلام کما کان التطبیق فی صدر الاسلام ثم سنت بعده السنن
وشرعت بعده الشرائع حفظها من حفظها واداها فوجب المصیر الیها - اور معرفة
السنن بیہقی قلمی وقد یکون ذلک فی الابتداء قبل ان یشرع رفع الیدین فی الرکوع
ثم صار التطبیق منسوخا وصار الامر فی السنة الی رفع الیدین عند الرکوع ورفع
الرأس منه الخ - اور بیہقی صفحہ ۷۹ ج ۲ لم یثبت عندی حدیث ابن مسعود اور امام بخاری نے اپنے
رسالے صفحہ میں لکھا ہے وقال احمد بن حنبل عن یحیی بن آدم قال نظرت فی کتاب عبد الله بن
ادریس عن عاصم بن کلیب لیس فیه ثم لم یعد فهذا اصح لان الکتاب احفظ عند
اهل العلم لان الرجل یحدث بشئ ثم یرجع الی الکتاب فیکون کما فی الکتاب اور کہا احمد بن
حنبل نے کہ یحیی بن آدم نے کہا کہ دیکھا میں نے عبد اللہ بن ادریس کی کتاب میں روایت عاصم بن
کلیب کو اس میں لفظ ثم لم یعد نہیں ہے - اور اہل علم کے نزدیک کتاب زیادہ قابل اعتبار ہے
اور حافظ ابن حجر نے تلخیص صفحہ ۸۳ میں لکھا ہے قال ابن حبان فی الصلوة هذا احسن خبر روی لاهل
الکوفة فی نفی رفع الیدین فی الصلوة عند الرکوع وعند الرفع منه وهو فی الحقیقة اضعف
شئ یعول علیه لان له عللا تبطله - وقال احمد بن حنبل وشیخه یحیی بن آدم هو ضعیف
اور صفحہ ۸۳ درایہ میں ہے قال ابن قطان هو عندی صحیح الا قوله ثم لا یعود - وکذا قال الدارقطنی
انه صحیح الا هذه اللفظة - اور تحفة الاحوذی شرح جامع ترمذی میں بحوالہ تمہید حافظ ابن عبد البر
کا قول تحریر ہے - فان ابا داود قال هذا حدیث مختصر من حدیث طویل ولیس بصحیح علی

هذا المعنی - وقال البزاد فیہ ایضاً انہ لم یثبت ولا یحتج بمثلہ اور میزان الاعتدال میں عاصم کو علی بن مدینی نے حالت تفرد میں لا یحتج بہ کہا ہے اور رسالہ نور العینین صہ۳۶ میں بھی یہی لکھا ہے الغرض حدیث عبد اللہ بن مسعود ضعیف ہے کیونکہ ابن مبارک - ترمذی - ابوداؤد - دارقطنی ابوحاتم - بیہقی - امام بخاری - امام احمد بن حنبل - یحییٰ بن آدم - ابن حبان - ابن قطان بزار - علی بن مدینی - حافظ ابن عبد البر - حافظ ابن حجر وغیرہ وغیرہ نے ضعیف کہا ہے - جب کہ مضعفین کی تعداد زیادہ ہے تو ترمذی کی تحسین اور ابن حزم کی تصحیح اسقدر مضعفین کے مقابل کیا حقیقت رکھتی ہے - بلکہ ان لوگوں کی جرح مقدم ہوگی ترمذی کی تحسین اور ابن حزم کی تصحیح پر جیساکہ زیلعی میں صہ۲۱۹ احادیث تشہد میں حدیث جابر جسکو نسائی - ابن ماجہ - اور حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے اور حاکم سے اسکی تصحیح بھی نقل ہے - لیکن حاکم کی تصحیح امام بخاری - ترمذی - نسائی - بیہقی کے مقابلہ میں معتبر نہوئی بلکہ ان لوگونکی تضعیف حاکم کی تصحیح پر مقدم ہے - قال النووی فی الخلاصۃ وھو مردود فقد ضعفہ جماعۃ من الحفاظ ھم اجل من الحاکم واتقن وممن ضعفہ البخاری والترمذی والنسائی والبیہقی وقال الترمذی سالت البخاری عنہ فقال ھو خطاء انتہی - جیساکہ اس حدیث میں ان چار حفاظ کی تضعیف حاکم کی تصحیح پر مقدم ہوئی اسی طرح اس حدیث میں بھی پندرہ ۱۵ مضعفین کی تضعیف ترمذی کی تحسین اور اور ابن حزم کی تصحیح پر مقدم ہوگی کیونکہ ترمذی اور ابن حزم سے یہ جماعت اجل واتقن ہے - خصوصاً جبکہ مضعفین کی تعداد اکثر ہے - اور ملا علی قاری حنفی نے مرقاۃ شرح مشکوۃ صہ۳۲۲ جا میں لکھا ہے ولا یخفی ان الجراح مقدم علی التعدیل کما فی النخبۃ فلا یدفعہ تصحیح بعض المحدثین - یعنی جرح مقدم ہوگی تعدیل پر جیساکہ نخبہ میں ہے - پس بعض محدثین کی تصحیح اس جرح کو دفع نہیں کرسکتی - پس بقول ملا علی قاری حنفی اور حافظ زیلعی بحسب اصول مسلمہ ان مذکورہ بالا محدثین کی تضعیف ترمذی کی تحسین اور ابن حزم کی تصحیح پر مقدم ہوگی - اور آپ کا حدیث ابن مسعود کو شرط شیخین پر صحیح کہنا لغو اور باطل ہوا - بلکہ اضعف ہونا ثابت ہوا -

قولہ صہ۵۴ اخرجہ ابو حنیفۃ فی مسندہ

اقول یہ حدیث ضعیف ہے - اسمیں حماد مدلس ہیں اور آخر میں انکا حافظ متغیر ہو گیا تھا -

و حدیث میں صح

اور حماد ضعیف بھی ہیں جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں فانظر الیہ - اور حدیث دارقطنی بطریق محمد بن جابر بھی ضعیف ہے بلکہ موضوع ہے - اسمیں دو راوی متکلم فیہ ہیں محمد بن جابر - وحماد - پس یہ حدیث بہت ضعیف ہے بلکہ ابن جوزی نے اسپر موضوع کا حکم لگایا ہے - اسکی تحقیق ہم اوپر بیان کر چکے ہیں فانظر الیہ - مولانا بڑے افسوس کی بات ہے کہ دارقطنی کی حدیث تو آپنے نقل کر دی لیکن جرح جو اسکے آگے تحریر تھی وہ کیوں نہیں تحریر کی کیا ایمان وانصاف و حق گوئی اسی کا نام ہے - دیکھیئے دارقطنی میں صـ۱۱۱ یہ عبارت موجود ہے تفرد بہ محمد بن جابر وکان ضعیفًا عن حماد عن ابراهیم وغیر حماد یرویہ عن مرسلاً عن عبد اللہ من فعلہ غیر مرفوع الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی محمد بن جابر اس حدیث میں متفرد ہیں اور حماد عن ابراہیم ضعیف بھی ہے - اور حماد کے علاوہ اور لوگوں نے اسکو مرسل صرف عبد اللہ بن مسعود کا فعل روایت کیا ہے نہ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہی صحیح و درست ہے -

قولہ صـ۵۴ اس لیے کہ ابو حاتم نے محمد بن جابر کو ابن لہیعہ سے ترجیح دی ہے - الخ

اقول محمد بن جابر کثیر الوہم متروک الحدیث وساقط الحدیث ہے وحدیثہ عن حماد فیہ اضطراب وکان یروی احادیث مناکیر - ان فی احادیثہ تخالیط - فی آخر عمرہ وساء حفظہ - وقال البخاری لیس بالقوی یتکلمون فیہ یروی مناکیر - قال ابن حبان کان اعمی یلحق فی کتبہ ما لیس من حدیثہ ویسرق ما ذکر بہ فیحدث بہ - قال احمد بن حنبل لا یحدث عنہ الا شر منہ تهذیب التہذیب صـ۸۹ ج۹ غرضکہ محمد بن جابر کو کسی نے متروک اور کسی نے ساقط الحدیث کہا ہے اور کسی نے کہا کہ احادیث مناکرہ روایت کرتا ہے انکی احادیث میں تخالیط ہیں انکا حافظہ خراب ہو گیا تھا - امام بخاری کہتے ہیں کہ محمد بن جابر ضعیف ہے اور محدثین نے اسمیں کلام کیا ہے اور مناکیر روایت کرتا ہے - ابن حبان اسکو سارق الحدیث کہتے ہیں - اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اس سے وہ شخص روایت کرتا ہے جو اس سے بدتر ہے - کسی محدث نے انکی توثیق نہیں کی - اور ابو حاتم نے جو ترجیح دی ہے وہ باعتبار عبادت و ورع وغیرہ ہے نہ باعتبار ثقہ ہونیکے ہے ابن لہیعہ کی روایت مسلم میں متابعۃً موجود ہے - محمد بن جابر پر جرح کثیرہ ہیں انکی عدالت میں نقص ہے - اسی واسطے امام مسلم محمد بن جابر کی حدیث متابعۃً بھی نہیں لائے - اور اس

حدیث کو محمد بن جابر نے حماد سے روایت کیا ہے اور وہ عن حماد مضطرب ہے لہذا یہ حدیث مضطرب ہوئی۔ اور میزان الاعتدال جلد ۳ صفحہ ۴۲ میں ہے وقال ابن حبان کان اعمی یلحق فی کتبہ مالیس من حدیثہ ویسرق وما ذکر فیحدث بہ۔ قال جعفر بن محمد الاذنی سمعت محمد بن عیسی بن طباع یقول قال لی اخی اسحاق بن عیسی ذاکرت محمد بن جابر ذات یوم بحدیث لشریک عن ابی اسحاق فرائتہ فی کتابہ قد الحقہ بین السطرین کتابا طریا۔ پس محمد بن جابر پر یہ جرح مفسر موجود ہے۔ اسی وجہ سے ابن جوزی نے اسپر موضوع کا فتوی دیا ہے۔

قولہ صفحہ ۵۴ بالخصوص اس روایت میں امام ابوحنیفہ متابع بھی موجود ہیں۔ الخ

اقول امام ابوحنیفہ کی متابعت آپکے لیے کچھ کارآمد نہیں کیونکہ امام ابوحنیفہ خود ہی عند المحدثین ضعیف ہیں۔ میزان الاعتدال جلد اول صفحہ ۱۵۱ اسمعیل بن حماد بن النعمان بن ثابت کوفی قال ابن عدی ثلاثتھم ضعفاء۔ امام نسائی کتاب الضعفاء والمتروکین صفحہ ۲۹ میں فرماتے ہیں نعمان بن ثابت ابوحنیفہ لیس بالقوی فی الحدیث۔ وھو کثیر الغلط والخطاء علی قلۃ روایتہ صفحہ ۳۵ اور دارقطنی نے ایک جگہ صفحہ ۱۲۱ وھم فیہ ابوحنیفۃ اور ایک جگہ صفحہ ۱۲۳ وھما احفظ من ابی حنیفۃ للاسناد۔ لابی حنیفہ والحسن بن عمارۃ وھما ضعیفان۔ اور امام بخاری نے کتاب الضعفاء میں کان مرجیا سکتوا عن رائہ وحدیثہ لکھا ہے اور کچھ اقوال جرح ابتدار رسالہ میں تحریر ہیں فانظر الیہ۔ پس جبکہ امام ابوحنیفہ خود ہی ضعیف فی الحدیث ہیں تو ان کی متابعت قابل اعتبار نہیں۔

قولہ صفحہ ۵۴ اس حدیث کو اکثر علماء نے صحیح کہا ہے اور بعض نے ضعیف۔ ابن حجر القول المسدد میں فرماتے ہیں کہ ترمذی نے تحسین کی ہے اور ابن حزم اور ابن قطان نے تصحیح کی الخ

اقول آپکی تحریر غلط اور بالکل غلط ہے۔ محض عوام الناس کو دھوکا دینے کے واسطے آپنے یہ تحریر فرمایا ہے۔ لیکن ایمانا وانصافا یہ امر ہے کہ مضعفین کی تعداد بہ نسبت صحیح کہنے والوں کے زیادہ ہے۔ مضعفین کی تعداد پندرہ ہے اور صحیح کہنے والے ۲ دو یا ۳ تین۔ حافظ ابن حجر کی بابت جو آپنے تحریر فرمایا ہے کہ القول المسدد میں حافظ صاحب نے ترمذی سے تحسین اور ابن حزم اور ابن قطان سے تصحیح نقل کی ہے۔ سو غلط ہے۔ مولانا کچھ تو خدا کا خوف چاہیے۔ کیوں لوگوں

کو اسقدر مغالطہ میں ڈالتے ہو۔ اور کتمان حق کرتے ہو کیا خدا کے ہاں جانا نہیں اس دروغگوئی کا وہاں کیا جواب دوگے۔ مولانا حافظ ابن حجر تو اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں اما طریق محمد بن جابر فذکرہا ابن الجوزی فی الموضوعات وقال عن احمد محمد بن جابر لا شئ ولا یحدث عنہ الا من ھو شر منہ تلخیص الحبیر (ص ۸۳)۔ دیکھا آپنے حافظ صاحب تو ابن جوزی کے قول کی تائید کرتے ہوئے اس حدیث کو موضوع فرمارہے ہیں اور امام احمد بن حنبل سے روایت کرتے ہیں کہ محمد بن جابر محض لاشئ ہے یعنی کچھ چیز نہیں ہے اور اس سے حدیث کی روایت کرنا ہی جو اس سے بھی بدتر ہے القول المسدد حیدرآباد میں طبع ہو چکی ہے نایاب نہیں ہے اس میں حافظ صاحب کا قول اس حدیث کے متعلق کہیں موجود نہیں ہے بلکہ "القول المسدد" صفحہ ۴۸ پر ختم ہو گئی ہے۔ اس پر ایک حنفی مولوی مدراسی صبغۃ اللہ نامی نے ذیل لکھی ہے جو صفحہ ۴۹ سے شروع ہے البتہ اسمیں بصفحہ ۹۶ آپ کی تحریر موجود ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ قول حافظ ابن حجر کا نہیں ہے بلکہ آپ کے ہم مشرب ایک عالم حنفی کا ہے ولا اعتبار لہ مولانا جب ترمذی میں بطریق محمد بن جابر، یہ حدیث ہی موجود نہیں تو ترمذی سے تحسین کیسی۔ پہلے ترمذی میں اس حدیث کو بطریق محمد بن جابر ثابت کیجیے اس کے بعد تحسین پیش کرنا چاہیے۔ مگر افسوس آپ اس سے عاجز ہیں ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا۔ پس یہ حدیث موضوع ہے اور موضوع قابل حجت نہیں۔ اور یہ بھی آپکی تحریر غلطی و دھوکہ دہی پر مبنی ہے کہ درایہ تلخیص زیلعی میں دارقطنی سے تصحیح نقل کی ہے۔ مولانا درایہ موجود ہے۔ دارقطنی بھی ناپید نہیں اگر اس حدیث کی تصحیح آپ ان دونوں کتابوں سے ثابت کردیں تو آپ سچے ورنہ جھوٹ لکھکر کیوں بندگان خدا کو دھوکہ دیتے ہو دیکھو مکرر غور سے دیکھو درایہ (ص ۸۳)۔ و دارقطنی (ص ۱۱۱) میں اس حدیث کی تضعیف موجود ہے یا تصحیح جناب یہ دروغ گوئی آپکا قدیمی ورثہ ہے جو آپکو بھی وراثۃً ملا ہے لہذا آپ بھی اس سے نفع اٹھا رہے ہیں۔ لیکن یہ نفع چند روزہ ہے دربار رب العزت میں اس نفع دنیوی کی ساری کسر نکلجائیگی۔

قولہ (ص ۵۴) اور عام طور پر ابوداؤد کے ہندی و مصری نسخوں میں ابوداؤد کا سکوت بھی اس پر دال ہے

اقول ابوداؤد کے قدیمی نسخہ کو تلاش کیجیے پھر فرمائیگا کہ ابوداؤد ساکت ہیں یا کچھ جرح

دہ بیان صحیح

فرما رہے ہیں جدید نسخوں میں ہندوستانی ہوں خواہ مصری کسی چالاک اور دشمن حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چالاکی کی ہے۔ کہ اس عبارت ابو داؤد کو حذف کر دیا ہے۔ جو ہم نے ابو داود سے نقل کی ہے۔ کیونکہ ان لوگوں کا طرز عمل گویا موروثی ہے۔ جیسا کہ ابن ماجہ جو مطبع فاروقی میں بتصحیح مولوی فخرالحسن صاحب طبع ہوئی تھی اس کے صفحہ ۶۱ میں حدیث من کان له امام فقرأة الامام له قرأة کو دیکھو اسکی سند میں جابر جعفی کذاب اور اس کے استاد ابو زبیر ثقہ کے درمیان ایک واو بڑھا کر انہیں ہم سبق بنا دیا گیا ہے۔ حالانکہ قدیمی نسخوں میں ابن ماجہ کے اس جگہ واو نہیں اور اب جو مطبع نظامی میں طبع ہوئی ہے اسمیں بھی اس غلطی کو دور نہیں کیا گیا بلکہ وہی واو اسمیں بھی موجود ہے۔ حالانکہ ابن ماجہ مطبع فاروقی دہلی کے حاشیہ پر زیلعی وغیرہ سے اسکی تصحیح موجود ہے۔ اور اس حدیث کو مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نے بھی تعلیق الممجد حاشیہ مؤطا امام محمد اور امام الکلام میں بھی نقل کیا ہے۔ اور دارقطنی وطحاوی میں بھی یہ حدیث موجود ہے لیکن کسی میں بھی جابر جعفی اور ابی الزبیر کے درمیان واو نہیں ہے۔ و نیز ابو داؤد جو بتصحیح مولوی محمود الحسن صاحب مطبع مجتبائی دہلی میں طبع ہوئی ہے اسمیں سورہ فاتحہ خلف امام کے متعلق اصل باب کو حاشیہ پر لکھدیا گیا ہے اور اصل کتاب میں باب من کرہ القرأة بفاتحۃ الکتاب اذا جہر الامام بڑھا دیا گیا ہے۔ حالانکہ ابو داؤد کے کسی نسخہ قدیمی میں یہ باب موجود نہیں ہے۔ اب مکرر رجب ۱۳۴۶ھ میں بھی مطبع مجتبائی میں طبع ہوئی اب بھی اسکی کسی قدیم نسخہ سے تصحیح نہیں کی گئی۔ علی ہذا القیاس بیہقی جو حیدر آباد دکن میں چھپی ہے اسمیں بھی باب من قال بترك المأموم القراءة فیما جھر فیه الامام بالقراءة صفحہ ۱۵۸ حدیث ابو ہریرہ میں قرأ ناس مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی صلوۃ یجھر فیھا بالقراءۃ اصل کتاب میں یہ الفاظ ہیں لیکن (۱) یہ تشکل بنا کر بام القرآن کا نسخہ اضافہ کیا ہے حالانکہ یہ حدیث کتاب القرأۃ بیہقی میں اور مؤطا امام محمد اور دیگر کتابوں میں موجود ہے کسی میں لفظ "بام القرآن" موجود نہیں ہے۔ اور لفظ بام القرآن کا اس حدیث میں کوئی قرینہ بھی نہیں ہے جس سے یہ پایا جاوے کہ لفظ بام القرآن ہونا چاہیے۔ اسی طرح پر حدیث رفعیدین ابن عمر والی جس میں فما زالت تلك صلوته حتی لقی اللہ تعالی اس حدیث کو شوق نیموی۔ اور حافظ زیلعی

وحافظ ابن حجر وامام شوکانی وغیرہ سنن بیہقی سے نقل کرتے چلے آرہے ہیں۔ مگرافسوس کہ سنن کبریٰ بیہقی جو حیدرآباد دکن کی مطبوعہ ہے اسمیں یہ حدیث موجود نہیں ہے اب فرمائیے کیا کیجاوے جب مشہور مشہور حدیث وبابوں کے متعلق جدید مطبوعہ کتب کی یہ حالت ناگفتہ بہ ہے تو نہ معلوم آیندہ کتب حدیث کا کیا حال ہونیوالا ہے۔ علماء اہلحدیث وارباب تحریر اس طرف توجہ کرتے نہیں۔ خواب غفلت میں مدہوش ہیں یاران ذوی الاقتدار جو شب و روز حدیثوں کی قطع وبرید میں لگے ہوئے ہیں انکی بن آئی ہے وہ جو جی چاہیں کتب حدیث میں تحریف کریں۔ کانفرنس اہلحدیث کو اس طرف توجہ کرنی چاہیے ورنہ خدا کے ہاں جواب دہ ہونگے۔

آمدم برسر مطلب۔ مولانا قدیم نسخہ ابو داؤد میں یہ عبارت موجود ہے ملاحظہ فرمائیے۔ حافظ ابن حجر تلخیص ص۴۳ میں لکھتے ہیں قال ابوداؤد لیس ھو بصحیح۔ اور تحفۃ الاحوذی ج۱ ص۲۲ میں حافظ ابن عبدالبر کا قول فان اباداؤد قال ھذا حدیث مختصر من حدیث طویل ولیس بصحیح علی ھذا المعنی تحریر فرمایا ہے۔ اور عون المعبود ص۲۷۳ میں ہے واعلم ان ھذہ العبادۃ موجودۃ فی نسختین عتیقتین عندی۔ یعنی میرے پاس دو نسخہ قدیمی ابو داود کے ہیں جنمیں یہ عبارت موجود ہے۔ اور نیل الاوطار ج۲ ص۱۹۲ میں ہے وتصریح ابی داؤد بانہ لیس بصحیح۔ اور سب سے زیادہ معتبر شہادت صاحب مشکوٰۃ کی ہے جنہوں نے حدیث عبداللہ ابن مسعود کے بعد وقال ابوداؤد لیس ھو بصحیح علی ھذا المعنی تحریر فرمایا ہے۔ اور ملا علی قاری حنفی نے بھی شرح مشکوٰۃ مرقاۃ ص۔۔ میں لیس ھو بصحیح کو تسلیم کیا ہے غرض ان چھ شہادتوں سے معلوم ہوا کہ ابو داؤد کے قدیمی نسخوں میں اس حدیث کے بعد لیس ھو بصحیح ضرور ہے۔ اور حاشیہ پر کاتب کی غلطی سے یہ عبارت تحریر ہوئی ہے۔ کتابت میں کاتب سے سہو ہوگیا ہوگا۔ وقت تصحیح بسبب نہ گنجایش ہونیکے سطر میں حاشیہ پر لکھی گئی ہے۔ چنانچہ کتاب میں الا مرۃ کے بعد یہ علامت ۷ بنا کر حاشیہ پر بھی ۷ علامت لکھکر احدنا الیٰ اخرہ تک عبارت تحریر ہے۔ مولانا یہاں بھی دھوکہ دیتے ہو کہ چار ائمہ سے ضعیف نقل کی ہے چار سی نہیں بلکہ پندرہ ۱۵ ائمہ حدیث نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے ان کے نام ہم نے اوپر ص۹ تحریر کردئے ہیں فانظر الیہ۔ لہذا اس حدیث کا شرط شیخین پر صحیح ہونا تو درکنار بلکہ باتفاق جمیع محدثین ضعیف ہے۔

قولہ ص۵ اعتراض چہارم بخاری اور ابوحاتم نے سفیان ثوری کی طرف وہم کی نسبت کی ہے الخ

اقول جواب الجواب (۱) مولانا یہ دہوکہ دہی شان علماء سے بعید ہے آپ ہی کے مذہب کے جہلاء آپ کے دام تزویر میں آجائینگے لیکن اہلحدیث ماشاء اللہ خوب جانتے ہیں کہ یہ یاروں کی گپ ہے صحیح اور سچی بات تو کبھی لکھنا جانتے ہی نہیں - اگر یار لوگ صحیح اور سچی بات لکھدین اور زبان سے کہدیں تو یہ تفرقہ بازی اور جھگڑا فساد ہی کیوں برپا ہو - اسواسطے اہلحدیث آپ کے چکمہ میں نہیں آئینگے - ملاحظہ فرمائیے مولانا دونوں روایتوں میں عاصم ایک ہی ہے یعنی عاصم بن کُلَیب اور دونوں حدیثیں ایک ہی ہیں - ابن ادریس کی حدیث مطول ہے اور سفیان کی حدیث مختصر ہے - چنانچہ ابوداؤد میں بعد روایت ابن مسعود بطریق سفیان عن عاصم بن کلیب الفاظ موجود ہیں هذا الحدیث مختصر من حدیث طویل ولیس هو بصحیح علی هذا اللفظ - اور آپنے جو تحریر فرمایا ہے کہ ابن ادریس کی کتاب میں جو روایت "عن عاصم" ہے وہ اور ہے اور ثوری کی روایت "عن عاصم" اور ہے بلا دلیل آپکا یہ قول قابل حجت نہیں - (۲) اسکا جواب تین وجہ پر ہے (۱) جب آپ یہ تسلیم کرچکے کہ دونوں روایتیں ایک ہی ہیں - تو یہ معلوم کرلیجیے کہ سفیان کی روایت مرجوح اور ابن ادریس کی روایت کو ترجیح ہوگی - اگرچہ یہ بات مسلم ہے کہ سفیان صرف ایک ابن ادریس سے احفظ ہیں لیکن ابن ادریس کے ساتھ ایک جماعت نے اس حدیث کو عاصم سے روایت کیا ہے اور کسی نے لفظ ثم لم یعد نہیں روایت کی جیسے کہ علل الحدیث لابن ابی حاتم ص۹۶ میں ہے - روی هذا الحدیث عن عاصم جماعة فقالوا کلهم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم افتتح فرفع یدیہ (الی آخرہ) ولم یقل احد ما رواہ الثوری انتہی - پس سفیان ثوری نے مخالفت اکیلے ابن ادریس کی نہیں کی بلکہ ایک جماعت کے مخالف ہیں - اور ایک جماعت کے مقابل وہ احفظ نہیں ہیں - (۲) امام بخاری نے اپنے رسالہ رفعیدین ص۲ میں لکھا ہے کہ کہا امام احمد بن حنبل نے کہ یحیی بن آدم نے کہا کہ دیکھی میں نے کتاب عبداللہ بن ادریس کی اسمیں حدیث عن عاصم بن کلیب ہے - لیکن لفظ ثم لم یعد اسمیں نہیں ہے - پس یہ زیادہ صحیح ہے کیونکہ کتاب زیادہ محفوظ اور قابل اعتبار ہے اہل علم کے نزدیک - اور کتاب الاعتبار حازمی ص۵ میں ہے الرابع والعشرون ان یکون راوی

احد المحدثین مع حفظہ صاحب کتاب یرجع الیہ والراوی الآخر حافظ غیر انہ لا یرجع الی کتاب فالحدیث الاول اولیٰ ان یکون محفوظا لان الخاطر قد یخون احیانا وقال علی بن المدینی قال لی سیدی احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ لا تحدثن الا من کتاب۔ حاصل یہ کہ حدیث صاحب کتاب کی محفوظ اور زیادہ قابل اعتبار ہے اس سے جو بغیر کتاب صرف اپنے حافظہ سے بیان کرتا ہے ممکن ہے کہ کبھی حافظہ میں غلطی ہو جائے اور امام احمد بن حنبل نے علی بن مدینی کو وصیت کی تھی کہ بغیر کتاب حدیث مت بیان کرنا (۳) ابن ادریس مدلس نہیں ہیں۔ اور سفیان ثوری کے متعلق تقریب صفحہ ۹۶ میں لکھا ہے وکان ربما دلس پس سفیان پر شبہ تدلیس ہے۔ اور سفیان اس روایت کو عاصم سے بلفظ "عن" روایت کرتے ہیں اور عنعنہ مدلس کا مقبول نہیں۔ پس حدیث سفیان میں شبہ تدلیس موجود ہے اور حدیث ابن ادریس اس شبہ سے پاک ہے۔ لہذا روایت ابن ادریس کو ان تین وجہ سے روایت سفیان پر ترجیح ہوگی۔

قولہ صفحہ ۳ غایت ما فی الباب ثم لم یعد سفیان کی زیادتی ہوگی اور زیادتی ثقہ کی مقبول ہوتی ہے الخ

اقول زیادتی ثقہ ہر جگہ مقبول نہیں چنانچہ زیلعی صفحہ ۱ میں ہے فلنا لیس ذلک ای قبول الزیادۃ من الثقۃ مجمعا علیہ بل فیہ خلاف مشہور الخ یعنی زیادۃ ثقہ کے مقبول اور صحیح ہونے میں محدثین کا اجماع واتفاق نہیں ہے بلکہ اسمیں اختلاف مشہور ہے پس بعض لوگ زیادۃ ثقہ کو مطلقاً قبول کرتے اور بعض لوگ مطلقاً قبول نہیں کرتے ہیں اور صحیح تفصیل اسمیں یہ ہے کہ زیادۃ ثقہ کی بعض مقام میں مقبول ہے اور بعض مقام میں نہیں اور جس نے حکم عام کیا ہے اس نے غلطی کی ہے اور عموما ہر مقام میں زیادۃ ثقہ مقبول نہونیکی وجہ یہ ہے کہ بعض وقت ثقہ سے بھی وہم اور غلطی ہو جاتی ہے اسی واسطے کہا گیا ہے ان الثقۃ قد یغلط اور یہی وجہ ہے کہ بعض مقام میں زیادۃ ثقہ کی یقیناً خطا اور غلط ہوتی ہے اور بعض مقام میں اسکی خطا اور غلط ہونیکا ظن غالب ہوتا ہے اور بعض مقام میں اسمیں توقف کیا جاتا ہے انتہی۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ ثقات کے وہم اور غلطی کو دریافت کرنا اور ان کی زیادۃ کو بعض مقام میں صحیح اور مقبول ٹھہرانا اور بعض مقام میں غیر صحیح وغیر مقبول ٹھہرانا یا اسمیں توقف کرنا امام بخاری ہی جیسے ماہر فن حدیث کا کام ہے جنکو اللہ تعالیٰ نے فہم ثاقب وحفظ واسع اور معرفت مراتب رواۃ میں مہارت تامہ

صحیح وصم

اور اسانید ومتون میں ملکہ قویہ عطا کیا ہے یہی لوگ جس زیادتی کو مقبول ٹھیرائینگے وہی صحیح اور مقبول ہے اور جسکو غیر صحیح و غیر مقبول ٹھیرائیں وہ غیر صحیح و غیر مقبول ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر شرح نخبہ میں فرماتے ہیں۔ ثم الوھم ان اطلع علیہ بالقرائن فھذا ھو المعلل وھو من اغمض انواع علوم الحدیث وادقھا ولا یقوم بہ الا من رزقہ اللہ تعالیٰ فھما ثاقبا وحفظا واسعا ومعرفۃ تامۃ بمراتب الرواۃ وملکۃ قویۃ بالاسانید والمتون ولھذا لم یتکلم فیہ الا قلیل من اھل الشان کعلی بن مدینی واحمد بن حنبل والبخاری ویعقوب بن ابی شیبۃ وابی حاتم وابی زرعۃ والدارقطنی انتھی۔ پس زیادۃ ثقہ کو مقبول اور صحیح ٹھیرانا اور غیر مقبول و غیر صحیح ٹھیرانا یہ انہی محدثین کا کام ہے جنکو اللہ تعالیٰ نے اس کام کیلئے پیدا کیا ہے نہ فقہاء احناف کا کیونکہ یہ لوگ نہ محدث ہیں اور نہ محدثین کے طریقہ پر باسند حدیث کا اخراج کرتے ہیں۔ جیسا کہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نے امام الکلام صـ۱۳۴ میں لکھا ہے ثم لا عبرۃ بنقل صاحب النھایۃ ولا لبقیۃ شراح الھدایۃ فانھم لیسوا من المحدثین ولا اسندوا الحدیث الی احد من المخرجین انتھی و رغیث الغمام صـ۱۳۳ میں ہے ویدفع بان جلالۃ قدرہ فی الفقہ لا یستلزم قبول قولہ ونقلہ فی الروایات الحدیثیۃ فکم من فقیہ جلیل وصوفی نبیل متساھل فی باب الروایۃ الحدیثیۃ فلکل فن رجال ولکل مقام مقال انتھی۔ غرض کہ حدیث کو صحیح وضعیف کہنا اور زیادۃ ثقہ کو صحیح و مقبول ٹھیرانا یا غیر صحیح و غیر مقبول ٹھیرانا.. محدثین کا کام ہے۔ چونکہ اس حدیث میں زیادۃ ثم لم یعد کو نقاد حدیث نے غیر محفوظ ہونیکا حکم لگایا ہے۔ لہذا یہ زیادتی غیر مقبول ہے۔

صـ۵۵
قولہ (۴) بخاری اور ابو حاتم سفیان کا وہم کہتے ہیں اور ابن قطان وکیع کا وہم کہتے ہیں الخ

اقول آپکا یہ قول (کہ اس تعارض کی بنا پر یہ اقوال قابل اعتماد نہ رہے) بلا دلیل قابل اعتبار نہیں جبکہ تمام حفاظ و نقاد حدیث بالاتفاق اس حدیث پر یہ حکم صادر کر چکے کہ اس حدیث میں لفظ ثم لم یعد غیر محفوظ ہے اور یہ راوی کا وہم ہے اور اختلاف صرف اس امر میں ہے کہ وہم کس راوی کا ہے۔ کوئی کسی کا کہتا ہے کوئی کسی کا کہتا ہے تو یہ اختلاف اس امر کو مستلزم نہیں کہ ان حفاظ ونقاد حدیث کا یہ قول کہ لفظ "ثم لم یعد" اس حدیث میں غیر محفوظ ہے قابل اعتبار

واعتماد نہو سکے ۔ نہیں بلکہ انکا قول ضرور قابل اعتماد واعتبار ہے ۔ کیونکہ یہ حفاظ ونقاد حدیث کوئی معمولی شخصیت کے آدمی نتھے ۔ بلکہ فن حدیث وعلل واسناد میں معرفت تامہ وملکہ قویہ رکھتے تھے ۔ جیساکہ ہم اوپر شرح نخبہ سے بیان کر چکے ہیں ۔ یہ حفاظ ونقاد حدیث اگر کسی حدیث کے متعلق بالاتفاق یہ فتویٰ صادر کر دیں کہ یہ حدیث معلول ہے تو فتویٰ مقبول ہے اگرچہ تعیین تعلیل میں اختلاف ہو ۔ مولانا یہ علل کون نکال رہے ہیں یہ علل وہی لوگ نکال رہے ہیں جو نقاد وصراف حدیث کہلاتے ہیں ۔ حدیث کی صحت وضعف کا دارومدار انہی کے اقوال پر موقوف ہے ۔ یہ حفاظ حدیث جس حدیث کو صحیح کہدیں وہ صحیح ہے اور جسکو ضعیف کہدیں وہ ضعیف ہے ۔ ظاہراً اگرچہ کیسے ہی رجال ثقہ ہوں ۔ یہ لوگ ظاہر بین نتھے بلکہ ماہر فن تھے ۔ علل و اسناد میں گہری نظر رکھتے تھے ۔ جس حدیث میں جو علت دیکھی بیان کر دی ۔ لہذا ان کے فیصلہ کو کوئی رد نہیں کر سکتا ۔

ص۵۵

قولہ اور خود ابن عمر کی روایتیں معارض ہوں ۔ الخ

اقول مولانا ابن عمر کی روایتیں ہرگز معارض نہیں ۔ ابن عمر سے کوئی حدیث ترک رفع میں بسند صحیح ثابت نہیں ۔ اولاً کوئی حدیث ابن عمر سے ترک رفع میں بسند صحیح پیش کیجئے پھر فرمائیگا کہ ابن عمر کی روایتیں معارض ہیں ۔ جب صحیح حدیث آپ ابن عمر سے ترک رفع میں پیش نہیں کر سکتے تو معارض کہکر کیوں مخلوق خدا کو دھوکہ دیتے ہو کچھ تو خوف خدا چاہیے اور یہ بھی واضح رہے کہ مدینہ طیبہ کے تابعین کا عمل رفعیدین ہی تھا کسی تابعی کا نام آپ نے تحریر نہیں فرمایا کہ فلاں تابعی مدینہ طیبہ کا ترک رفع کا عامل تھا ۔ کیا آپکو امام اوزاعی اور امام ابو حنیفہ کا مناظرہ (جو آپ ہی لوگوں کا من گھڑت قصہ ہے) یاد نہیں ۔ جس وقت امام اوزاعی نے مکہ معظمہ میں امام ابو حنیفہؒ سے فرمایا تھا مابالکم لا ترفعون ایدیکم فی الصلوٰۃ عند الرکوع وعند الرفع منہ الخ یعنی اے عراق والو کیا حال ہے تمہارا کہ تم رکوع میں جاتے اور اس سے سر اٹھاتے وقت نماز میں رفعیدین نہیں کرتے ہو ۔ امام اوزاعی کے اس فقرہ کا یہ مطلب ہوا کہ حرمین شریفین کے لوگ تو نماز میں رفعیدین کرتے ہیں اور صرف تم عراقی لوگ رفعیدین کیوں نہیں کرتے ہو ۔ ورنہ امام اوزاعی ازراہ تعجب اہل عراق کو مخصوص کر کے دریافت نکرتے

اور امام ابو حنیفہ بھی اس تخصیص کو تسلیم نہ کر لیتے بلکہ فوراً جواب میں فرماتے کہ اہل عراق کی کیا خصوصیت ہے خود حرمین شریفین کے لوگ بھی تو رفع یدین نہیں کرتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اسوقت کے علمار حرمین شریفین کے بلا خلاف رفع یدین کرتے تھے۔ پس یہ کہنا کہ ابن عمر کی روایت کے خود مدینہ طیبہ کا عمل تابعین کا مخالف ہو۔ عدم واقفیت یا تعصب فی المذہب کی دلیل ہے۔

قولہ صفحہ ۵۵ (۵) غایت سے غایت سفیان کی روایت کو ابن ادریس کی روایت سے تعارض ہوگا الخ

اقول اسکا جواب بضمن جواب اعتراض چہارم (۲) میں ملاحظہ فرمائیے۔ اور ابو داؤد کی عبارت هذا مختصر من حديث طويل وليس بصحيح على هذا اللفظ اس عبارت کی کیفیت ہم اوپر بیان کر چکے ہیں صفحہ ۳۲ اور قدیمی نسخہ ابو داؤد سے ثابت کر چکے ہیں کہ یہ عبارت ابو داود کے قدیمی نسخوں میں موجود ہے۔ جدید نسخوں میں یہ تحریف کی گئی ہے کہ یہ عبارت حذف کر دی گئی ہے

عـه
مولانا طویل صحیح ہے آپنے جو طول لکھا ہے وہ غلط ہے
۱۲

قولہ صفحہ ۵۶ اعتراض پنجم ابن مسعود بھول گئے ہوں الخ

اقول مولانا جیسے اعتراض پنجم کا مضمون آپ اہلحدیث پر چسپاں کرتے ہیں اسی طرح آپ پر بھی چسپاں ہوتا ہے۔ کیونکہ تطبیق ابتدار میں شروع تھی بعد میں منسوخ ہو گئی اور گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کا حکم دیا گیا جو آخر تک یہی ثابت رہا تطبیق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ اور عبداللہ بن مسعود ہمیشہ آپ کے قریب کھڑے ہوتے و نیز جملہ اقوال و افعال میں مشابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ پھر کیا وجہ کہ عبداللہ بن مسعود رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کے مشابہ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نتھے۔ اور ہمیشہ تطبیق انکا مذہب رہا اور بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تطبیق ہی پر عامل رہے۔ اور یہی فتوی دیتے تھے اور فرماتے تھے فاذا ركع احدكم فليفعل هكذا وطبق يديه ثم ليفرش ذراعيه بين فخذيه كانى انظر الى اصابع رسول الله صلى الله عليه وسلم رواه الطحاوی صفحہ ۱۳۵۔

عـه
پھر کبھی صحیح

عبداللہ بن مسعود کے قول کانی انظر سے یا تو یہ پایا جاتا ہے کہ بعد نسخ تطبیق آپنے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کی طرف دیکھا نہیں اگر آپ دیکھتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے دیکھکر یقیناً تطبیق کو ترک کر دیتے۔ لیکن

چونکہ آپنے نظر نہیں کی اسوجہ سے ہمیشہ آپکا عمل تطبیق پر رہا۔ یا یہ معلوم ہوتا ہو کہ آپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف نظر تو کی لیکن آپکو تطبیق ہی یاد رہی جیساکہ قبل نسخ تھی اور بعد نسخ کے جو فعل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا وہ آپ بھول گئے۔ یا یہ بات ہو کہ بعد نسخ تطبیق کے آپنے آخر عمر میں تطبیق کی ہو اور ابن مسعود نے اسکو دیکھا ہو یہ تین شقیں ہیں۔ سو شق سوم کسی کا مذہب نہیں کہ بعد نسخ آخر عمر میں پھر آپنے تطبیق کی اور شق اوّل باطل ہو کیونکہ عبداللہ بن مسعود نے نسخ تطبیق کے بعد مدت دراز تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پنجگانہ ادا کی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صف اوّل میں اپنے قریب کھڑا کرتے تھے تاکہ افعال نماز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد رکھیں پس بعد نسخ تطبیق انگلیوں کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نظر نہ کرنا حالانکہ قبل نسخ تطبیق نظر کرتے تھے فھذا بعید جدًا پس شق ثانی باقی رہگئی وھو النسیان جب دربارہ تطبیق آپ نسیان کے قائل ہیں تو عدم رفع میں نسیان کے قائل نہونیکی کیا وجہ ہو۔ اور ابن مسعود کیطرف صرف پانچ واقعات میں غلطی کا بیان کرنا بھی غلط ہو۔ اگر آپ زیلعی یا تعلیق الممجد ہی ملاحظہ فرما لیتے تو ایسی فحش غلطی آپسے صادر نہو تی۔ زیلعی صفحہ ۔ موطا امام محمد صفحہ ۔ بیہقی ... سنن کبری قال الفقیہ ابوبکر بن اسحاق ھذہ علۃ لا یساوی سماعھا لان رفع الیدین قد صح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم عن الخلفاء الراشدین ثم عن الصحابۃ والتابعین ولیس فی نسیان ابن مسعود ولذلک ما یستغرب قد نسی ابن مسعود من القرآن ما لم یختلف المسلمون فیہ بعد وھی المعوذتان ونسی ما اتفق العلماء علی نسخہ کالتطبیق ونسی کیف قیام الاثنین خلف الامام ونسی ما لم یختلف العلماء فیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی الصبح یوم النحر فی وقتھا ونسی کیفیۃ جمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعرفۃ ونسی ما لم یختلف العلماء فیہ من وضع المرفق والساعد علی الارض فی السجود ونسی کیف کان یقرأ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وما خلق الذکر والانثی واذا جاز علی ابن مسعود ان ینسی مثل ھذا فی الصلوۃ کیف لا یجوز مثلہ

فی الرفع الیدین - یعنی کہا ابوبکر بن اسحاق فقیہ نے کہ یہ سبب (عبداللہ بن مسعود کا رفعیدین نکرنا) حدیث رفع کے مساوی نہیں ہوسکتا کیونکہ رفعیدین کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین پھر صحابہ وتابعین سے صحیح طور پر ثابت ہے اور عبداللہ بن مسعود کا اسکو بھول جانا کچھ تعجب کی بات نہیں کیونکہ عبداللہ بن مسعود معوذتین کا قرآن میں ہونا بھول گئے جس پر تمام مسلمانوں کا ابتک اتفاق ہے - اور ایسے ہی نماز میں تطبیق کا منسوخ ہونا بھول گئے جسپر تمام علماء کا اتفاق ہے - اور اس مسئلہ کو بھول گئے کہ دو آدمی امام کے پیچھے کیونکر کھڑے ہوں - اور وہ مسئلہ بھول گئے جسپر تمام علماء متفق ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم النحر کو صبح کی نماز وقت پر پڑھی اور وہ مسئلہ یاد نہیں رہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں کس طرح جمع کیا تھا - اور حالت سجدہ میں زمین پر ہاتھ رکھنا بھول گئے جو بلا اختلاف علماء رہے اور آیۃ وما خلق الذکر والانثی بھول گئے کہ کس طرح پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تھی - جب عبداللہ بن مسعود (ان سات باتوں کو) بھول گئے تو رفعیدین کا بھول جانا کیونکر جائز نہیں ہوسکتا ہے - جناب رفعیدین کے علاوہ یہ سات مسئلہ ہوئے اور آٹھواں رفعیدین کا آپ صرف پانچ بیان کرتے ہیں یہ لوگ سچے ہیں یا آپ اور کتاب الآثار امام محمد میں ہے

اخبرنا ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن علقمۃ بن قیس والاسود بن یزید قال کنا عند ابن مسعود اذا حضرت الصلوٰۃ فقام یصلی فقمنا خلفہ فاقام احدنا عن یمینہ والاخر عن یسارہ ثم قام بیننا فلما فرغ قال ھکذا اصنعوا اذا کنتم ثلاثۃ وکان اذا رکع طبق وصلی بغیر اذان ولا اقامۃ قال یجزی اقامۃ الناس حولنا قال محمد ولسنا ناخذ بقول ابن مسعود

یعنی امام محمد کہتے ہیں کہ مجھ سے امام ابوحنیفہ نے روایت کی حماد سے اور انہوں نے ابراہیم سے انہوں علقمہ اور اسود سے ان دونوں نے کہا ہم تھے عبداللہ بن مسعود کے پاس جب نماز کا وقت ہوا وہ نماز کو کھڑے ہو گئے اور ہم لوگ پیچھے کھڑے ہو گئے تو انہوں نے ہم میں سے ایک کو داہنی طرف اور دوسرے کو بائیں طرف کھڑا کیا اور درمیان میں آپ کھڑے

فی الثلاثۃ - | ہو گئے پس جب نماز سے فارغ ہو گئے تو
تو فرمایا جب تم تین آدمی ہوا کرو تو نماز میں اسی طرح کیا کرو اور عبد اللہ بن مسعود نے رکوع
میں تطبیق کی اور بغیر اذان و تکبیر کے نماز پڑہی اور فرمایا محلہ والوں کی تکبیر کافی ہے - امام محمد کہتے
ہیں کہ ہم لوگ یہ تینوں مسئلہ عبد اللہ بن مسعود کے نہیں مانتے - دیکھیے اس حدیث میں بھی
حماد - ابراہیم - علقمہ - عبد اللہ بن مسعود ہیں اور امام ابو حنیفہ نے بوجہ مخالفت اور
دوسری روایتوں کے اسکو نہ مانا - حالانکہ ان سے زیادہ رواۃ رفعیدین کے ہیں کما مر
اس حدیث میں ایک مسئلہ کا اور اضافہ ہوا کہ بلا تکبیر نماز پڑہائی اور رفعیدین تکبیر تحریمہ
کے وقت بھی اس سے ثابت نہیں - کیونکہ اسکا اسمیں ذکر نہیں - ان مسئلوں
میں عبد اللہ بن مسعود کی وہ فضیلت و اوصاف جو آپنے تحریر فرمائے ہیں کہاں گئے کیا
رفعیدین ہی کے بارہ میں وہ فضیلت و اوصاف بیان کیے جاتے ہیں اور آپ عبد اللہ
بن مسعود کی حدیث نہ مانیں تو کچھ حرج نہیں فما ہو جوابکم فہو جوابنا - نیز ابن مسعود
سے کل ۸۴۸ احادیث مروی ہیں اوسی میں حدیث ترک رفع بھی شامل ہے " کذا فی
تجرید اسماء الصحابہ " آپنے کسی کتاب کا حوالہ نہیں لکھا اسماء الرجال کی کس کتاب میں
لکھا ہے کہ عبد اللہ بن مسعود سے علاوہ ترک رفع کے ۸۴۸ حدیثیں مروی ہیں بلا دلیل آپکا قول
نا قابل اعتبار ہے - اور ہر حدیث عبد اللہ بن مسعود کی محل شبہ نہیں بن سکتی ہے محل
شبہ صرف وہی حدیث بنیگی جسکو صراف و نقاد حدیث محل شبہ بنائینگے - جب نقاد حدیث
اس حدیث کو ضعیف بیان کر چکے تو اب کس کی جرأت ہے کہ وہ انکی تردید میں قلم چلائے
اگر کوئی ناآشنائے فن حدیث محدثین کی مخالفت پر آمادہ بھی ہو جائے تو اسکی مانتا کون ہے

قولہ صفحہ خود جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعات نسیان ثابت ہیں -
اقول شاباش مولانا یہ آپ ہی کی ہمت ہے کہ ایک امتی شخص کے نسیان کو رسول اکرم صلعم
کے نسیان سے مطابقت دیتے ہیں افسوس جناب آپکو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلعم معصوم
تھے نبی تھے تبلیغ دین الٰہی آپکا کام تھا آپکا نسیان قیام پزیر نتھا معًا بذریعہ وحی آسمانی
اُسکا تدارک ہو جاتا تھا - اگر ایسا نہوتا تو کار رسالت میں بہت نقصان واقع ہوتا - اور

ماسوا آپ کے کل کا نسیان قیام پذیر ہے۔ اسکی تلافی محال ہے۔ افسوس۔ کہ آپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابن مسعود کے نسیان کو میزان کے ایک ہی پلہ میں رکھا ہے۔ کیا یہ تحقیر شان شفیع المذنبین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے فاعتبروا۔

ابن مسعود کا نسیان خاص رفعیدین میں ہی کیا موقوف ہے تو مسئلو نیں تو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اور ملاحظہ فرمائیے۔ عبداللہ بن مسعود کے نزدیک سفر میں اگر کوئی شخص جنبی ہوجائے اور پانی نہ ملے تو وہ تیمم کرکے نماز نہ پڑہے اگرچہ ایک مہینہ تک پانی نہ ملے۔ بخاری حالانکہ حدیث عمار اور کتاب اللہ کی نص صریح فلم تجدوا ماءً فتیمموا صعیداً طیباً۔ موجود ہے لیکن وہ اسکے خلاف فتوی دیتے تھے تو اب مولانا ایمان وانصاف سے کہنا کیا یہاں بھی دلالت علی النسخ ہے۔ اگر آپکا مذہب بھی یہی ہے جیساکہ عبداللہ بن مسعود کا تب تو خیر ورنہ مولانا دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ کہنا ہوگا کہ حدیث عمار و آیۃ تیمم انکو معلوم نہوئی یا یہ کہنا ہوگا کہ ان سے سہو ہوا۔ اگر آپ اسکو نہیں مانتے ہیں تو یہ کہنا ہوگا کہ انہوں نے عمداً ایسا کیا ہوگا۔ تو اس صورت میں اس کے متعلق اپنی ضمیر ہی سے خود فتوی لے لیجئے اگر آپکا خیال یہی ہے کہ نسیاناً نہیں ہوا بلکہ عمداً پر محمول ہے تو مولانا آپ باب رفض کو مفتوح کرتے ہیں علی ہذا القیاس معوذتین وغیرہ کو بھی نسیان پر محمول نکرینگے تو عمداً اس کے منکر ہونگے۔ اس صورت میں کیا سوء ادبی نہیں ہے جو نسیان کو سوء ادبی پر محمول کیا جاتا ہے۔

مولانا خدا کا خوف کرنا چاہیئے اور ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون کے مصداق نہ بنئے۔

قولہ پس عبدالرحمن بھی ممکن اللقاء والسماع ٹھیرے الخ (صفحہ ۵)

اقول جب محدثین یہ فیصلہ کر چکے کہ عبدالرحمن کا لقاء وسماع علقمہ سے ثابت نہیں تو آپ کے امکان عقلی سے کچھ کام نہیں بنتا ہے۔ ابراہیم نخعی کے لقاء ثابت ہونے سے عبدالرحمن کی لقاء لازم نہیں۔ لقاء وعدم لقاء دونوں کا احتمال ہوا۔ اور صحت حدیث میں ممکن اللقاء سے کام نہیں بنتا ہے۔ پس حدیث ابن مسعود ضعیف اور غیر ثابت رہی۔ اور کلام محدثین صحیح وثابت رہا۔

قولہ صفحہ (۴) حدیث براء ابن عازب مرفوع صحیح صریح ترک رفعیدین الخ

اقول کہ یہ حدیث ابو داؤد میں دو سندوں سے موجود ہے۔ ایک کا دارومدار یزید بن ابی زیاد پر ہے اور دوسری میں محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ ہیں اور یہ دونوں ضعیف ہیں۔ پہلی حدیث میں لفظ "ثم لا یعود" ہے۔ افسوس ابو داؤد سے یہ حدیث تو آپنے نقل کر دی مگر اس کے آگے جو فیصلہ ابو داؤد کا ہے وہ کیوں نہیں آپنے لکھا یہ انصاف و دیانت کے خلاف ہے ابو داؤد صفحہ ملاحظہ فرمائیے۔ حدثنا سفیان عن یزید نحو حدیث شریك لم يقل ثم لا يعود قال سفيان قال لنا بالكوفة بعد ثم لا يعود۔ قال ابو داؤد روى هذا الحديث هشيم وخالد وابن ادريس عن يزيد بن ابى زياد ولم يذكروا ثم لا يعود۔ اور ابو داؤد کے ایک نسخہ میں یہ عبارت موجود ہے قال ابن عيينة حدثنا بمكة يزيد بن ابى زياد عن ابن ابى ليلى عن البراء ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه فوق المنكبين قال سفيان ثم قدمت الكوفة فاذا هو يزيد فيه ثم لا يعود فلا ادرى اى التغوه اى شئ صنعوا به۔ یعنی صرف شریک نے یزید سے لفظ ثم لا یعود روایت کیا ہے۔ سفیان نے یزید سے روایت کی مثل روایت شریک کے اسمیں لفظ "ثم لا یعود" نہیں ہے۔ سفیان کہتے ہیں کہ مکہ میں جب مجھ سے یزید بن ابی زیاد نے یہ حدیث بیان کی تو اسمیں لفظ "ثم لا یعود" نہ تھا۔ جب میں کوفہ میں آیا تو یزید نے لفظ "ثم لا یعود" زیادہ کر دیا۔ اور ابو داؤد کہتے ہیں کہ اس حدیث کو ہشیم۔ خالد۔ ابن ادریس یزید بن ابی زیاد سے روایت کرتے ہیں۔ لیکن لفظ "ثم لا یعود" کو ذکر نہیں کرتے ہیں۔ اور امام بخاری نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ جن حفاظ نے پہلے سنا ہے جیسا کہ ثوری۔ شعبہ۔ زہیر انہوں نے "ثم لا یعود" ذکر نہیں کیا ہے۔ اور حافظ ابن حجر نے بھی درایہ میں یہی لکھا ہے اور دارقطنی میں ہے حدثنا خالد بن عبد الله عن يزيد بن ابى زياد عن عبد الرحمن بن ابى ليلى الخ اس میں بھی لفظ "ثم لا یعود" نہیں ہے۔ وانما لقن يزيد فى آخر عمره ثم لم يعد فتلقنه وكان قد اختلط۔ اور دارقطنی کی علی بن عاصم کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یزید کی زیادتی سے انکار کرتا ہے۔ قال على فلما قدمت الكوفة قيل لى ان

یزید حتی فاتیتہ فحدثنی بھذا الحدیث فقال حدثنی عبد الرحمن بن ابی لیلی عن البراء قال رائت النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین قام الی الصلوٰۃ فکبر ورفع یدیہ حتی ساوی بھما اذنیہ فقلت لہ اخبرنی ابن ابی لیلی انک قلت ثم لم یعد قال لا احفظ ھذا فعاودتہ فقال ما احفظہ ۔ اور بیہقی صفحہ ۷۷ میں ہے انبأ سفیان عن یزید بن ابی زیاد الخ اسمیں بھی "ثم لایعود" نہیں ہے قال سفیان ثم قدمت الکوفۃ فلقیت یزید فسمعتہ یحدث بھذا وزاد فیہ ثم لا یعود فظننت انھم لقنوہ اور اسی صفحہ میں ہے حدثنا الحمیدی حدثنا سفیان حدثنا یزید بن ابی زیاد بمکۃ فذکر ھذا الحدیث لیس فیہ ثم لایعود قال سفیان فلما قدمت الکوفۃ سمعتہ یحدث بہ فیقول فیہ ثم لایعود فظننت انھم لقنوہ وقال لی اصحابنا ان حفظہ قد تغیر ۔ اور عثمان دارمی کہتے ہیں قال سألت احمد بن حنبل عن ھذا الحدیث فقال لا یصح عنہ ھذا الحدیث قال وسمعت یحیی بن معین یضعف یزید بن ابی زیاد وقال ابو سعید الدارمی ومما یحقق قول سفیان بن عیینۃ انھم لقنوہ ھذہ الکلمۃ ان سفیان الثوری وزھیر بن معاویۃ و ھشیم وغیرھم من اھل العلم لم یجیئوا بھا انما جاء بھا من سمع منہ باٰخرۃ ۔ اور تلخیص الحبیر صفحہ ۸۳ میں ہے واتفق الحفاظ علی ان قولہ ثم لم یعد مدرج فی الخبر من قول یزید بن ابی زیاد ورواہ عنہ بدونہا شعبۃ والثوری وخالد الطحان وزھیر وغیرھم من الحفاظ وقال الحمیدی انما روی ھذہ الزیادۃ یزید ویزید یزید وقال یحیی بن محمد یحیی سمعت احمد بن حنبل یقول ھذا حدیث واھی قد کان یزید یحدث بہ برھۃ من دھرہ لا یقول فیہ "ثم لا یعود" فلما لقنوہ تلقن فکان یذکرھا وقال البزار لا یصح قولہ فی ھذا الحدیث ثم لا یعود اور درایہ صفحہ ۸۳ کے حاشیہ پر ہے ۔ اور زیلعی صفحہ ۲۱۰ میں ہے وقال ابن حبان فی الضعفاء یزید بن ابی زیاد کان صدوقًا الا انہ لما کبر تغیر فکان یلقن فیتلقن فسماع من سمع منہ قبل دخولہ الکوفۃ فی اول عمرہ سماع صحیح وسماع من سمع منہ فی اٰخر قدومہ الکوفۃ لیس بشیء اور امام شافعی نے کتاب الام مصری صفحہ ۹۰ جلد اول میں لکھا ہے فخالفنا بعض الناس فقال اذا افتتح الصلوٰۃ رفع حتی یحاذی

اذ نیہ ثم لا یعود یرفعهما فی شئ من الصلوٰۃ و احتج بحدیث یزید بن ابی زیاد قال الربیع اخبرنا الشافعی قال اخبرنا ابن عیینۃ عن یزید بن ابی زیاد عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن البراء بن عازب قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ قال سفیان ثم قدمت الکوفۃ فلقیت یزید بہا فسمعتہ یحدث بھذا و زاد فیہ "ثم لم یعد" وا راھم لقنوہ - اور زیلعی ص ۲۰۸ میں ہے وقال البیہقی سمعت الحاکم اباعبداللہ یقول یزید بن ابی زیاد کان یذکر بالحفظ فلما کبر ساء حفظہ فکان یقلب الاسانید ویزید فی المتون ولا یمیز وقال الحاکم ثم البیہقی عنہ بسندہ عن احمد بن حنبل قال ھذا الحدیث واھی قد کان یزید بن ابی زیاد یحدث بہ برھۃ من دھرہ فلا یذکر فیہ "ثم لا یعود" فلما لقن اخذہ فکان یذکر فیہ - ماحصل اس عبارۃ کا یہ ہے کہ لفظ "ثم لا یعود" مدرج فی الخبر ہے سوای شریک کے کسی نے اس لفظ کو روایت نہیں کیا ہے سفیان کا بیان ہے کہ جبتک یزید بن ابی زیاد مکہ میں یہ حدیث کرتا رہا اسوقت تک لفظ "ثم لا یعود" نہیں روایت کرتا تھا اور جب کوفہ میں آیا تب سے اس لفظ "ثم لا یعود" کو روایت کرنے لگا - اور عثمان دارمی کہتے ہیں کہ مینے اس حدیث کے بارہ میں امام احمد بن حنبل سے دریافت کیا تو فرمایا کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور کہا کہ میں نے سنا ہے یحیی بن معین یزید بن ابی زیاد کو ضعیف کہتے ہیں اور ثابت ہو گیا ہے قول سفیان بن عیینہ کا کہ لفظ "ثم لا یعود" بعد میں اضافہ کیا ہے کیونکہ سفیان ثوری - زہیر بن معاویہ - ہشیم وغیرہ اہل علم لفظ "ثم لا یعود" کو نہیں بیان کرتے ہیں - لیکن جن لوگوں نے آخر میں سنا ہے وہ اس کلمہ کو زیادہ کرتے ہیں - اور تمام حفاظ حدیث کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کلمہ "ثم لا یعود" مدرج فی الخبر قول یزید بن ابی زیاد کا ہے - اور شعبہ وغیرہ نے لفظ "ثم لا یعود" نہیں بیان کیا - امام حمیدی کا بھی یہی بیان ہے کہ یہ زیادتی یزید بن ابی زیاد کی ہے - اور امام یحیی بن محمد یحیی کہتے ہیں کہ مینے امام احمد بن حنبل سے سنا کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث واہی ہے - ایک عرصہ دراز تک یزید بغیر لفظ "ثم لا یعود" کے روایت کرتا رہا - اس کے بعد اس لفظ کا اضافہ کیا - اور امام بزار کہتے ہیں کہ لفظ "ثم لا یعود" اس حدیث میں صحیح نہیں ہے اور ابن حبان نے کتاب

بیان صح

الضعفا میں لکھا ہی کہ یزید بن ابی زیاد سچا تھا لیکن بڑھاپے میں اسکا حافظہ متغیر ہوگیا تھا۔ اور یہ کلمۂ ثم لا یعود، زیادہ کرنے لگا۔ پس جن لوگوں نے قبل دخول کوفہ یہ حدیث سنی انکا سماع صحیح ہی اور جنہوں نے بعد قدوم کوفہ سنی وہ صحیح نہیں اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہی اور امام بیہقی کہتے ہیں کہ میں نے حاکم ابو عبداللہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ یزید بن ابی زیاد حدیثیں زبانی بیان کرتا تھا پس بڑھاپے میں اسکا حافظہ خراب ہوگیا پس بدل ڈالتا تھا سند ونکو اور زیادتی کر دیتا تھا متون میں اور کچھ تمیز نہیں کرتا تھا۔ اور کتاب الاعتبار حازمی میں ہی لان ھذا الحدیث یعرف بیزید بن ابی زیاد قد اضطرب فیہ قال سفیان بن عیینۃ کان یزید یروی ھذا الحدیث ولا یذکر فیہ "ثم لا یعود" ثم دخلت الکوفۃ فرأیت یزید بن ابی زیاد یرویہ وقد زاد فیہ ثم لا یعود وکان قد لقن فتلقن۔ یعنی یہ حدیث یزید بن ابی زیاد سے مشہور ہے اور یہ حدیث مضطرب ہی۔ غرضکہ لفظ ثم لا یعود یزید بن ابی زیاد کی زیادتی ہی کوفہ میں آنیکے بعد اہل کوفہ کے سکہلانے سے یہ کلمہ روایت کرنے لگا۔ بعدہ جسوقت یزید بن ابی زیاد کو یہ معلوم ہوا کہ لوگوں نے مجھ سے یہ کلمہ زیادہ کرا دیا ہی تو اس زیادتی کا منکر ہو گیا جیساکہ دارقطنی میں علی بن عاصم کہتے ہیں کہ میں جب کوفہ میں آیا تو مجھ سے لوگوں نے کہا کہ یزید بن ابی زیاد زندہ ہی تو میں اس کے پاس آیا تو اس نے یہ حدیث بیان کی لیکن ثم لا یعود نہیں بیان کیا اسپر مینے کہا کہ ابن ابی لیلیٰ تم سے یہ حدیث روایت کرتا ہی اور لفظ ثم لا یعود بیان کرتا ہی تو کہا مجھکو یاد نہیں پھر دوبارہ مینے دریافت کیا پھر یہی کہا مجھکو یاد نہیں چونکہ بڑھاپے میں یزید بن ابی زیاد کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اہل کوفہ کو موقعہ ملگیا انہوں نے یزید کو یہ لفظ "ثم لا یعود" سکھلا دیا وہ کہنے لگا۔ پھر جب اسکو خیال آیا کہ ان کوفہ والوں نے یہ کلمہ "ثم لا یعود" مجھ سے زیادہ روایت کرا دیا ہی تو اس زیادتی سے منکر ہو گیا۔ اس واقعہ سے اہل کوفہ کی دیانت کا موازنہ کرنا چاہیے۔ اسی واسطے ابوداؤد جلد دوم میں ہی۔ سمعت احمد یقول لیس لحدیث اھل الکوفۃ نور۔ یعنی امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اہل کوفہ کی روایت کردہ حدیث میں نور نہیں ہی۔ وقال طاؤس اذا حدثک العراقی مائۃ حدیث فاطرح تسعۃ وتسعین وکن من الباقی فی الشک۔ یعنی عراق کا

آدمی اگر سو حدیثیں بیان کرے تو ننانوے ۹۹ کو چھوڑ دو اور ایک جو باقی رہے اسمیں بھی شک ہے۔
قال الزهري ان في حديث اهل الكوفة دغلاً كثيراً - یعنی کوفہ والوں کی روایتوں میں
کدورت بہت ہے۔ اور قول خطیب ان روایاتهم كثيرة الدغل قليلة السلامة من العلل۔
یعنی کوفہ والوں کی روایت میں کدورت زیادہ اور صحت و سلامتی کم ہے۔ امام مالک۔ امام شافعی
سے بھی قریب قریب ایسے ہی الفاظ منقول ہیں۔ تدریب الراوی۔ لہذا یہ حدیث ضعیف ہے
اور ناقابل حجت ہے۔ اور برار بن عازب سے اسکے خلاف صحیح حدیث موجود ہے۔ چنانچہ
بیہقی ج۲ ص۷۶ - اور زیلعی ج۱ ص۲۹۲ میں یہ حدیث موجود ہے حدثنا ابراهيم بن بشار حدثنا سفيان حدثنا
يزيد بن ابي زياد بمكة عن عبد الرحمن بن ابي ليلى عن البراء بن عازب قال رأيت
رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلوة رفع يديه واذا اراد ان يركع واذا
رفع رأسه من الركوع قال سفيان فلما قدمت الكوفة سمعته يقول يرفع يديه
اذا افتتح الصلوة ثم لا يعود فظننت انهم لقنوه رواه الحاكم ثم البيهقي عنه قال
الحاكم لا اعلم ساق هذا المتن بهذه الزيادة عن سفيان بن عيينة غير ابراهيم
بن بشار الرمادي وهو ثقة من الطبقة الاولى من اصحاب ابن عيينة
جالس ابن عيينة نيفاً واربعين سنة - یعنی برار بن عازب کہتے ہیں کہ مینے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکبیر تحریمہ اور رکوع میں جاتے اور سر اٹھاتے وقت رفع یدین
کرتے دیکھا ہے۔ سفیان کہتے ہیں کہ جب میں کوفہ میں آیا تو یزید لفظ "ثم لا یعود" زیادہ کرنے لگا
پس مینے خیال کر لیا کہ اہل کوفہ نے سکھلا دیا ہے یہ حدیث بھی یزید بن ابی زیاد سے ہے۔ لیکن
کوفہ جانیکے قبل کی ہے جبکہ وہ مکہ میں تھا۔ اور ابراہیم بن بشار رمادی ثقہ ہے اور طبقہ اولی کا اصحاب
ابن عیینہ سے ہے۔ ابن عیینہ کے پاس کچھ اوپر چالیس ۴۰ سال درس حدیث میں شریک رہا ہے
پس حدیث برار بن عازب عدم رفع کی ضعیف ہے۔ کیونکہ اسمیں دو راوی ضعیف ہیں (۱)
شریک تقریب التہذیب ص۱۴۵ صدوق يخطئ كثيرا تغير حفظه منذ ولي القضاء بالكوفة
اور تہذیب التہذیب ج۴ ص۳۳۵ عن ابن معين شريك صدوق ثقة الا انه اذا خالف
فغيره احب الينا منه قال معاوية وسمعت احمد بن حنبل يقول شبيها بذلك

شریک کا بیان

کان یحییٰ لایحدث عنہ قال یعقوب بن شیبۃ شریک صدوق ثقۃ سئی الحفظ جدًا قال الجوزجانی شریک سئی الحفظ مضطرب الحدیث مائل - وقال ابن ابی حاتم قلت لابی زرعۃ شریک یحتج بحدیثہ قال کان کثیر الخطاء - وقال النسائی لیس بالقوی - وکذا قال الدارقطنی وقال ابراھیم بن سعید الجوھری اخطأ فی اربعمائۃ حدیث - وقال ابن حبان وکان فی آخر امرہ یخطی فیما روی تغیر علیہ حفظہ - قال صالح جزرۃ صدوق ولما ولی القضاء اضطرب حفظہ وقال ابواحمد الحاکم لیس بالمتین وقال عبداللہ بن احمد عن ابیہ کان شریک لایبالی کیف حدث - وقال الازدی کان صدوقًا الا انہ مائل عن القصد غالی المذھب سئی الحفظ کثیر الوھم مضطرب الحدیث قال عبدالحق الاشبیلی کان یدلس قال ابن القطان وکان مشہورًا بالتدلیس - غرضکہ شریک پر سترہ ائمہ نے جرح کی ہے اور یہ جرح مفسر ہے اور ابن معین نے گو صدوق ثقہ کہا ہے لیکن یہ بھی ساتھ ہی کہا ہے کہ حالت مخالفت میں حدیث شریک حجت نہیں ہوگی - اور ایسا ہی امام احمد بن حنبل نے بھی کہا ہے - چونکہ شریک نے یزید بن ابی زیاد سے روایت کرنے میں - سفیان ہشیم - خالد - زہیر - شعبہ وغیرہ وغیرہ حفاظ حدیث کی مخالفت کی ہے لہذا بحسب قول ابن معین وامام احمد بن حنبل ان حفاظ کے مقابل شریک کی حدیث قابل استدلال نہیں - اور جبکہ شریک مدلس ہے اور اس روایت میں شریک عن یزید بن ابی زیاد ہے اور عنعنہ مدلس کا عند المحدثین مقبول نہیں - جب کہ ائمہ حدیث نے اسکو کثیر الوہم - مضطرب الحدیث کثیر الخطا، مدلس کہا ہے - تو اسکی حدیث کیونکر صحیح ہوسکتی ہے اور خلاصہ کا جو آپنے حوالہ دیا ہے تو اسمیں بھی سرقہ پن کیا ہے دیانت کو بالائے طاق رکھکر محض جاہلوں کے دھوکہ دینے کے واسطے لکھدیا ہے - لیجیے خلاصہ میں شریک کو یعقوب بن سفیان نے سئی الحفظ بھی کہا ہے - اور ابن معین نے یغلط کہا ہے - انہوں نے محض ثقہ ہی نہیں کہا ہے بلکہ ثقہ مجروح کہا ہے - البتہ عجلی نے صرف ثقہ کہا ہے تو اٹھارہ جارحین کے مقابلہ میں ایک عجلی کس گنتی شمار میں ہے - افسوس کہ خلاصہ کا حوالہ دیکر بھی کام نہ بنا -

یزید بن ابی زیاد کا بیان

(۲) دوسرا راوی اس حدیث کا یزید بن ابی زیاد ہے اسکا حال بھی ملاحظہ فرمایئے تقریب التہذیب یزید بن ابی زیاد الھاشمی مولاھم الکوفی ضعیف کبر فتغیر صار یتلقن وکان شیعیاً۔ اور تہذیب التہذیب عن ابن فضیل کان من ائمۃ الشیعۃ الکبار وقال عبد اللہ بن احمد عن ابیہ لیس حدیثہ بذالک قال مرۃ لیس بالحافظ قال عثمان الدارمی عن ابن معین لیس بالقوی قال ابو یعلی الموصلی عن ابن معین ضعیف قال ابو زرعۃ لین یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ قال ابو حاتم لیس بالقوی قال الجوزجانی سمعتھم یضعفون حدیثہ وقد نقلہ علی الصواب ابو محمد بن حزم فی المحلی۔ وابو الفرج ابن الجوزی فی الضعفاء لہ۔ قال ابو اسامہ لو حلف لی خمسین یمیناً قسامۃ ما صدقتہ یعنی فی الحدیث قال ابن حبان کان صدوقاً الا انہ لما کبر ساء حفظہ وتغیر وکان یلقن فوقعت المناکیر فی حدیثہ۔ خلیفہ۔ ابن سعد ابن قانع قال ھو ضعیف۔ قال الحاکم ابو احمد عبد اللہ یزید بن ابی زیاد لیس بالقوی عندھم۔ قال البردیجی لیس ھو بالقوی۔ قال النسائی لیس بالقوی۔ قال الدارقطنی ضعیف یخطی کثیراً یلقن اذا لقن۔ اور زیلعی میں ہے وابن ابی زیاد ضعفہ ابن معین اور حافظ ابن حجر نے طبقات المدلسین میں لکھا ہے یزید بن ابی زیاد الکوفی تغیر فی اٰخر عمرہ وضعف بسبب ذٰلک وصفہ الدارقطنی والحاکم بالتدلیس۔ اور بیہقی میں ہے یزید بن ابی زیاد غیر قوی اور امام اوزاعی نے بھی ضعیف کہا ہے ویزید رجل ضعیف الحدیث وحدیثہ مخالف للسنۃ۔ بیہقی۔ اور سفیان ثوری بھی یزید کے ضعیف ہونیکے قائل تھے بیہقی۔ غرضکہ اٹھائیس ائمہ حدیث نے یزید بن ابی زیاد پر جرح کی ہے۔ حالانکہ امام بخاری وغیرہ ائمہ ان سے علیحدہ ہیں صرف ایک یا دو نے جائز الحدیث یا ثقہ بھی کہا تو اس کے ساتھ الا انہ اختلط فی اٰخر عمرہ بھی ضرور کہا ہے۔ لہذا جماعت کثیرہ کے مقابل ایک دو کا قول قابل حجت نہیں جب کہ شریک ویزید بن ابی زیاد ضعیف ومدلس ہیں۔ اور شریک نے یزید سے اور یزید نے عبد الرحمٰن بن ابی لیلٰی سے بلفظ عن روایت کیا ہے۔ اور مدلسین کا بلفظ

محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کا بیان

عن روایت کرنا عند المحدثین قابل حجت نہیں۔

دوسری حدیث براء بن عازب یہ بھی ضعیف ہے۔ کیونکہ اسکی سند میں محمد بن عبدالرحمن ہے۔ اور وہ ضعیف ہے۔ اسی واسطے ابو داؤد[ص۱۱۱] نے اس حدیث کے آخر میں لکھا ہے وھذا الحدیث لیس بصحیح یعنی یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اور بیہقی[ص۲۶ ج۲] میں ہے قال الشیخ فقد روی ھذا الحدیث محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ عن اخیہ عیسی عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ عن البراء قال فیہ "ثم لا یعود"۔ ومحمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ لا یحتج بحدیثہ وھو اسوء حالاً عند اهل المعرفۃ بالحدیث من یزید بن ابی زیاد۔ اور تہذیب التہذیب[ص۳ ج۹] میں ہے محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ۔ یحیی[۱] بن سعید یضعفہ۔ وقال عبداللہ بن احمد عن ابیہ[۲] کان سئ الحفظ مضطرب الحدیث۔ وقال[۴] حرہ ابن ابی لیلیٰ ضعیف۔ وقال[۵] ابو داؤد طیالسی عن[۶] شعبۃ ما رأیت[۷] اسوء حفظاً من ابن ابی لیلیٰ۔ وقال[۸] الجوزجانی عن[۹] احمد بن یونس کان زائدۃ لا یحدث عنہ وکان قد ترک حدیثہ قال[۱۰] ابو زرعہ لیس بالقوی۔ قال[۱۱] ابن حبان کان فاحش الخطاء ردی الحفظ ترکہ احمد ویحیی وقال[۱۲] الدارقطنی کان ردی الحفظ کثیر الوھم۔ وقال[۱۳] النسائی لیس بالقوی۔ وقال[۱۴] ابن جریر طبری لا یحتج بہ۔ وقال[۱۵] صالح بن احمد عن[۱۶] ابن المدینی کان سئ الحفظ واھی الحدیث۔ وقال[۱۷] احمد الحاکم عامۃ احادیثہ مقلوبۃ۔ وقال[۱۸] الساجی کان سئ الحفظ فاما فی الحدیث فلم یکن حجۃ۔ وقال[۱۹] ابن خزیمۃ لیس بالحافظ وان کان فقیہاً عالماً۔ الغرض جس راوی کو بیس[۲۰] محدثوں نے ضعیف کہا ہو اور ردی الحفظ وسئ الحفظ اور اسکی حدیث کو واہی۔ مضطرب۔ مقلوب کہا ہو اور حدیث میں غیر حجت کہا ہو صرف ایک عجلی کے کہنے سے کہ وہ "جائز الحدیث" ہے کب اسکی حدیث قابل اعتبار ہو سکتی ہے۔ اور جہاں ابو حاتم نے "ثقہ" کہا ہے اسی جگہ پانچ سطر نیچے "کان سئ الحفظ کثرۃ الخطاء ولا یحتج بہ" کہا ہے۔ اور اس سے ایک سطر اوپر وقال الجوزجانی عن احمد بن یونس کان زائدۃ لا یحدث عنہ وکان قد ترک حدیثہ موجود ہے

کیا یہ دونوں مقام آپکی نظر سے نہیں گزرے اور جس جگہ یعقوب بن سفیان نے
ثقہ کہا ہے اسی جگہ فی حدیثہ بعض المقال لین الحدیث عندھم موجود ہے افسوس
کس قدر فحش غلطی ہے کہ ایسے راوی کی حدیث کو حسن لکھتے ہیں۔ اگر جناب ایسے
راوی کی حدیث حسن ہو گئی تو پھر ضعیف کون سی حدیث ہوگی۔ اور حافظ ابن حجر نے
صرف سئی الحفظ نہیں لکھا ہے بلکہ جداً کا بھی لفظ ساتھ ہی تحریر ہے جس کے
معنی ہیں کہ بہت ہی خراب حافظہ والا ہے۔ مولانا صدق اور چیز ہے حافظہ شئی دیگر ہے
صحت حدیث کیلئے دونوں لازم ہیں۔ کیا حافظ صاحب کی عبارت میں آپ کو
لفظ جداً۔ نظر نہیں پڑا تھا اب مکرر غور سے ملاحظہ فرمائیے اور زیلعی میں ہے
ومحمد بن ابی لیلی اضعف عند اھل الحدیث من ابن ابی زیاد الی ان قال لعاد
الحدیث الی یزید وقال عبد اللہ بن احمد بن حنبل کان ابی ینکر حدیث الحکم
وعیسی ویقول انما ھو حدیث یزید بن ابی زیاد وابن ابی لیلی سئی الحفظ وابن
ابی زیاد لیس بحافظ۔ غرض کہ محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلی راوی ضعیف اور
اسکی حدیث ناقابل استدلال ہے ونیز اس روایت میں حکم بن عتبہ مدلس ہے
حافظ ابن حجر نے طبقات المدلسین میں وصفہ النسائی بالتدلیس وحکاہ السلمی
عن الدارقطنی اور تہذیب التہذیب وقال ابن حبان فی الثقات کان یدلس
اور اس حدیث میں بلفظ عن روایت کیا ہے اور عنعنہ مدلس کا عند المحدثین حجت
نہیں۔ غرض کہ حدیث براء بن عازب ضعیف ومقلوب ہے قابل حجت نہیں ہے۔
فتفکر ولا تکن من الممترین۔ امام بخاری نے شریک سے تعلیقاً جو روایت
کی ہے تو اس سے شریک کا ثقہ ہونا ثابت نہیں ہوتا اور نہ حدیث میں مستقلاً وہ حجت
ہیں۔ اصطلاح محدثین میں ضعیف اُسی حدیث کو کہتے ہیں جو قابل احتجاج نہو
اور جب تک صحیح حدیث اسکی تائید نہ کرے دوسری شق اوسکی بے فائدہ ہے
قولہ اور حافظ ابن حجر نے تلخیص زیلعی میں سفیان کا قول بدین لفظ نقل کیا ہے۔
فلما قدمت المدینۃ سمعتہ یزید فیہ ثم لا یعود فظننت انھم لقنوہ۔

اقول مولانا تدلیس وتحریف میں ماشاء اللہ آپ بہت ہی مشاق معلوم ہوتے ہیں اس فن میں آپنے بہت ہی کمال پیدا کیا ہے - ہم بھی اس معاملہ میں آپکی داد دیتے ہیں - تلخیص زیلعی سے جو آپ نے حافظ صاحب کا قول فلما قدمت المدینۃ الخ نقل فرمایا ہے بالکل غلط ہے - درایہ تلخیص زیلعی موجود ہے ناپید نہیں ہے اسمیں لفظ "مدینہ" نہیں ہے بلکہ فلما قدمت الکوفۃ الخ موجود ہے - ان تحریفات سے کام نہیں چلتا ہے - درایہ صـ ملاحظہ فرمائیے - فلما قدمت المدینۃ ہے یا فلما قدمت الکوفۃ موجود ہے - پس آپکا درایہ سے حافظ ابن حجر کا قول فلما قدمت المدینۃ نقل کرنا غلط اور فلما قدمت الکوفۃ - صحیح ہے - اسقدر دھوکہ دہی فی دین اللہ شان علماء سے بعید ہے -

قولہ صـ جب یزید کا ثقہ ہونا ثابت ہو چکا الخ

اقول جھوٹ اور بالکل جھوٹ ہے یزید ثقہ نہیں بلکہ اضعف ہے - ستائیس ۲۷ ائمہ حدیث نے اسکو ضعیف کہا ہے اور مدلس بھی ہیں آخر عمر میں حافظہ بھی خراب ہو گیا تھا - افسوس ایسے راوی کو آپ ثقہ فرماتے ہیں جب یزید کا ثقہ ہونا ثابت نہیں اور ضعیف ہونا ثابت ہے تو یزید کا کبھی "ثم لا یعود" کا روایت کرنا اور کبھی نہ روایت کرنا ضرور موجب جرح ہے - اور یقینا یہ لفظ بعد تغیر کوفہ میں آنے کے بعد اہل کوفہ نے تلقین کرایا ہے - جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں - اور امام بیہقی نے یہ کہاں فرمایا ہے کہ یزید کے گیارہ تلامذہ اس زیادتی کو بیان نہیں کرتے الخ صـ امام بیہقی کی عبارت کا مطلب آپ سمجھے نہیں - امام بیہقی تو یہ فرماتے ہیں کہ یزید کے تلامذہ قدیم جیسے سفیان شعبہ ہشیم - زہیر - وغیرہ جنہوں نے قبل دخول کوفہ مکہ میں روایت کی ہے وہ اس کلمہ "ثم لا یعود" کو نہیں بیان کرتے ہیں اور جنہوں نے بعد دخول کوفہ روایت لی جیسے شریک وغیرہ انہوں نے یہ لفظ "ثم لا یعود" روایت کیا ہے - عبارت بیہقی میں لفظ گیارہ نہیں ہے بلکہ قدماء ہے - اور جو سات آدمی آپنے بیان کئے ہیں بس ان میں بعض وہی لوگ ہیں جنہوں نے بعد دخول کوفہ بعد تغیر حافظہ یزید سے روایت

کی ہے۔ سو انکا حال ملاحظہ فرمائیے۔ محمد بن عبد الرحمن ضعیف ہیں اور سیٔ الحفظ بھی ہیں۔ شریک کثیر الوہم مضطرب الحدیث مدلس سیٔ الحفظ ہے۔ اور ہشیم کے متعلق جو آپنے مسند احمد بن حنبل کا حوالہ دیا ہے وہ غلط ہے۔ مولانا مسند احمد بن حنبل موجود ہے ناپید نہیں ہے۔ مسند احمد بن حنبل جزء رابع صـ۳۰۲ میں یہ حدیث موجود ہے۔ حدثنا ھشیم عن یزید بن ابی زیاد عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ عن البراء بن عازب قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ۔ مولانا اسمیں لفظ "ثم لا یعود" کہاں ہے۔ اگر آپ اپنے دعوٰی میں سچے ہیں تو مسند احمد بن حنبل میں سے ہشیم سے لفظ "ثم لا یعود" ثابت کیجئے ورنہ ڈرو خدائے قہار وجبار سے ایک روز مرنا ضرور ہے۔ کیا مولانا موت سے بالکل بے خوف اور نڈر ہو گئے ہو۔ جو لوگوں کو جھوٹے حوالہ لکھکر دھوکہ دیتے ہو۔ للہ کچھ تو ایمان کا پاس کیجئے۔ انصاف کو کام میں لائیے۔ ایسی کذب بیانیوں سے کہاں تک کام چلیگا۔ اہلحدیث ماشاء اللہ آپکی ان تمام غلط تحریروں اور کذب بیانیوں کی قلعی کھولدینگے۔ مسند احمد بن حنبل میں یزید بن ابی زیاد سے چار شخص روایت کرتے ہیں جزء رابع صـ۲۸۲ ہشیم عن یزید بن ابی زیاد و صـ۳۰۱-۳۰۲ حدثنا اسباط بن محمد حدثنا یزید بن ابی زیاد و صـ۳۰۳ حدثنا شعبۃ عن یزید بن ابی زیاد۔ و حدثنا سفیان عن یزید بن ابی زیاد گویا یزید بن ابی زیاد سے ۱ ہشیم۔ ۲ اسباط بن محمد۔ ۳ شعبہ۔ ۴ سفیان روایت کرتے ہیں اور ان چاروں میں سے کسی نے لفظ "ثم لا یعود" نہیں روایت کیا۔ امام ابوداؤد کی بھی یہی شہادت ہے کہ ۱ سفیان ۲ ہشیم ۳ خالد ۴ ابن ادریس یزید بن ابی زیاد سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں لیکن لفظ "ثم لا یعود" کسی نے نہیں روایت کیا۔ غرضکہ آپ کی یہ غلط اور جھوٹی تحریر قابل حجت نہیں۔ اور اسرائیل بن یونس کو بیہقی میں بہت تلاش کیا مگر کہیں پتہ نہیں چلا۔ آپنے بیہقی کا حوالہ دیا مگر صفحہ نہیں لکھا۔ ممکن ہے کہ یہاں بھی آپ سے غلطی ہو گئی ہو بیہقی موجود ہے۔ اگر اسمیں اسرائیل بن یونس عن یزید بن ابی زیاد معہ لفظ "ثم لا یعود" آپ دکھلادیں تو آپ کے قول کی تصدیق ہو سکتی ہے۔ ورنہ محمول علی الکذب ہے۔ اور طحاوی میں

خالد عن ابن ابی لیلیٰ و وکیع عن ابن ابی لیلیٰ ہے سو خالد - وکیع تلامذہ ابن ابی لیلیٰ سے ہیں نہ یزید بن ابی زیاد سے - البتہ دار قطنی صـ۱۱۰ میں خالد بن عبد اللہ عن یزید بن ابی زیاد ایک حدیث ہے لیکن اسمیں لفظ "ثم لا یعود" نہیں ہے - اور عیسیٰ و حکم کو متابع لکھنا مشکوک ہے - کیونکہ بیہقی صـ میں ہے قد روی ھذا الحدیث محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ عن اخیہ عیسی عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ عن البراء قال فیہ ثم لا یعود وقیل عن محمد بن عبد الرحمن عن الحکم عن ابن ابی لیلیٰ وقیل عن یزید بن ابی زیاد عن ابن ابی لیلیٰ - اس میں شک ہے - امام بخاری اپنے رسالہ صـ۲ میں لکھتے ہیں انما روی ابن ابی لیلیٰ ھذا من حفظہ فاما من حدث عن ابن ابی لیلیٰ من کتاب فانما حدث عن ابن ابی لیلیٰ عن یزید فرجع الحدیث الی تلقین یزید والمحفوظ ما روی عنہ الثوری و شعبہ و ابن عیینہ قدیما یعنی ابن ابی لیلیٰ نے جو یہ حدیث روایت کی ہے تو اپنی یاد سے روایت کی ہے - اور جنہوں نے اس کی کتاب سے روایت کی ہے تو اس میں عن یزید ہے یعنی بواسطہ یزید روایت کی ہے آخر الامر دارومدار اس حدیث کا یزید کی تلقین پر ٹھیرا - اور محفوظ وہی ہے جو ثوری - شعبہ - ابن عیینہ نے قدیما روایت کی ہے - جسمیں "ثم لا یعود" نہیں ہے - اور امام احمد بن حنبل کا قول بھی یہی ہے انما ھو حدیث یزید بن ابی زیاد الخ اور حافظ زیلعی اپنی کتاب صـ۱۲ زیلعی میں لکھتے ہیں فعاد الحدیث الی یزید الخ غرض کہ دارومدار اس حدیث کا یزید پر ہی رہا۔ اور یزید کا حال ہم اوپر واضح طور پر بیان کر چکے ہیں صـ - اور ابوداؤد میں بطریق عیسیٰ و حکم جو حدیث ہے اسمیں محمد بن عبد الرحمن ہے اور وہ بہت ضعیف ہے - چنانچہ بائیس ۲۲ ائمہ حدیث اور تیئیسویں حافظ زیلعی نے ضعیف کہا ہے - اور اُسکی حدیث کو مضطرب - مقلوب - متروک الحدیث واہی کہا ہے - صرف ایک عجلی کے جائز الحدیث کہنے سے کب اسکی حدیث قابل حجت ہو سکتی ہے - مولانا یہ حدیث حسن ہرگز نہیں ہو سکتی ہے ضعیف بلکہ اضعف ہے -

قولہ صـ ورنہ اگر یہ ایسے ضعیف ہوتے تو شعبہ و کیع - سفیان جیسے انسے کب روایت کر

اقول راوی کا ثقہ ہونا اور بات ہے اور حدیث روایت کرنی اور بات ہے۔ شعبہ۔ وکیع سفیان کے روایت کرنے سے یہ لازم نہیں کہ محمد بن عبد الرحمن ثقہ بھی ضرور ہو۔ اور ان لوگوں کا ضعفار سے روایت کرنا کئی وجہ سے ہے۔ (۱) یہ کہ صحیح اور ضعیف حدیثوں کو معلوم کر کے صحیح کو علیحدہ اور ضعیف کو علیحدہ بیان کر دیں تاکہ اور لوگوں پر انکا ضعف ظاہر ہو جائے۔ ورنہ ضعیف و صحیح کے التباس کا خوف ہے (۲) حدیث ضعیف استشہاداً کام دیتی ہے اور انفراداً حجت نہیں (۳) راوی ضعیف کی روایتیں صحیح ضعیف۔ باطل سب قسم کی ہوتی ہیں ائمہ حدیث انکو لکھ لیتے ہیں اور اہل حفظ و اتقان انکی تمیز کر کے علیحدہ علیحدہ بیان کر دیتے ہیں کہ یہ صحیح ہے اور یہ ضعیف ہے۔ اگر پوری تشریح دیکھنی منظور ہو تو شرح صحیح مسلم ملاحظہ فرمائیے۔ اور امام بخاری کے اس اعتراض وانما روی ابن ابی لیلیٰ ھذا من حفظہ فاما من حدث عن ابن ابی لیلیٰ من کتاب الخ کا جواب جو آپنے دیا ہے وہ غلط ہے کیونکہ محمد بن عبد الرحمن ثقہ نہیں ہے بلکہ ضعیف ہے۔ بخلاف قتادہ کے کہ وہ ثقہ ہیں۔ آپ ضعیف راوی کا مقابلہ ثقہ راوی سے کرتے ہیں بڑے تعجب و افسوس کی بات ہے۔ بس اسی بنا پر آپکو حدیث دانی و حدیث فہمی کا دعویٰ ہے۔ حالانکہ آپ کے ہم مذہب حافظ زیلعی حنفی نے اپنی کتاب نصب الرایہ میں اس اعتراض کو امام بخاری کے تسلیم کر لیا ہے۔ اگر یہ اعتراض تسلیم نہ ہوتا تو اسکی تردید کرتے جیسا کہ انکی عادت ہے۔ جبکہ آپ کے قدیمی ہم مذہب اور آپ سے زیادہ فن حدیث میں مہارت رکھنے والے اس اعتراض کو تسلیم کر چکے ہیں تو آپ کی بات بلا دلیل کون سنتا اور کون مانتا ہے۔ جب یزید اور محمد بن عبد الرحمن ضعیف ہیں اور نقاد حدیث نے اس زیادۃ ''ثم لا یعود'' کو غیر محفوظ کہا ہے۔ خصوصاً جبکہ ابراہیم بن بشار کے طرق میں رفع یدین مذکور ہے تو یہ زیادۃ غیر مقبول ہے لہذا حدیث براء بن عازب ہر صورت سے ضعیف و ناقابل حجت ہے۔

قولہ اور ابن بشار وضاع و کذاب ہے۔

اقول لعنت اللہ علی الکاذبین۔ کسی اسماء الرجال میں ابراہیم بن بشار کو وضاع

وکذاب نہیں لکھا ہی۔ افسوس آپکی خیانت اور دروغ گوئی کی کہانتک تعریف کیجائے جاہل تو آپ کی تحریر کو پڑھکر خوب خوش ہوتے ہونگے اور دن دونے اور رات چوگنے خوش ہوکر آپکی علمی لیاقت وقابلیت کی خوب ہی داد دیتے ہونگے کہ واہ صاحب واہ ہمارے مولوی صاحب نے خوب رسالہ لکھا ہی۔ مگر اہل علم وصاحب انصاف آپکی حقیقت اور علمی لیاقت سے خوب واقف ہوگئے۔ اس سے بہتر تو یہی تھا کہ آپ رسالہ نہ لکھتے اور عند اللہ مجرم وماخوذ نہوتے۔ یہ رسالہ تحریر فرماکر اہل علم سے کتمان حق ویاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللّٰہ کی خوب ہی داد حاصل کی ہی۔ مولانا آپ ایک ثقہ۔ حافظ۔ زاہد۔ ثابت۔ صادق۔ ضابط۔ طبقہ اولیٰ کے راوی کو وضاع وکذاب کے لقب سے تحریر کرتے ہیں۔ آپ کو وہ حدیث یاد ہی یا نہیں جسمیں فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی جو شخص کسی کے حق میں کلمہ برائی کہتا ہے اگر وہ برائی اسمیں موجود ہی تو وہ اسکا مستحق ہی ورنہ وہ کلمہ بد لوٹ کر اس کہنے والے پر عائد ہوتا ہی اعاذنا اللہ من ھذا۔ مولانا مجھکو بہت افسوس ہی کہ آپ جیسا مدعی علم وفضل اور بلا تحقیق ایسے ایسے کلمات زشت ایک ثقہ راوی کی نسبت تحریر کردے۔ جب کسی اسمار الرجال میں ابراہیم بن بشار کو وضاع وکذاب نہیں لکھا ہی تو فرمائیے بقول مخبر صادق صلوۃ اللہ علیہ ان ناشایستہ کلمات کا اعادہ آپ پر ہی ہوگا۔ اور اس تہمت واتہام کے جواب وہ بروز قیامت عدالت عالیہ قہاریہ وجباریہ میں ہونگے۔ پس بہتر یہی ہی کہ آپ فی الفور توبہ کریں آیندہ آپ کو اختیار ہی۔ وما علی الرسول الا البلاغ۔ ع ہمارا کام سمجھانا ہی یارو اب آگے چاہو تم مانو نہ مانو۔ اب گوش ہوش سے ابراہیم بن بشار کا حال ملاحظہ فرمائیے۔ تہذیب التہذیب صفحہ احرا ابراھیم بن بشار قال ابن عدی حدیثہ مستقیم وھو عندنا من اھل الصدق قال ابن حبان فی الثقات کان متقنا ضابطا صحب ابن عیینۃ سنین کثیرۃ وسمع احادیثہ مرارا ومن زعم انہ کان ینام فی مجلس ابن عیینۃ فقد صدق ولیس ھذ مما یجرح مثلہ

فی الحدیث و ذاک انہ سمع حدیثہ مراراً و لقد حدثنا ابو خلیفۃ قال قال ابراھیم بن بشار حدثنا سفیان بمکۃ و عباد ان و بین اسماعین اربعون سنۃ قال ابو حاتم الرازی والطیالسی صدوق و قال ابو عوانۃ فی اوائل الصلوٰۃ فی صحیحہ کان ابراھیم بن بشار ثقۃ من کبار اصحاب ابن عیینۃ و ممن سمع منہ قدیما قال الحاکم ثقۃ مامون من الطبقۃ الاولیٰ من اصحاب ابن عیینۃ و قال یحییٰ بن الفضل حدثنا ابراھیم الرمادی و کان واللہ ثقۃ اور تقریب ص۱۲ میں ابراھیم بن بشار الرمادی ابو اسحاق البصری حافظ لہ اوھام۔ اور خلاصہ ص۱۷ میں سے جو آپ نے نقل فرمایا ہے پوری عبارت کیوں نہ تحریر فرمائی جس سطر میں سے آپ نے عبارت نقل کی ہے اوس سے اوپر کی سطر میں الحافظ الزاھد من ابن عیینہ۔ اور اس سے نیچے کی سطر میں ضابطاً مثبتاً اور حاشیہ پر صدوق تحریر ہے اور امام بخاری نے بھی صدوق کہا ہے اور ابن معین نے کلمہ و کان یملی علی الناس الخ اس وجہ سے کہا ہے کہ ابراھیم لم یکتب عند سفیان۔ یعنی سفیان کے پاس ابراھیم حدیثیں لکھا نہیں کرتے تھے۔ چونکہ ابراھیم چالیس سال سے زائد ابن عیینہ کی خدمت میں رہے ہیں اور بارہا مرتبہ درس حدیث میں شریک رہے ہیں کیونکہ قول ابن حبان سمع حدیثہ مراراً صاف اس پر دال ہے کہ ابراھیم نے سفیان سے چند مرتبہ حدیثیں سنیں تو اس صورت میں کسی وقت سو جانا یا حدیث کا نہ لکھنا داخل جرح نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ابن حبان کا قول ثانی ولیس ھذا مما یجرح فی الحدیث اور بقول امام ابو عوانہ ابراھیم بن بشار ابن عیینہ کے کبار اور قدیم تلامذہ سے ہیں اور بقول امام حاکم اصحاب ابن عیینہ سے طبقہ اولیٰ میں سے ہیں اور زیلعی ص۲۱ میں ہے وقال الحاکم۔ لا اعلم ساق ھذا المتن بھذہ الزیادۃ عن سفیان بن عیینۃ غیر ابراھیم بن بشار الرمادی و ھو ثقۃ من الطبقۃ الاولیٰ من اصحاب ابن عیینۃ جالس ابن عیینۃ نیفاً و اربعین سنۃ۔ جبکہ آپ کے ہم مذہب حافظ زیلعی حنفی ثقہ تسلیم کر چکے ہیں

اور بارہ[۱۲] ائمہ حدیث نے انکو ثقہ۔ ثابت۔ حافظ۔ صادق۔ ضابط۔ زاہد متقنا وغیرہ کہا ہے تو تعجب ہے کہ آپنے یہ جرأت کیونکر کی کہ اُسکو وضاع وکذاب لکھدیا۔ غرض کہ اسماء الرجال میں انکی توثیق موجود ہے۔ کسی نے انکو وضاع وکذاب۔ مدلس نہیں لکھا ہے۔ لہذا حدیث برا ابن عازب جس میں رفعیدین مذکور ہے صحیح ہے۔ اور اس حدیث کو ابراہیم نے سفیان سے بلفظ "حدثنا" بیان کیا ہے جیساکہ بیہقی ص۷۷ جز۲ میں ہے۔ اور آپ نے جو بلفظ "عن" روایت کیا ہے یہ آپکی غلطی ہے۔ یا جس کتاب میں سے آپنے نقل کی ہے اسکی غلطی ہے۔ لہذا یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے خلاف جو حدیثیں برا ابن عازب کی عدم رفع میں ہیں وہ بالاتفاق تمام محدثین ضعیف ہیں اور ضعیف حدیث قابل حجت نہیں۔

ص۶۵ (د۵)

قولہ حدیث ابن عباس وابن عمر ہما نعت رفعیدین صحیح صریح الخ

اقول ان حدیثوں کا دار ومدار ابن ابی لیلیٰ پر ہے اور ابن ابی لیلیٰ کو چوبیس[۲۴] ائمہ حدیث نے ضعیف کہا ہے۔ اور اسکی حدیث کو واہی۔ مقلوب۔ مضطرب اور اسکو متروک الحدیث کہا ہے۔ افسوس جس راوی کو جماعت کثیر ضعیف کہے آپ اسکو ثقہ کہے جاتے ہیں۔ یہ کیسی ہٹ دھرمی اور ناانصافی ہے۔ سفیان۔ وشعبہ۔ وکیع کا ان سے روایت کرنا توثیق کی دلیل نہیں ہے۔ جیساکہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ اور "حکم" مدلس۔ اور "مقسم" مختلف فیہ ہے اور حکم نے مقسم سے بلفظ "عن" روایت کیا ہے۔ اور عنعنہ مدلس کا قابل حجت نہیں۔ اور ابن ابی شیبہ کی روایت موقوف ہے۔ نیز ابن عباس سے بسند صحیح رفعیدین ثابت ہے جیساکہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ اور شعبہ کا کہنا کہ سماع حکم کا مقسم سے اس حدیث کا ثابت نہیں یقینی ہے۔ اگر آپ کو کچھ شک ہے تو اس کے خلاف کسی کتاب سے ثابت کیجئے بلا دلیل آپکا قول حجت نہیں۔ اور امام احمد کا جو آپنے حوالہ دیا ہے وہ جھوٹ اور سراسر بہتان ہے کسی کتاب کا حوالہ دیتے تو ہم دیکھتے کہ کس کتاب میں یہ قول ہے اور اسکا ناقل کوئی معتبر ہے یا آپ ہی جیسا ہے۔ بلکہ امام احمد خود اس کے قائل ہیں کہ یہ حدیث حکم نے مقسم

سے نہیں سنی ملاحظہ فرمائیے تہذیب التہذیب صفحہ ۔ وقال احمد وغیرہ لم یسمع الحکم حدیث مقسم کتاب الا خمسۃ احادیث وعدھا یحیی القطان ۔ حدیث الوتر والقنوت ۔ وعزمۃ الطلاق ۔ وجزاء الصید ۔ والرجل یاتی امرأتہ وھی حائض ، رواہ ابن ابی خثیمۃ وقال ابن حبان کان یدلس ۔ فرمائیے امام احمد کے قول میں آپکی تحریر کردہ حدیث سماع میں کہاں شامل ہے ۔ مولانا یہ دروغ گوئی ٹھیک نہیں جاہلوں کو یا اپنے ہم مذہبوں کو دھوکہ دے سکتے ہو کیونکہ وہ مقلد ہیں تحقیق سے انہیں سروکار نہیں ..... جماعت اہلحدیث بفضل اللہ تعالیٰ آپ کے ان دھوکوں اور فریبوں میں نہیں آسکتی کیونکہ یہ جماعت بلا تحقیق بلا دلیل کسی کی بات نہیں مانتی ہے ۔ محدثین نے جو حدیثیں شمار کرادی ہیں وہ بالکل صحیح ہیں جب محدثین نے پانچ کا حکم لگا دیا ہے اور یہ حدیث "حکم" اس میں شامل نہیں ہے تو محض آپ کے کہنے سے شامل نہیں ہوسکتی ہے ۔ کسی محدث کا قول پیش کیجیے ۔

اور زیلعی صفحہ میں ہے قال الشیخ فی الامام واعترض علی ھذا بوجوہ احدھا تفرد ابن ابی لیلی وترک الاحتجاج بہ وثانیھا روایۃ وکیع عنہ بالوقف علی ابن عباس وابن عمر قال الحکم وکیع اثبت من کل من روی ھذا الحدیث عن ابن ابی لیلی وثالثھا روایۃ جماعۃ من التابعین بالاسانید الصحیحۃ الماثورۃ عن عبد اللہ بن عمر وعبد اللہ بن عباس انھما کانا یرفعان ایدیھما عند الرکوع وبعد رفع الرأس من الرکوع وقد اسندناہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ورابعھا ان شعبۃ قال لم یسمع الحکم من المقسم الا اربعۃ احادیث ولیس ھذا الحدیث منھا ۔ وخامسھا عن الحکم قال ان فی جمیع الروایۃ ترفع الایدی فی سبع مواطن ولیس فی شئ منھا لا یرفع الایدی الا فیھا ویستحیل ان یکون لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن صحیحًا وقد تواترت الاخبار بالرفع فی غیرھا کثیرًا ۔ الیٰ ان قال وابن ابی لیلی ھذا غیر قوی ۔ پس یہ حدیث ضعیف ہے ۔ اگر آپ اس حدیث کو صحیح مانتے ہیں تو نماز

استسقاء۔ قنوت وتر۔ نماز عیدین و دیگر مواضع میں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رفع یدین ثابت ہی۔ سب جگہ کی ممانعت ہو جائیگی۔ حالانکہ صحیح حدیثوں سے بہت سی جگہ رفع یدین ثابت ہی فما ہو جوابکم فھو جوابنا۔ و نیز اس کے خلاف عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن عباس سے بسند صحیح رفع یدین کرنا ثابت ہی کما مر فی موضعہ۔ اور مجاہد [ص] سے بھی رفع بسند صحیح ثابت ہی اور عدم رفع صحیح نہیں اور حدیث عبدالعزیز بن حکیم ضعیف ہی۔ اسکا بیان ہم اوپر [ص۲۵] واضح طور پر کر چکے ہیں اور امام مالک پر یہ اتہام و بہتان ہی کہ انکا آخری عمل ترک رفع یدین تھا بلا دلیل آپکا قول حجت نہیں۔ اور امام مالک سے بسند صحیح رفع ثابت ہی جیسا کہ ہم اوپر [ص۲۶] واضح طور پر بیان کر چکے ہیں۔ مولانا امام بخاری اس میں متفرد نہیں ہیں بلکہ کل جماعت محدثین کا یہی قول ہی کسی محدث سے اس بات کا ثبوت تو پیش کیجئے کہ اس حدیث میں سماع حکم کا مقسم سے ثابت ہی۔ جب آپ کسی محدث سے یہ بات ثابت کر دیں تب ہی امام بخاری کی بات کو غلط کہیں۔ بلا ثبوت کیونکر آپ نے امام بخاری کی بات کو غیر صحیح کہدیا۔ ثبوت دینے سے آپ قاصر ہیں اپنی غلطی کا تو اعتراف کرتے نہیں اور امام بخاری پر ناحق اعتراض کر دیا۔ امام مسلم نے سچ کہا ہی لا یبغضک الا حاسد و اشہد ان لیس فی الدنیا مثلک مقدمہ صحیح بخاری [ص۳] یعنی امام مسلم نے امام بخاری سے کہا تیرے دشمن وہی ہیں جو تجھ سے حسد رکھتے ہیں اور گواہی دیتا ہوں میں یہ کہ دنیا میں تیری مثل کوئی شخص نہیں۔ یہ دشمنی و حسد ہی کیوجہ ہی کہ بلا تحقیق صرف حمایت مذہب کی خاطر امام بخاری پر اعتراض ہو رہا ہی۔ الخ

قولہ [ص۶] (۶) حدیث عباد بن الزبیر صحیح صریح مرفوع غیر مجروح ترک رفع یدین

اقول یہ حدیث مرسل ہی اور مرسل مقابل مرفوع قابل حجت نہیں۔ محدثین اور امام شافعی اور ایک جماعت فقہا کا یہی مذہب ہی۔ کذا فی مقدمہ [ص۱۵] نووی شرح صحیح مسلم۔ البتہ اگر مرفوع حدیث موجود نہو تو مرسل بتائید عمل صحابہ قابل حجت

ہے - اور یہ کسی کا بھی مذہب نہیں ہے کہ حدیث مرفوع صحیح کی موجودگی میں اُس کے
خلاف حدیث مرسل قابل حجت ہے - نیز حافظ ابن حجر صفحہ درایہ میں کہتے ہیں وھذا مرسل
وفی اسنادہ ایضاً من ینظر فیہ - یعنی ابن حجر کہتے ہیں کہ اول تو یہ حدیث مرسل ہے
اور مرسل عند المحدثین حجت نہیں - دوسرے یہ کہ اسکی سند میں کلام ہے یعنی اسکی
سند میں راوی غیر مشہور و مجہول و مدلس ہیں - حافظ صاحب نے درایہ میں رجالہ
ثقات کہیں نہیں کہا ہے - لہذا یہ حدیث ضعیف اور نا قابل استدلال ہے - اولاً آپ
اسکی سند اسماء الرجال یا کسی محدث کے اسے صحیح ثابت کیجئے بعد میں استدلالاً پیش کیجئے
اور مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی تعلیق الممجد علی مؤطا امام محمد صہ میں لکھتے ہیں واخرج
البیہقی من حدیث ابن عمر وعباد بن الزبیر مثلہ وللمحدثین علی طرق ھذہ الاخبار
کلمات تدل علی عدم صحتہا - ملاحظہ فرمالیجئے مولوی عبد الحی صاحب کے نزدیک
بھی یہ حدیث قابل حجت نہیں - مولانا بیشک آپنے چھ حدیثیں پیش کی ہیں - لیکن انکی
حقیقت پر جو آپنے پردہ ڈال رکھا تھا بفضل اللہ تعالیٰ اب وہ پردہ اٹھا دیا گیا ہے -
اور ان کے چہروں سے صاف روز روشن کیطرح عیاں ہوگیا کہ انمیں سے پانچ
حدیثیں باتفاق تمام محدثین ضعیف ہیں اور ایک حدیث صحیح مسلم کی خلاف تمام
محدثین صرف اپنی رائے سے غیر محل استدلال میں پیش کرتے ہیں - اور آپ کی
رائے ناقص محدثین کے خلاف قابل حجت نہیں - کیونکہ فن حدیث میں مہارت
تامہ یہی لوگ رکھتے ہیں نہ فقہا - جیسا کہ مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی، عمدۃ الرعایہ صہ ۱۳
میں فرماتے ہیں ثم لا عبرۃ بنقل صاحب النہایۃ ولا بقیۃ شراح الہدایۃ فانہم
لیسوا من المحدثین الخ پس حدیث کی صحت و ضعف پر حکم لگانا یہ محدثین کا کام ہے
مولانا جیسے اور عدم رفع کی حدیثوں کی سند میں کلام واقعی اور نفس الامری ہے
اسی طرح ان چھ حدیثوں (آپکی پیش کردہ) میں بھی ہے - اسماء الرجال اور اقوال محدثین
تعصب مذہبی کو دور کر کے خالصاً لوجہ اللہ بنظر انصاف ملاحظہ فرمائیے - مولانا
یہ تو فرمائیے کہ کثیر کا اطلاق جانبین پر کیوں کر ہو سکتا ہے - کثیر کا اطلاق تو ایک

ہی جانب ہوگا - خواہ رفع پر ہو یا عدم رفع پر - یہ نہیں ہو سکتا کہ دونوں پر کثیر کا اطلاق ہو سکے - اور مولانا اس کے ساتھ میں یہ بھی بتلا دیجئے کہ ترک رفع پر کثرت صحابہ یا عدم رفع پر بھی کثیر ہیں یہ آپکی ذاتی رائے ہے یا آپ کسی قوی دلیل سے اسکو ثابت کر سکتے ہیں - میرے خیال میں تو یہ صرف آپکی ذاتی رائے ہے ورنہ مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی حنفی تعلیق الممجد میں (صفحہ ۹۱) لکھتے ہیں الا ان رواۃ الرفع من الصحابۃ جم غفیر و رواۃ الترک جماعۃ قلیلۃ مع عدم صحۃ الطرق عنہم الا عن ابن مسعود - اور اس کے بعد فرماتے ہیں الا ان ثبوتہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر وارجح - اور علامہ سندی حنفی ابن ماجہ مصری (صفحہ ۲۸۲) کے حاشیہ پر فرماتے ہیں - والرفع اقوی واکثر اور یہی علامہ سندی نسائی مطبع مجتبائی کے صفحہ ۱۵۱ میں لکھتے ہیں فالسنۃ ھی الرفع ولا الترک - اور شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی حجۃ اللہ البالغہ (ج ۲ ص ۸) میں فرماتے ہیں فان احادیث الرفع اکثر واثبت - انصاف پسند اصحاب کیلئے یہ تینوں شہادتیں کافی ہونگی - کہ اقوی واکثر وارجح وسنت رفع یدین کرنا ہے اور عدم رفع قلیل ہے - لیکن وہ بھی ضعیف ہے - سوائے ابن مسعود کے - لیکن چونکہ ثبوت رفع میں بکثرت احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و افعال صحابہ مع خلفاء راشدین و عشرہ مبشرہ و دیگر تمام صحابہ و تابعین و اقوال ائمہ مجتہدین و محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین و محققین احناف بسند صحیح موجود ہیں اور عدم رفع پر جماعت قلیلہ مع ضعف طرق ہے - جیسا کہ ہم اوپر واضح طور پر بیان کر چکے ہیں -

قولہ (صفحہ ۶۲) آثار صحابہ ترک رفع یدین - (۱) اثر امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ الخ -

اقول - اسکا جواب بچند وجوہ ہے (۱) اسکی سند میں ابراہیم نخعی ہیں اور وہ مدلس ہیں اور مدلس کا عنعنہ عند المحدثین قبول نہیں جبتک کہ بلفظ "حدثنا" وغیرہ کے نہو - (۲) سفیان ثوری اس حدیث کو زبیر بن عدی سے روایت کرتے ہیں لیکن اس میں کلمہ "ثم لا یعود" کو نہیں بیان کرتے ہیں - وہو المحفوظ درایہ (صفحہ ۸۵) حافظ ابن حجر - اور یہ بات ظاہر ہے کہ سفیان اوثق ہیں حسن بن عیاش سے - اور مخالفت اوثق

ہے کیونکر صحیح ہو سکتی ہے۔ دوسرے یہ کہ ابراہیم نخعی کا عبداللہ بن مسعود سے سماع ثابت نہیں۔

قولہ صـ٦ کہ ابراہیم نخعی خود فرماتے ہیں کہ اگر میں ایک دو سے ابن مسعود کے عمل کو سنتا ہوں تو نام لے دیا کرتا ہوں الخ۔

اقول مولانا اس قول کا دارومدار ابراہیم بن مرزوق پر ہے جیساکہ طحاوی صـ۱۳۳ میں ہے۔ اور ابراہیم بن مرزوق کی بابت تقریب صـ۱۶ میں ہے ابراهیم بن مرزوق ثقة عمی قبل موته فکان یخطی ولا یرجع یعنی ابراہیم بن مرزوق ثقہ ہے لیکن آخر عمر میں اندھا ہوگیا تھا اور اپنی غلطیوں سے رجوع نہیں کرتا تھا۔ اور اس قول میں یہ منفرد ہے پس قابل حجت نہیں۔ پس اس روایت کا اعتبار نہیں۔ تیسرے یہ کہ امام محمدؒ غیر مالک میں ضعیف ہیں جیساکہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ اور یہ روایت امام مالکؒ سے نہیں لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔ چہارم یہ کہ اس اثر میں رفعیدین تکبیر اولیٰ کی بھی نفی ہے۔ اور عدم رفع عند تکبیر الافتتاح کا تو کوئی قائل ہی نہیں کیونکہ... لا یرفع یدیہ فی شئ من الصلوٰۃ موجود ہے۔ جو صاف رفع عند افتتاح کی نفی کر رہا ہے۔ پانچویں طحاوی کے اس اثر میں ایک راوی ابن ابی داؤد ہے اور وہ قابل اطمینان نہیں۔ لہذا یہ اثر ضعیف و ناقابل حجت ہے۔ تنبیہ

مولانا اس اثر کے نقل کرنے میں آپنے بہت سخت غلطی کی ہے جو شان علماء سے بہت بعید ہے فتفکر۔

قولہ (۲) صـ۷ اثر ابن عمر عن مجاهد قال صلیت خلف ابن عمر فلم یکن یرفع یدیه الا فی التکبیرة الاولیٰ من الصلوٰة الخ

اقول یہ اثر بھی ضعیف ہے بچند وجوہ (۱) ابن عمر سے بسند صحیح رفع ثابت ہے۔ طبقہ اولیٰ و ثانیہ کی کتابوں کا مقابلہ طحاوی وغیرہ کی حدیث سے نہیں ہو سکتا ہے۔ ان کتابوں کی حدیث صحاح ستہ کے مقابلہ میں وہی شخص پیش کرتا ہے جسکو صحیح ضعیف غریب شاذ منکر خطا صواب ثابت وغیرہ حدیثوں کی تمیز نہیں۔ محدثین کی

کی حدیث صحیح

روش سے واقف نہیں۔ پس ضعیف حدیث ہو یا اثر صحابہ ہو یا قول تابعی ہو غرض کہ جو کچھ بھی ہو جس سے اپنے مذہب کی نصرت و قول امام کی تائید ہوتی ہو بلا تحقیق صحیحین و سنن اربعہ کے مقابلہ میں پیش کر دیتے ہیں اور ذرا نہیں شرماتے ہیں کہ اعلیٰ کو ادنیٰ اور ادنیٰ کو اعلیٰ کر دیتے ہیں حفظ مراتب سے کچھ سروکار نہیں نہ کتابوں کے مرتبہ کا خیال نہ حدیث کے درجات کا شعور۔ بس ایسے ہی لوگوں نے اسلام میں ایک سخت مصیبت پھیلا رکھی ہے۔ ایک دین محمدی میں سینکڑوں مذہب بنا رکھے ہیں۔ اور کل حزب بما لدیھم فرحون کے مصداق ہر شخص اپنے مذہب پر شادان و فرحاں ہے۔ جب کہ ابن عمر سے بسند صحیح فعل رفع موجود ہے بلکہ یہانتک کہ آپ رفعیدین نکرنے والے کو کنکریاں مارتے تھے۔ اسقدر آپ متشدد تھے۔ تو پھر یہ کیونکر کسی کی عقل سلیم تسلیم کریگی کہ انہوں نے رفع یدین ترک کر دی۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں حضرت ابن عمر جیسے متبع سنت صحابی ملازم صحبت۔ فقیہ۔ اور ہمیشہ حضور علیہ کے ساتھ پنجوقتہ نماز پڑھنے والے اور ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پنجگانہ نماز میں رفعیدین کرتے ہوئے دیکھنے والے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اپنے شاگردان تابعین کو حدیث رفع بیان کرنے والے اور ان کے شاگردان جیسے۔ ابی الزبیر۔ نافع۔ محارب بن دثار۔ طاؤس۔ وغیرہ خود ابن عمر کو رفعیدین کرتے ہوئے دیکھنے والے اور پھر متشدد بھی اسقدر کہ رفعیدین نہ کرنیوالیکو کنکریاں مارنے والے کیونکر وہ خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلاف اپنی روایت و عمل کے کیونکر ترک کر دینگے۔ کیونکہ اگر عبداللہ بن عمر کو نسخ رفعیدین یا ترک رفعیدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بسند صحیح ثابت ہو جاتا تو آپ کے وصال کے بعد کیوں تابعین کو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفعیدین کی روایت کرتے۔ اور کیوں انکے شاگرد عبداللہ بن عمر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انتقال رفعیدین کرتے ہوئے دیکھتے۔ اور یہ تشدد کیوں کرتے کہ ترک رفع پر کنکریاں مارتے کیا نعوذ باللہ انہوں نے قصداً جان بوجھکر خلاف پیغمبر یہ کام کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ترک

کردیا اور عبداللہ بن عمر کو آپ کی زندگی ہی میں ترک معلوم بھی ہوگیا تھا پھر بعد انتقال پیغمبر کیوں رفع کے عامل اور حدیث رفع کے راوی رہے اور اپنے شاگردوں کو کبھی رفعیدین کرنیسے منع بھی نہیں کیا یہ کیا معمہ لاینحل ہے مولانا اس معمہ کو حل کیجیے اور تعصب مذہبی کو دور کرکے غور فرمائیے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ کہ جن لوگوں سے آپ ترک رفع ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پہلے یہ رفعیدین کرتے تھے بعد میں جب نسخ ثابت ہوگیا تو رفعیدین ترک کردی۔ مولانا خواب غفلت سے بیدار ہو جائیے صحابہ کی نسبت بعد وصال حضور صلعم یہ افترا پردازی صحیح نہیں۔ کیونکہ جو صحابی بعد وصال حضور صلعم آپ سے حدیث روایت کرے اور خود بھی اسپر عامل ہو اور سنداً صحیح بھی ہو۔ اور کسی طریق ضعیف سے اگر اس کے خلاف ثابت ہو جاوے تو یہ کیونکر تسلیم کرلیا جاوے کہ پہلے اسکو نسخ یا ترک معلوم نہتھا اب معلوم ہوگیا۔ دونوں فعل متضاد بعد وصال حضور صلعم ہی تو ہیں۔ بسند صحیح رفع و بسند ضعیف عدم رفع نسخ و ترک کا حال معلوم تو حیات حضور صلے اللہ علیہ وسلم میں ہونا تھا یا کہ بعد وفات اور بعد وفات بھی اسوقت جبکہ وہ اس فعل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کررہا ہے اور خود بھی عمل کررہا ہے۔ اور دوسرونکو بھی اسپر عمل کرارہا ہے اور نہ کرنے والیکو سزا بھی دے رہا ہے تو اس صورت میں اب اس صحابی کو نسخ یا ترک کیونکر معلوم ہوگا۔ ذرا یہ بات ہمکو بھی تو سمجھا دیجیے۔ (۲) مجاہد تو خود رفعیدین کرتے تھے جیساکہ ترمذی ص۳۵ و رسالہ رفعیدین ص۱۰-۱۵ امام بخاری میں ہے۔ جب مجاہد خود رفعیدین کرتے تھے۔ اور اصحاب کبار ابن عمر سے تھے۔ مجاہد نے جب ابن عمر کو رفعیدین کرتے دیکھا ہوگا تب ہی تو خود رفعیدین کرتے تھے۔ ورنہ شاگرد استاد کے خلاف کیوں کر کرسکتا ہے۔ (۳) اسکی سند میں ابوبکر بن عیاش ہے اور اسکی تحقیق ص۲۵ ہم اوپر بضمن حدیث ابن عمر بیان کرچکے ہیں فانظر الیہ (۴) اسکی سند میں حصین بن عبدالرحمن ہے چونکہ انکا حافظہ آخر میں خراب ہوگیا تھا اور یہ معلوم نہیں کہ یہ روایت قبل تغیر سے ہے یا بعد کی بلا دلیل صحیح کہنا صحیح نہیں۔ لہذا یہ اثر ضعیف اور نا قابل حجت ہے۔

قولہ ص۶۷ یا یہ کہیے کہ عادت ترک رفعیدین تھی اور احیاناً رفعیدین کرلیا الخ

اقول مولانا جب ابن عمر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں ترک رفع معلوم ہوگیا تھا تو پھر بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلاف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیوں احیاناً رفعیدین کرلیا۔ کیا آپ اسکو جائز سمجھتے ہیں کہ شان صحابہ ایسی تھی کہ جس فعل کو حضور صلعم نے ترک کردیا ہوا اور وہ منسوخ ہوگیا ہو تو صحابہ خلاف مرضی حضور صلعم بعد وفات اُسکو احیاناً کرتے ہوں ... آپکا ظن فاسد صحابہ کے متعلق اگر ایسا ہو تو ہو لیکن اہلحدیث کا ہرگز ایسا گمان نہیں کہ کسی صحابی نے قصداً کوئی فعل خلاف حضور صلعم کیا ہو۔ اور اگر ابن عمر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ترک رفعیدین معلوم نہیں ہوا اور بعد وفات بھی ابن عمر رفعیدین کرتے رہے تو اب ترک رفع انکو کیونکر معلوم ہوا جس سے انہوں نے خود رفعیدین ترک کردی۔ اب جب کہ ابن عمر نے رفعیدین ترک کردی تو اپنے اصحاب کو جنکو پہلے رفعیدین کرنا سکھلایا تھا اُنکو دوبارہ ترک رفع کی ہدایت کی یا نہیں کی اگر ہدایت کی ہے اور انکے اصحاب جیسے ابی الزبیر۔ نافع۔ محارب بن دثار۔ طاؤس۔ اور انکے بیٹے سالم وغیرہ نے رفعیدین ترک کردی تھی۔ تو یہ حالات کس کتاب میں حدیث کی موجود ہیں مع حوالہ کتب وصفحہ ومطبع تحریر فرمائیے۔ اگر ترک رفع کی ہدایت نہیں کی تو کیوں اور کس وجہ سے نہیں کی اسکا جواب مشرح عنایت فرمائیے۔

قولہ صفحہ اور باشارتہ یہ بتلاتا ہے کہ ابن عمر بھی عامل ترک رفعیدین پر تھے اور وہ اثر یہ ہے۔

عن محارب بن دثار قال رأیت ابن عمر یرفع یدیہ کلما رکع وکلما رفع رأسہ من الرکوع قال فقلت لہ ما ھذا قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام فی الرکعتین کبر ورفع یدیہ مسند احمد الخ

اقول اس اثر کی سند آپنے نقل نفرمائی اور بلا سند نقل فرمائی ہی یہ حکم بھی جاری کردیا کہ اس اثر کے کل راوی ثقہ ہیں۔ مولانا اس اثر کی سند آپ لکھیں یا نہ لکھیں مگر ہم نے اسکی سند کا پتہ لگالیا ہے یہ حدیث مسند احمد بن حنبل صفحہ ۱۴۵ جزء ثانی میں اس سند سے موجود ہے حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی حدثنا محمد بن فضیل عن عاصم عن ابن کلیب عن محارب بن دثار قال رأیت ابن عمر الخ (۱) راوی محمد بن فضیل کے متعلق میزان الاعتدال صفحہ ۱۳۲

جلد ۳ میں اگرچہ ابن معین نے ثقہ لکھا ہے لیکن ابو داؤد نے شیعیاً محترقاً اور ابن سعد نے بعضہم
لا یحتج بہ۔ اور تہذیب التہذیب ج ۹ میں کان یغلو فی التشیع وقال بعضہم لا یحتج بہ لکھا ہے۔
(۲) راوی عاصم۔ معلوم نہیں یہ عاصم کون ہے۔ اس نام کے بہت راوی ہیں پس اسکی
تعیین لازمی ہے بلا تعیین اسم ثقہ اور غیر ثقہ کہنا ٹھیک نہیں۔ (۳) راوی عاصم بن
کلیب ہے اور مختلف فیہ اور حالت تفرد میں قابل احتجاج نہیں جیساکہ رسالہ نور العینین فی
تحقیق رفع الیدین میں آپنے تحریر فرمایا ہے۔ لیکن عاصم بن کلیب مختلف فیہ ابن مدینی
کہتے ہیں کہ عاصم تفرد کی حالت میں محتج بہ نہیں۔ غرضکہ اس اثر کے رواۃ کی جب یہ
کیفیت ہو تو کیونکر اس اثر کو صحیح کہہ سکتے ہیں۔ ولو فرضنا اگر یہ اثر صحیح بھی تسلیم
کر لیا جائے تو اس اثر کا مطلب جو آپ سمجھے ہیں وہ غلط ہے۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ اس
نماز میں ابن عمر نے چار جگہ رفعیدین کیا۔ تکبیر تحریمہ۔ رکوع میں جاتے وقت۔ رکوع سے
سر اٹھاتے وقت۔ تشہد اولیٰ سے کھڑے ہو کر۔ اوّل تین موضع کی رفعیدین تو محارب
بن دثار کو معلوم ہو چکی تھی چوتھی جگہ کے رفعیدین کے متعلق انکو تحقیق نہتھی جب ابن عمر کو
یہ چوتھی جگہ رفعیدین کرتے دیکھا تو کہا ما ھذا یہ چوتھی جگہ رفعیدین کیسی یعنی یہ آپ کا
ذاتی فعل ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے تو جواباً ابن عمر نے فرمایا کان النبی اذا
قام فی الرکعتین کبر و رفع یدیہ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتوں سے
اٹھکر رفعیدین کرتے تھے۔ اگر یہ معنی نہ لئے جائیں بلکہ وہ معنی لئے جائیں جو آپنے تحریر
فرمائے ہیں تو وہ مثل صادق آتی ہے سوال از آسمان جواب از ریسمان کیونکہ محارب
تو مطلق رفعیدین (یعنی موضع ثلاثہ) کا سوال کرتے ہیں اور ابن عمر صرف بعد رکعتین کے
قیام کے رفعیدین کا جواب دیتے ہیں غرض کہ سوال کچھ اور جواب کچھ پس آپ کے سمجھے ہوئے
معنی غلط ہوئے اور ہمارا یہ کہنا کہ محارب کو رفعیدین اوّل ثلاثہ معلوم تھے چنانچہ رسالہ رفع
یدین امام بخاری ص میں یہ اثر موجود ہے اور یہ اثر پہلے اثر سے بہت صحیح ہے۔ حدثنا
محارب بن دثار قال رأیت عبد اللہ بن عمر اذا افتتح الصلوٰۃ کبر و رفع یدیہ و اذا
اراد ان یرکع رفع یدیہ و اذا رفع راسہ من الرکوع۔ یعنی محارب بن دثار

کہتے ہیں کہ مینے عبداللہ بن عمر کو تکبیر تحریمہ اور رکوع میں جاتے وقت اور سر اٹھاتی وقت رفعیدین کرتے دیکھا اس سے معلوم ہوا کہ مواضع ثلاثہ کا رفع یدین تو معلوم تھا صرف چوتھی جگہ کے متعلق سوال تھا سو عبداللہ بن عمر نے اسی کا جواب دیا اور محارب کا جواب سنکر ساکت ہو جانا بھی اسی امر کی دلیل ہی کہ محارب کو سوال کے مطابق جواب ملگیا۔ اگر جواب مطابق سوال نہوتا تو محارب مکرر اپنے سوال کو اعادہ فرماکر طالب جواب ہوتے لہذا محارب کے یہ دونوں اثر اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں بلکہ آپ کے اثر سے صراحۃً موضع رابعہ میں رفعیدین ثابت ہوگیا۔ مولانا سچ فرمائیے حدیث فہمی آپکا حق ہی یا اہلحدیث کا۔ اور یہ مصرع آپ ہی پر صادق آیا ع وہ الزام ہمکو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا۔ (۵)

امام بخاری نے رسالہ رفعیدین صـ میں لکھا ہی قال یحیی بن معین حدیث ابی بکر عن حصین انما ھو توھم منہ لا اصل لہ۔ یعنی اس حدیث میں ابو بکر کا وہم ہی اسکی کچھ اصل نہیں اسپر آپکا یہ اعتراض کہ ابن معین کا دعوی بلا دلیل ہی الخ جناب من یحیی بن معین کو امام الجرح والتعدیل کہتے ہیں تہذیب صـ۲۸۱ جلد ۱۱ اور خلاصہ میں ہی قال الامام احمد بن حنبل کل حدیث لا یعرفہ یحیی بن معین فلیس بحدیث۔ یعنی جس حدیث کی صحت سند کے یحیی بن معین کے دستخط نہوں وہ حدیث ہی نہیں مولانا ان کا قول تو خود دلیل ہی خصوصاً جبکہ امام بخاری علیہ الرحمۃ بھی ہمزبان ہوں۔ اور یحیی بن معین کے اس قول کی کسی محدث سے مخالفت ثابت نہیں۔ اسواسطے آپکا یہ اعتراض لغو و بیکار ہی۔ اور موطا امام محمد میں صحـ یہ اثر جو بلا واسطہ ابن عیاش ہی وہ اس سے بھی زیادہ ضعیف ہی جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔

قولہ صـ ابو بکر بن عیاش کی توثیق بکثرت ائمہ نے کی ھے الخ۔

اقول آپکا یہ دعوی غلط ہی کہ احمد بن یونس ابو بکر کے قدیم تلمیذ ہیں۔ اور خود امام بخاری نے بھی کتاب التفسیر میں احمد بن یونس کے طریق کو "عن ابی بکر بن عیاش" لیا ہی۔ الخ۔ کیونکہ امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں صـ۶۵۵ باب ان الناس قد جمعوا لکم الا یۃ میں اس طریق کو بیان کیا ہی۔ لیکن صرف ابو بکر کے ہی طریق

پر اکتفا نہیں کیا ہے۔ بلکہ دوسرا طریق بھی حدثنا مالک بن اسمعیل قال حدثنا اسمٰعیل
بیان کیا ہے جبکہ امام بخاری نے احمد بن یونس کے طریق عن ابی بکر بن عیاش پر اکتفا
نہیں کیا تو کیونکر تسلیم کر لیا جاوے کہ امام بخاری نے ابو بکر بن عیاش بن طریق
احمد بن یونس سے ہی صرف احتجاج کیا ہے اگر صرف یہی ایک طریق بیان کیا ہوتا تو آپکا
دعوی صحیح ہوتا۔ پس جبکہ اس حدیث میں دو راوی متغیر الحافظہ دسئی الحافظہ جمع ہو گئے
اور خلاف اوثق روایت کرتے ہیں تو کیونکر یہ حدیث صحیح تسلیم ہو سکتی ہے۔ پس یقیناً
یہ اثر مجاہد ضعیف ہے۔ خصوصاً جبکہ اس کے خلاف خود مجاہد کا رفعیدین کرنا اور ابن عمر
کا رفعیدین کرنا بسند صحیح ثابت ہے۔ پس یہ اثر ضعیف و ناقابل حجت ہے۔

قولہ صفحہ ۹۵ (۵) اثر اصحاب عبداللہ و اصحاب علی رواہ ابوبکر بن ابی شیبہ و اسنادہ
صحیح۔

اقول اس اثر کی آپ نے سند نقل نہ فرمائی بلا سند آپ نے کیسے صحیح تحریر کر دیا نیز
سنن کا مقابلہ یہ اثر نہیں کر سکتا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ تلامذہ کبار حضرت
علی کے جیسے حسن بصری۔ سعید بن مسیب و مجاہد وغیرہ سب رفعیدین کرتے تھے
اور وہ کون اصحاب علیؓ تھے جو رفعیدین نہیں کرتے تھے ان کے نام تحریر کرتے
تو اسکا جواب تحریر کیا جاتا۔ نیز بعض شاگردان علیؓ شیعہ تھے اور غیر معتبر مثل
حارث اعور وغیرہ کے جیسا کہ مقدمہ صحیح مسلم میں ہے عن ابی اسحاق قال لما
احدثوا تلک الاشیاء بعد علی قال اجل من اصحاب علی قاتلهم الله ای
علم افسدوا۔ اور ابن عیاش کہتے ہیں قال سمعت المغیرۃ یقول لم یکن یصدق
علی علی فی الحدیث عنہ الا من اصحاب عبداللہ بن مسعود۔ رواہ مسلم صفحہ ۱۰
اور امام نووی صفحہ ۱۱ اسکی شرح میں لکھتے ہیں فاشار بذلک الی ما ادخلتہ الروافض
والشیعۃ فی علی رضی اللہ عنہ وحدیثہ وتقولوہ علیہ من الاباطیل الخ اور اصحاب
علی رضی اللہ عنہ رفعیدین کرتے تھے۔ چنانچہ امام بخاری نے اپنے رسالہ صفحہ ۱۲ میں
لکھا ہے قال عبدالرحمن بن مہدی عن الربیع بن صبیح قال رایت محمدا

۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲

والحسن - وابا نضرة - والقاسم بن محمد - وعطاء - وطاؤسا - ومجاهدا
والحسن بن مسلم - ونافعا - وابن ابی نجیح اذا افتتح الصلوٰۃ رفعوا ایدیھم
واذا رکعوا واذا رفعوا رؤسھم من الرکوع - اور ایسے ہی اصحاب عبداللہ بن
مسعود مثلاً قاسم - عطار - ربیع - قیس - وغیرہ یہ سب رفع یدین کرتے تھے
اور وہ کون اصحاب ابن مسعود ہیں جو رفع یدین نہیں کرتے تھے انکا نام اگر تحریر فرماتے
تو کچھ غور کیا جاتا - اور یہ ابو اسحاق کون ہیں انکی توثیق آپکے ذمہ ہے - اگر ابو اسحاق
سبیعی ہیں تو آخر میں انکا حافظہ خراب ہو گیا تھا - اور حضرت علی جب کوفہ تشریف
لیگئے تو حضرت علی کے ہمراہ بکثرت صحابہ تشریف لیگئے تھے - پس وہ سب صحابہ
تطبیق کرتے ہونگے رکوع میں گھٹنوں پر کوئی ہاتھ نہ رکھتا ہوگا - ورنہ اصحاب علی
وابن مسعود کے عمل (یعنی فعل تطبیق) میں اختلاف ضروری تھا - پس کیا وجہ کہ اسقدر
صحابہ کی موجودگی میں بھی عبداللہ بن مسعود سے تطبیق ترک نہوئی - فما ھو جوابکم
فھو جوابنا -

قولہ صفحہ (۲) عن میمون المکی انہ رای عبداللہ بن الزبیر وصلی بھم یشیر
بکفیہ الخ

صفحہ ۳۹

اقول جب آپ اسحدیث کو اپنے رسالہ میں ضعیف تحریر کر چکے ہیں - اور میمون
مکی کو مجہول تو پھر ضعیف ومجہول کی روایت سے آپ کیونکر استدلال کر سکتے ہیں -
ممکن ہے کہ ایسا ہو کہ اثبات رفع میں ضعیف ومجہول لکھکر ترک کر دی گئی - اور عدم
رفع میں ضعیف ومجہول کی کچھ تمیز نہیں - کیونکہ جہاں عدم رفع میں اور حدیثیں
ضعیف وآثار ضعیفہ نقل کئے ہیں وہاں یہ ایک اور بھی نقل کیا اتامرون الناس
بالبر وتنسون انفسکم - کا مصداق نہیں ہے - مولانا جب ثبوت رفع میں آپ
اس حدیث کو ضعیف مجہول لکھکر نا قابل استدلال بیان کر چکے ہیں تو عدم رفع میں
باوجود ان دونوں جرحوں کے کیونکر قابل حجت ہو جائیگی - فتدبر - لیکن اب
جبکہ آپ اسکو استدلال میں لائے ہیں تو جواباً گزارش ہے کہ میمون مکی نے عبداللہ بن

بن زبیر کو سجدہ میں جاتے اور دوسری رکعت میں کھڑے ہوتے وقت جو رفعیدین
کرتے دیکھا تو اسوجہ سے عبداللہ بن عباس سے یہ واقعہ بیان کیا کہ ان مواضع
میں مینے کسیکو رفعیدین کرتے نہیں دیکھا۔ کیونکہ ان دو جگھوں میں کوئی رفعیدین
نہیں کرتا تھا۔ عبداللہ بن عباس کے زمانہ میں سب صحابہ رفعیدین کرتے تھے۔
اور عبداللہ بن عباس خود بھی رفعیدین کرتے تھے جیساکہ ترمذی و رسالہ رفعیدین
امام بخاری میں موجود ہے۔ لیکن یہ سب صحابہ سجدہ میں جاتے اور رکعت ثانی کے
قیام کیوقت رفعیدین نہیں کرتے تھے۔ بدینوجہ تعجباً میمون مکی نے ابن عباس
سے عبداللہ بن زبیر کی نماز کا ذکر کیا جس کے جواب میں عبداللہ بن عباس نے فرمایا
ان احببت ان تنظر الی صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقتد
بصلوٰۃ عبد اللہ بن الزبیر یعنی اے میمون اگر تمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی نماز محبوب ہے تو عبداللہ بن زبیر کی نماز کے موافق پڑھو۔ اگر رفعیدین منسوخ
ہوجاتی یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ترک رفع ثابت ہوتا تو عبداللہ بن عباس بھی
ہے اور جو مطلب صحیح رفعیدین نہ کرتے اور میمون کو بھی رفعیدین کرنیسے منع کر دیتے اور حکم اقتدا بہ
نماز عبداللہ بن زبیر نکرتے۔ اس حدیث کا یہ مطلب جو آپ سمجھے ہیں وہ غلط ہے کہ
رفعیدین مواضع ثلاثہ کے متعلق میمون مکی نے استعجاباً دیکھا نہیں بلکہ سجدہ میں جاتے
اور رکعت ثانی میں قیام کیوقت رفعیدین کو نظر تعجب سے دیکھکر فرمایا لم ار احدًا
یصلیھا۔ کہ ایسی نماز (جسمیں پانچ جگہ رفعیدین ہو) مینے آجتک کسی کو پڑہتے نہیں
دیکھا۔ کیونکہ الفاظ فوصفت لہ ھذہ الاشارۃ صاف اس پر دلیل ہے کہ پانچ جگہ
رفعیدین کرنے پر تعجب کیا ورنہ مواضع ثلاثہ میں تو عبداللہ بن عباس اور دیگر سب
صحابہ رفعیدین کرتے تھے اور میمون مکی کو معلوم تھا۔ الغرض آپنے چھ آثار اور چھ
حدیثیں بیان کیں لیکن صحیح ایک بھی نہیں۔ اور رفعیدین مواضع اربعہ میں احادیث
صحیحہ مرفوعہ قطعی الدلالہ اور آثار صحیحہ سے ثابت ہے۔ حدیث ابن عمر مرفوعاً و فعل
ابن عمر بسند صحیح مثبت رفعیدین ہے۔ اس کے خلاف حدیث ابن عمر ہو

یا قول ابن عمر - اثر مجاہد ہو یا عبدالعزیز کی روایت سب باتفاق جمیع محدثین ضعیف ہیں جنکے ضعف کا بیان اپنے اپنے مقام پر مذکور ہی - امام مالک کا عمل رفعیدین کا ہی عدم رفع غلط اور بلا دلیل ہی - جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں - وائل بن حجر کی حدیث اور مالک بن حویرث کی روایت نہایت صحیح اور ثبوت رفع علی الدوام پر دلیل بین و واضح ہیں - کیونکہ صفحہ ۱۷ سے ۲۰ تک اسی رسالہ میں آپ ان دونوںکی حدیثوں کو صحیح تسلیم کر چکے ہیں اور آپنے اپنا مسلک وحاذی بابھامیہ اذنیہ الخ .... کی حدیثوں سے حدیث ابن عمر حذو منکبیہ پر راجح وأولیٰ قرار دیا ہی - اگر وائل بن حجر و مالک بن حویرث قلیل الصحبت و غیر فقیہ ہیں تو حاذی بابھامیہ اذنیہ میں انکی حدیث کو حدیث ابن عمر حذو منکبیہ پر جو ملازم صحبت - فقیہ کثیر الروایت ہیں کیوں ترجیح دی گئی اور حدیث ابن عمر مرجوح قرار دیگئی - یہ قاعدہ اس جگہ کیوں نہیں استعمال کیا گیا کہ انکی حدیث پر ابن عمر کی حدیث کو ترجیح دیکر حذو منکبیہ پر عامل ہوتے - اور عبداللہ بن عباس کی کوئی حدیث مرفوعاً یا موقوفاً عدم رفع میں آپنے تحریر نہ فرمائی - بلکہ عبداللہ بن عباس سے رفعیدین ثابت ہی جیسا کہ امام بخاری نے اپنے رسالہ صفحہ ۱۱ میں لکھا ہی عن عطاء قال رأیت جابر بن عبد اللہ وابا سعید الخدری وابن عباس وابن الزبیر یرفعون ایدیھم حین یفتتحون الصلوۃ واذا رکعوا واذا رفعوا رؤسھم من الرکوع اس سے صاف معلوم ہوا کہ ابن عباس کے زمانہ میں اہل مکہ کا عمل رفعیدین تھا - اگر ابن عباس رفعیدین نکرتے ہوتے تو میمون مکی کو کیوں رفعیدین کرنیکی ہدایت کرتے بلکہ صاف طور پر منع کر دیتے بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہی کہ خود تو کریں نہیں اور دوسرونکو کرنیکی ہدایت کریں - صحابہ کی شان سے بہت بعید ہی - اور نیز حدیث ابو حمید ساعدی کی بشہادت دس اصحابہ جو ملازم صحبت بھی ہیں یعنی تقریباً آٹھ سال تک حضور صلعم کے ساتھ نماز پنجگانہ مع رفعیدین پڑھی ہی - انکو غیر ملازم صحبت کہنا کم علمی یا تعصب فی المذہب کی دلیل ہی - اور یہ تحریر کرنا کہ علاوہ رفعیدین کے اور کوئی نئی بات نہ کرنا یہ بتلاتا ہی کہ یہ صحابہ رفعیدین نہیں کرتے تھے - سو یہ تحریر بھی اس امر پر شاہد ہی کہ

مصنف رسالہ ''نور العینین فی تحقیق رفع الیدین'' علم حدیث سے بالکل کورے ہیں اور حدیث فہمی کا مادہ وقابلیت بالکل نہیں ہے۔ مولانا ابوحمید ساعدی کی جو حدیث آپنے نقل فرمائی ہے اسمیں ابتدا ازتکبیر تحریمہ سے لیکر آخر نماز تک نماز کا تمام نقشہ موجود ہے۔ یعنی جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کا طریقہ حاصل کیا تھا۔ وہ پوری نماز مع تمام ارکان وہیئت پڑھکر دکھلادی۔ رفعیدین۔ وجلسہ استراحت۔ آخر رکعت میں تورک موجود۔ قرأت۔ رکوع۔ سجود وغیرہ سب حالات موجود ہیں۔ یہ بھی عوام الناس کو دہوکہ دینا ہے کہ علاوہ رفعیدین کے کوئی نئی بات بیان نہ کی البتہ یہ بات سچ ہے کہ اپنی جانب سے کوئی نئی بات نہیں بیان کی مگر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی تھی وہی نماز مع رفعیدین سبکو پڑھکر دکھادی۔ اسمیں جلسہ استراحت۔ اور تورک بھی تو موجود ہے مولانا یہ دونوں چیزیں بھی آپکے نزدیک نئی ہیں ان کو کیوں نہ شمار کرایا۔ اور سب لوگوں نے بلا انکار واعتراض اسکی تصدیق کی یہ تصدیق اس امر کی دلیل ہے کہ وہ سب لوگ رفعیدین کرتے تھے ورنہ ابوحمید ساعدی کے رفعیدین کرنے پر ضرور اعتراض کرتے اور حدیث (۴) وائل بن حجر کے آخر جملہ ھی صلوٰۃ رسول اللہ صلعم الخ اس دعوی کی بین دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تو رفعیدین ہی کے ساتھ تھی اب آپ کے انتقال کے بعد جو متبع سنت ہیں وہ نماز میں رفعیدین کرتے ہیں اور جنکو اتباع سنت کی پرواہ نہیں انہوں نے ترک کردیا۔ حسن بن حسن نے محمد سے یہ نہیں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفعیدین ترک کردی تھی یا رفعیدین منسوخ ہوگئی ہے بلکہ یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تو رفعیدین ہی کے ساتھ تھی۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نماز میں رفعیدین کرتے تھے۔ اب چونکہ لوگوں میں سستی وتساہل کا مرض پھیلتا جاتا ہے تو جو لوگ کہ اتباع سنت کے دلدادہ اور سنت پر شیفتہ ہیں وہ تو رفعیدین کرتے ہیں۔ اور جنکو اسکی پرواہ نہیں انہوں نے چھوڑ دیا۔ مولانا زمانہ تابعین میں بہت سی سنتیں بسبب سستی وتساہل ترک ہوگئی تھیں جیساکہ تکبیرات انتقالات کہ عکرمہ جیسے جلیل القدر تابعی کو چار رکعت والی نماز میں بائیس ۲۲ تکبیروں

کی سنیت کا حال معلوم نتھا۔ چنانچہ مشکوٰۃ میں صہ ۷۹ ہی عن عکرمۃ قال صلیت خلف شیخ بمکۃ فکبر ثنتین وعشرین تکبیرۃ قلت لابن عباس انہ احمق فقال ثکلتک امک سنۃ ابی القاسم صلی اللہ علیہ وسلم رواہ البخاری یعنی عکرمہ (تابعی) کہتے ہیں کہ میں نے ایک بوڑھے (ابوہریرہ) کے پیچھے مکہ میں نماز پڑھی تو اس نے نماز میں بائیس ۲۲ تکبیریں کہیں تو مینے ابن عباس سے کہا کہ وہ (ابوہریرہ) جاہل ہی ابن عباس نے فرمایا تیری ماں تجھکو گم کرے یہ رسول اللہ صلعم کی سنت ہی دیکھو اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے بعد لوگوں نے تکبیرات انتقال ترک کر دی تہیں یہانتک کہ عکرمہ جیسے جلیل القدر تابعی کو بھی ان تکبیروں کی سنیت بلکہ اباحت میں بھی کلام تھا۔ اب فرمائیے کہ ان تکبیرونکو بھی ترک کر دینا چاہیے۔ علی ہذا القیاس صحیح بخاری میں ایک اور واقعہ موجود ہی قال سمعت الزہری یقول دخلت علی انس بن مالک بدمشق وہو یبکی فقلت ما یبکیک فقال لا اعرف شیئاً مما ادرکت الا ہذہ الصلوٰۃ وہذہ الصلوٰۃ قد ضیعت یعنی زہری تابعی کہتے ہیں کہ مینے دمشق میں انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور وہ روتے تھے مینے کہا آپ کیوں روتے ہیں تو فرمایا کہ مینے جو چیزیں (رسول اللہ صلعم کے عہد میں) دیکھی ہیں ان میں سے اب کوئی چیز نہیں پاتا مگر نماز اور وہ نماز بھی برباد ہوگئی۔ اور ایک روایت بخاری میں یہ الفاظ ہیں قال الیس صنعتم ما صنعتم فیہا یعنی انس رض نے کہا کہ نماز میں بھی جو تم نے کرکرنا ہی وہ کر رکہا ہی۔ دیکھا آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد لوگوں نے نماز کی کیا حالت کر دی تھی جس کی وجہ سے انس رض روتے تھے اور فرماتے کہ لوگوں نے نماز کو بھی برباد کر دیا۔ اسی طرح بوجہ سستی و تساہل اوقات نماز میں تاخیر ہونے لگی تھی جیسا کہ صحیح بخاری ص۳۰ میں موجود ہی اسی طرح پر جمعہ کے دن جب امام خطبہ پڑھتا ہو اور اسوقت اگر کوئی شخص آجائے تو اس کے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ہی کہ اول دو رکعت سنت پڑہ لے پھر خطبہ سنے۔ لیکن آپ کے انتقال کے بعد مروان (حاکم وقت) نے اپنے زمانہ حکومت میں ان سنتونکو حالت خطبہ میں پڑہنے سے منع کر دیا۔ اور یہانتک تشدد کہ اس کام کے لئے چپراسی مقرر

کر دے کہ اگر کوئی شخص حالت خطبہ میں یہ سنتیں پڑھے تو مت پڑھنے دو اتفاق سے
ایک مرتبہ جمعہ کے دن ابو سعید خدریؓ (صحابی) مسجد میں ایسے وقت آئے کہ مروان
خطبہ پڑھ رہا تھا تو ابو سعید خدری نے دو رکعت سنتوں کی نیت باندھ لی تو مروان
کے چپراسیوں نے بہت کچھ روکنے کی کوشش کی مگر ابو سعید خدری نے ان رکعتوں کو
چھوڑا ہی نہیں۔ بعد فراغت نماز لوگ انکی مزاج پرسی کو گئے اور یہ واقعہ بیان کیا تو ابو سعید
خدری کیا فرماتے ہیں ماکنت لا ترکھما بعد شیء رأیتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم الخ۔ یعنی جب مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان سنتوں کے متعلق حدیث
سن لی تو میں ان سنتوں کو کیونکر ترک کرسکتا ہوں ترمذی ص۶۹ - مولانا دیکھا آپنے اتباع سنت
اسکا نام ہے۔ غرضکہ کتب احادیث میں ایسے بہت سے واقعات موجود ہیں۔ جو ماہرین
فن حدیث پر مخفی نہیں ہے۔ سو مولانا موحد متبع سنت کی یہ شان نہیں کہ سنت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا دلیل کسی کے ترک کر دینے سے ترک کر دے۔ ان واقعات
کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر کسی تابعی نے بلا دلیل بوجہ سستی یا اور کسی وجہ سے رفعیدین
بھی ترک کر دی تو یہ لازم نہیں آتا کہ مسلمان موحد متبع سنت رفعیدین کو ترک کر دے کیونکہ
رفعیدین احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے۔ رفعیدین کرنے کے متعلق قولی۔ فعلی دونوں
قسم کی حدیثیں موجود ہیں جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ خصوصاً جبکہ ہمارے مولانا
خود ص۱۵ میں اس امر کے مقر ہیں کہ احادیث مرفوعہ میں ثبوتاً رفعیدین کو کثرت ہے۔ تو
اس سے معلوم ہوا کہ عدم رفع کا ثبوت کم ہے۔ اور بقاعدہ محدثین کثرت کو قلت پر
ترجیح ہوگی لہذا رفع کو عدم رفع پر ترجیح ہوئی۔ اور حدیث اسکنوا فی الصلوۃ
عند جمیع محدثین و محققین احناف وقت تشہد عند السلام کے متعلق ہے۔ رفعیدین مشہورہ
ومعروفہ سے کچھ تعلق نہیں۔ اس سے استدلال کرنا مبنی بر جہالت ہے۔ رسول اللہ صلعم
کا بامر رب العلمین رفعیدین کرنا اور صحابہ کا آپکو دیکھکر رفعیدین کرنا اور سنہ ۹ ہجری میں
مالک بن حویرث وغیرہ صحابہ کو صلوا کما رأیتمونی اصلی کا ارشاد فرمانا و نیز حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کا مسجد نبوی میں ایک جماعت صحابہ کو رفعیدین کے ساتھ نماز پڑھانا

اور فرمانا کہ یہ وہ نماز ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے اور صحابہ کو اسی طرح نماز پڑھنے
کا حکم فرماتے - اور جماعت کا بلا انکار تصدیق کرنا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رفعیدین
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل دوامی تھا اور قولی بھی تھا اور زمانہ خلافت ثانی تک اہل مدینہ
کا عمل بھی رفعیدین ہی تھا - ونیز خلفاء راشدین و دیگر کبار صحابہ ملازمان صحبت اور فقیہ
کثیر الروایت سب عاملین رفعیدین تھے چنانچہ چوالیس ۴۴ نام صحابہ کے تو حافظ زیلعی نے
بحوالہ بیہقی نصب الرایہ میں شمار کرائے ہیں - اور امام بخاری نے اپنے رسالہ رفعیدین
میں فرمایا ہے عن الحسن قال کان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانما ایدیھم
المراوح یرفعونھا اذا رکعوا واذا رفعوا رؤسھم قال البخاری فلم یستثن الحسن
وحمید بن ھلال احدا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم دون احد
اور اسی طرح وائل بن حجر کا بیان دو مرتبہ موسم گرما و سرما ۱ سنہ ہجری میں دور دراز
راہ سے سفر کر کے آنا اور آپ کے ساتھ نماز پنجگانہ ادا کرنا اور افعال نماز کو غور سے
ملاحظہ کرنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں رفعیدین کرتے دیکھنا اور وہی بیان کرنا
اور کسی صحابی کی نسبت یہ بیان نکرنا کہ فلاں فلاں صحابہ نماز میں رفعیدین نہیں کرتے تھے
یہ واقعات اس امر پر روز روشن کیطرح صاف دلالت کرتے ہیں کہ تمام صحابہ رفعیدین کرتے تھے
مجھکو مولانا کے ان الفاظ پر سخت تعجب و افسوس ہے کہ صحابہ کا حال بھی اپنے حال کے
مشابہ سمجھتے ہیں حالانکہ صحابہ کی شان انکی شان سے بہت اعلیٰ و ارفع ہے - آپ فرماتے
ہیں کہ جن ملازمین صحابہ سے رفعیدین کی روایت اور عمل رفعیدین مذکور ہے مجھے انکے
اس مذہب میں تامل ہے کہ انکا رفعیدین مذہب ہو انا للہ وانا الیہ راجعون جب
آپکو صحابہ کی نسبت اسقدر بدظنی و بدگمانی ہے تو اسلام کا خدا ہی حافظ ہے بہتر فرقوں میں
جو گمراہ ہیں ہر فریق اپنے مخالف کو ایسا ہی جواب دیکر اپنے مذہب کو برصواب اور دوسرے
کے مذہب کو برخطا کہہ سکتا ہے - جن لوگوں نے تحقیق کو چھوڑا اور تقلید کی پٹی آنکھوں پر
باندھ لی انکا آخر ایمانی نتیجہ یہ ہے کہ مجھکو ان کے اس مذہب میں تامل ہے - حاشا - وکلا ایسا
ہرگز نہیں ہوسکتا اور اہلحدیثوں کا ظن و گمان ..... کبھی ایسا نہیں ہوسکتا - جو صحابہ

کی شان میں ایسے کلمات تحقیری وبدگمانی کے ظاہر کریں۔ صحابہ کے تعامل سے وہی لوگ خوب واقف ہیں جنکے سامنے صحابہ کی اتباع سنن کے حالات مستحضر ہیں۔ وہ تو عادات وطبعیات میں بھی سنن زوائد کو کبھی ترک نہ کرتے تھے چہ جائیکہ رفعیدین جیسا فعل کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عمر رفعیدین کرتے دیکھا اور بعد وصال حضور صلعم دوسرونکو روایتہً بیان کیا آپ خود بھی عمل کیا اور دوسروں کو بھی عمل کرایا یہانتک کہ نہ کرنیوالونکو سزا دیتے تھے تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضور صلعم سے رفعیدین نقل کریں اور خود رفعیدین نکریں یا رفعیدین کرنا انکا مذہب نہووے۔ نہیں انکا مذہب ضرور بالضرور رفعیدین کرنا ہی تھا۔ جب ہی تو نکرنیوالونکو کنکریاں مارتے تھے۔ جب ہمارے مولانا خود اس امر کے اقراری ہیں چنانچہ صحابہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سخت رفعیدین کے قائل معلوم ہوتے ہیں کہ بعض روایات کے موافق رفعیدین نکرنیوالوں پر بھی نکیر کرنے والے ہیں الخ مولانا صاف کیوں نہیں لکھدیا کہ نکرنیوالونکو بطور سزا کنکریاں مارتے تھے۔ مولانا ایمان وانصاف سے کہنا کہ جن صحابہ کا بعد وصال حضور صلعم رفعیدین عمل ہو انکی نسبت کسی کا یہ کہدینا کہ وہ رفعیدین نہیں کرتے تھے کسقدر تعجب وافسوس کی بات ہے۔ جب ابن عمر بقول آپ کے سخت رفعیدین کے قائل اور نکرنیوالوں پر نکیر کرنے والے یہ واقعہ بعد وصال حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہے تو جب کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو حیات حضور صلعم میں رفعیدین بخوبی ثابت ہوگیا اور اسکا ترک حیات رسول اللہ صلعم میں ابن عمر کو محقق نہوا اور بعد وفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم برابر رفعیدین کرتے رہے اور دوسرے لوگوں کو بھی رفعیدین کرنیکی تلقین کرتے رہے یہانتک کہ نہ کرنیوالوں کو سزا دیتے تھے تو اب کیونکر اسکا نسخ یا ترک ثابت ہوگیا۔ وہ دلیل بھی بیان ہونی چاہیے جس سے ابن عمر کو اب بعد وفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم ترک ثابت ہوا ہے۔ مولانا ابن عمر تو صحابی ہیں اور صحابی بھی کیسے ملازم صحبت۔ فقیہ۔ احد الاعلام۔ کثیر الروایت ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پنجگانہ نماز کو دیکھنے والے ہیں۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک میں ترک رفع ابن عمر کو معلوم نہوا تو بعد وفات اب کیونکر عدم رفع

انکو معلوم ہوا کچھ تو درایت سے کام لینا چاہیے۔ کسی تابعی کی نسبت یہ الفاظ کہے جائیں تو سزوار ہیں کہ انکے مشاہدہ میں حیات طیبہ کے حالات نہیں آئے اب بعد وفات حضور صلی اللہ علیہ صحابہ کی شاگردی حاصل کرنیسے یہ حالات معلوم ہوئے ہیں۔ لیکن کسی صحابی کی نسبت یہ کہدینا بڑی جرأت و دلیری کی بات ہے۔ مجاہد کی روایت کو تحقیق کیجئے تعصب کو دور کر دیجیے۔ مراتب کتب و درجات احادیث کو پیش نظر رکھیئے۔ اور مجاہد و ابن عباس کے اس قول کے پابند ہو جائیے قال ابن عباس و مجاهد لیس احد بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا یوخذ من قولہ ویترک الا النبی صلی اللہ علیہ وسلم رسالہ قرأت خلف امام۔ امام بخاری۔ اور امام ابو حنیفہؒ کے قول انما کو قولی بخبر الرسول اذا صح الحدیث فھو مذھبی کو مدنظر رکھتے ہوئے صحیح حدیثونکو تلاش کر کے معمول بہا بنا کر عند اللہ ماجور ہو جیئے۔ اور امام ابو حنیفہ کی روح کو خوش کیجیے۔ کیونکہ احادیث ضعیفہ و آثار ضعیفہ یا قول تابعی کے مقابل صحیحات کو ترک کر کے مذہب امام کی تائید کرنا اور صحیح مرفوع حدیثونکو پس پشت ڈالدینا عند اللہ بڑا بھاری جرم ہونیکے علاوہ خلاف قول امام بھی ہے۔ جس کے جواب دہ آپ ہونگے۔ غرض کہ بعد تحقیق کامل یہ بات یقیناً پایۂ ثبوت کو پہونچ چکی ہے کہ تمام صحابہ کا تعامل رفعیدین پر تھا اس کے دلائل ملاحظہ ہوں اور انصاف و ایمان سے کام لیکر فیصلہ کر لیا جائے (۱) اللہ رب العلمین کا بذریعہ جبرئیلؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رفعیدین کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم فرمانا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسکی تعمیل کرنا یعنی پنجگانہ نماز میں رفعیدین کرنا یہاں تک کہ آپ دنیا سے رحلت فرما گئے۔ (۲) ملازمین صحبت و غیر ملازمین صحبت وغیرہ صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بسند صحیح حدیث رفعیدین روایت کرنا و نیز خلفاء راشدین سے بسند صحیح روایت رفعیدین کا منقول ہونا۔ امیر المومنین عمر و علی رضی اللہ عنہما سے ترک رفع میں کسی روایت کا صحیح نہونا اور حدیث ابن مسعود بروایت دارقطنی کا ضعیف ہونا۔ ابن مسعود کا بسبب نہ پہونچنے حدیث رفع کے یا بسبب سہو کے ترک رفع پر قائم رہنا جیسے نسخ تطبیق کی حدیث نہ پہونچنے سے تطبیق انکا مذہب ہونا وغیرہ وغیرہ

(۳) اصحاب علی و اصحاب ابن مسعود کا رفعیدین کرنا (۴) اہل مکہ و اہل مدینہ کا عمل
علی الرفع ہونا جیسا کہ رسالہ امام بخاری و بیہقی میں موجود ہے - شعبی - ابراہیم نخعی - ابو اسحاق
سے عدم رفع ثابت ہونا حجت شرعی نہیں (۵) محارب بن دثار وغیرہ شاگردان ابن عمر
کا ابن عمر کو رفعیدین کرتے ہوئے دیکھنا - (۶) ابو حمید ساعدی کا دس صحابہ کے
مجمع میں رفعیدین کے ساتھ نماز پڑھانا اور سب کا بلا نکیر تصدیق کرنا و نیز حضرت عمر کا
مسجد نبوی میں جماعت صحابہ کو رفعیدین کے ساتھ نماز پڑھانا اور یہ فرمانا کہ رسول اللہ صلعم
اسی طرح پڑھتے تھے اور صحابہ کرام کو بھی اسی طرح یعنی رفعیدین کے ساتھ نماز پڑھنے
کا حکم فرماتے تھے اور تمام جماعت کا بلا انکار شہادت دینا کہ بیشک رسول اللہ صلعم
اسی طرح پڑھتے تھے (۶) امام مالک کا رفعیدین کرنا اس امر پر دال ہے کہ تمام اہل مدینہ
کا عمل رفعیدین تھا امام مالک سے ترک رفع بسند صحیح ثابت نہیں - (۷) زیلعی حنفی نے
حدیث رفع کے اسماء رواۃ صحابہ سے چالیس ۴۰ شمار کرائے ہیں جس میں خلفاء راشدین
و عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں - اور فتح الباری میں ہے کہ ہمارے استاد کو پچاس ۵۰ صحابہ سے
حدیث رفع کی روایت ملی ہے - اور مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نے تعلیق الممجد ص۷۲ میں
لکھا ہے کہ روایت رفعیدین کی کثیر جماعت سے ثابت ہے اور روایت ترک رفع کی جماعت
قلیل ہے اور وہ بھی صحیح سند سے نہیں مگر صرف ابن مسعود کی روایت - پس مکہ - مدینہ
عراق - شام - بصرہ - یمن - خراسان - اور بقول امام محمد بن نصر مروزی تمام شہروں
کے علماء کا اتفاق رفعیدین کے سنت ہونے پر ہے سوائے کوفہ والوں کے - اور
بقول علامہ شیخ مجد الدین فیروز آبادی حدیث رفعیدین مشابہ بہ متواتر ہے - کیونکہ اس
بارہ میں چار سو ۴۰۰ حدیثیں و آثار ہیں - اور علامہ سیوطی بھی حدیث رفع کو متواتر اور
مولانا محمد اسمعیل شہید دہلوی کے نزدیک بھی حدیث رفع مشہور سے کم نہیں - اور
شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے نزدیک عامل بر رفع محبوب ہے اسکی نسبت جو عدم
رفع پر عامل ہے - (۸) حدیث مالک بن حویرث اور وائل بن حجر صحیح ہے جسکی صحت کے
قائل مصنف رسالہ نور العینین فی تحقیق رفع الیدین بھی ہیں ص۱۷ ملاحظہ فرمائیں جس سے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر عمر تک رفعیدین ثابت ہی۔ اور ابراہیم نخعی کا حدیث وائل بن حجر کو رد کرنا یہ فخر آپ ہی کو مبارک ہو۔ جن لوگوں کے دلوں میں حدیث رسول اللہ صلعم کی محبت وعزت ووقعت ہوگی اور جولوگ آپکی سنت پر دلدادہ وشیدا ہوں گے وہ کب اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ ایک تابعی کے کہنے سے حدیث صحیح مرفوع کو ترک کردیں

قولہ صہ ۲ فما سمعتنا ای ھذا الرافع الزائد من احد منھم الخ

اقول شرح مسند ابو حنیفہ ملا علی قاری مطبوعہ قدیم میں یہ عبارت موجود نہیں ہی۔ ایسے غلط حوالہ تحریر کرنا شان علماء سے بہت بعید ہی۔ یہ دروغ گوئی ٹھیک نہیں (۹) حضرت علی رضی اللہ عنہ جو ملازم صحبت کے علاوہ فقیہ بھی ہیں دس سال کی عمر میں مسلمان ہوکر آپ کی ہی خدمت میں حاضر رہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارہ میں فرمایا ہی انا دار الحکمۃ وعلی بابھا اور جسقدر موقع انکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے کا اور ارکان وافعال نماز کے دیکھنے کا ملا ہی اتنا شاید کسی دوسرے صحابی کو ملا ہوگا۔ جب یہ بھی حدیث رفعیدین کے راوی ہیں اور حدیث بھی صحیح ہی اور عدم رفع بسند صحیح ان سے ثابت نہیں تو کیونکر کسی کی عقل سلیم یہ باور کرلیگی کہ خلاف فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کریں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت رفع نقل کریں اور آپ رفعیدین ترک کردیں۔ شان صحابہ اس سے اعلیٰ وارفع ہی۔ کبھی اور کسی وقت میں صحابہ قصداً جان بوجھکر خلاف فعل وقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ باوجود ملازم صحبت ہونے کے انکا بیان ہی کہ مینے رفعیدین نماز میں رسول اللہ صلعم سے سیکھی ہی۔ اور عدم رفع ان سے بسند صحیح ثابت نہیں۔ اور ابن زبیر کہتے ہیں کہ مینے رفعیدین نماز میں ابو بکر صدیق رضؓ سے سیکھی ہی جیسا کہ بیہقی صلہ میں موجود ہی (۱۰) حدیث ابن عمر بیہقی بسند صحیح فما زالت تلک صلوتہ حتی لقی اللہ تعالیٰ نے روز روشن کیطرح یہ ظاہر کردیا کہ فعل رفع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دوامی فعل تھا یہانتک کہ آپ نے وفات پائی۔ یعنی مرتے وقت تک رفعیدین کرتے رہی۔

اس سے زیادہ صاف و واضح دلیل اور کیا ہوگی - ایک مسلمان موحد متبع سنت جس کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کی حدیث کی عظمت و وقعت ہوگی اسکے لیۓ انشاء اللہ تعالی یہ دلائل کافی وافی ہونگے اور نہ ماننے والوں کیواسطے دفتر کے دفتر بیکار ہیں - اللھم اھدھم -

قولہ صفحہ اسی طرح جو بعض علماء نے دیکھا کہ احادیث مرفوعہ اس مسئلہ میں متعارض ہیں الخ -

اقول بالکل غلط ہے مسئلہ رفعیدین احادیث مرفوعہ صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے حدیث فعلی قولی - دونوں موجود ہیں - حدیث فعلی وائل بن حجر اور حدیث فعلی و قولی مالک بن حویرث اور حدیث عمر رضی اللہ عنہ جس میں الفاظ التی کان یصلی ویامر بھا اس کے بعد فقال القوم ھکذا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی بنا موجود ہیں ان سے روز روشن کیطرح صاف یہ ظاہر ہے کہ آپکا فعل رفع دوام تھا - اور حدیث بیہقی جس کی صحت میں کچھ کلام نہیں اور اس میں کوئی راوی وضاع وکذاب نہیں ہے یہ آپکا بہتان و افتراء ہے اس کے جواب دہ آپ روز قیامت ہوں گے انشاء اللہ تعالی اگر کسی کتاب اسماء الرجال سے آپ اس کے کسی راوی کو وضاع وکذاب ثابت نہیں کر سکتے - اگر کچھ ہمت ہے تو وہ کتاب پیش کیجیے اور اس حدیث کی پوری بحث ہم اوپر بیان کر چکے ہیں ملاحظہ فرمالیں - جو بیہقی حیدر آباد دکن میں ہے اسمیں اس زیادتی کا نہ ہونا تعجبات سے ہے - حافظ زیلعی - حافظ ابن حجر - اور علامہ شوق نیموی - اور مولوی عبدالحی لکھنوی وغیرہ متقدمین سب اس حدیث کو بیہقی میں ہونا تسلیم کرتے ہیں - اور بیہقی کا ہی حوالہ دیتے ہیں - نہ معلوم کیا وجہ کہ حیدر آباد دکن میں جو بیہقی ہے اس میں یہ حدیث موجود نہیں ممکن ہے کہ کاتب سے سہواً رہگئی ہو - یا عمداً او تعصباً اس حدیث کو نقل نہ کیا ہو - چنانچہ چند واقعات علماء احناف سے ایسے سرزد ہو چکے ہیں جیساکہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں - اور بھی ملاحظہ فرمالیجیے سنن نسائی صفحہ ۱۴۶ مطبع مجتبائی دہلی کے حاشیہ پر ممانعت سورہ فاتحہ کے متعلق الدلیل القوی لمولانا احمد علی کے رسالہ سے یہ عبارت منقول ہے عن عبادۃ بن الصامت انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

قال لا یقرأن احد منکم شیئًا من القرآن اذا جهرت با القرآن قال الدارقطنی

ہر جالا کلھم ثقات دیکھئے یہ حدیث مولوی احمد علی صاحب نے اپنے رسالہ الدلیل القوی

میں تحریر فرمائی ہی اور دارقطنی کا حوالہ دیا ہی۔ مگر افسوس کہ اس حدیث کے متعلق انسے

کس قدر تسامح ہوا ہی اللہ پاک معاف فرمائے۔ جاہل و بے علم آدمی تو یہی سمجھ سکتا ہی

کہ یہ حدیث صرف اسی قدر ہی لیکن دارقطنی دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ مولانا نے دیانتداری

سے کام نہیں لیا دیکھئے دارقطنی ص۱۲۱ مطبع انصاری دہلی میں یہ حدیث موجود ہی لیکن اخیر میں

جملہ الا بام القرآن بھی موجود ہی۔ مولوی صاحب نے عمدًا اس جملہ کو حذف کر دیا اور حدیث

کے اول الفاظ اپنے مطلب کیلئے نقل کر دئے۔ سو مولانا ایسی تحریفات آپ کے

علماء سے بہت ہو چکی ہیں اور علماء اہلحدیث ہمیشہ آپکو ان تحریفات پر متنبہ کرتے رہتے

ہیں۔ مگر افسوس آپ اس کی طرف کچھ خیال ہی نہیں فرماتے ہیں بلکہ سلسلہ تحریفات

برابر جاری ہی۔ و نیز آپکا رسالہ نور العینین فی تحقیق رفع الیدین بھی تحریفات سے خالی

نہیں۔ جب مشہور معروف صحاح ستہ کی کتابوں کے اندر اور حاشیہ پر آپ لوگوں کی یہ

حالت ہی تو غیر مطبوعہ اور نایاب کتب کے متعلق کیا کہا جا سکتا ہی۔ اسی طرح یہ تحریف

کسی شخص نے قصدًا کی ہی کہ بیہقی میں سے اس حدیث کو علیحدہ کر دیا ہی۔ ورنہ متقدمین سب

اسحدیث کو بیہقی میں ہونا لکھتے چلے آرہے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم کر لینا چاہیے کہ احادیث مرفوعہ

صحیحہ اس مسئلہ میں متعارض نہیں ہیں۔ رفع میں احادیث صحیحہ مرفوعہ بکثرت موجود ہیں

اور ترک رفع میں ایک بھی صحیح موجود نہیں محض عوام الناس کو دہوکہ دینے کیواسطے

اور انکو راہ راست پر آنیسے روکنے کیواسطے یہ بند و بست ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے انتقال کے بعد تمام صحابہ کا سوائے ابن مسعود کے عمل رفعیدین ہی تھا۔ اور مکہ۔

مدینہ۔ یمن۔ شام۔ خراسان۔ بصرہ وغیرہ تمام شہروں کے لوگ رفعیدین کرتے تھے

سوائے اہل کوفہ کے کہ وہ اس سنت کے عامل نتھے۔ اور خلفاء راشدین مہدیین کا

بھی عمل رفعیدین پر ہی تھا اسی واسطے جماعت کثیرہ حقہ کا طرز عمل رفعیدین ہی رہا

اور یہی فعل سنت و موجب ثواب رہا اسکا خلاف غیر سنت اور باعث نقصان ثواب ہی کیونکہ

قولہ ص فریق اوّل نسخ اباحت کا قائل ہوا اور ترک رفعیدین کو ماموربہ اور رفعیدین کو منہیات میں شمار کر کے کراہت کا قائل ہوا بلکہ ایک مرجوح روایت عن الامام میں فساد تک کا حکم لگادیا گیا۔ الخ

اقول شاباش۔ کیوں نہو حمایت مذہب و تعصب فی المذہب اسی کا نام ہے۔ جب ترک رفع کی کوئی حدیث مرفوع صحیح موجود نہیں۔ کسی صحابی سے سوائے ابن مسعود کے ترک رفع صحیح سند سے ثابت نہیں۔ افسوس جس فعل کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاوفات کیا آپ کے انتقال کے بعد تمام صحابہ کا اسی پر عمل درآمد رہا۔ اُس فعل کے کرنے سے نماز فاسد ہوجانیکا حکم لگادیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کے خلاف یہ حکم لگانے والے کون ہیں۔ اس فعل رسول اللہ کو منہیات میں شمار کرنے والے حضرات کون ہیں۔ کس کے حکم سے وہ یہ حکم جاری کر رہے ہیں۔ کیا ام لھم شرکاء شرعوا لھم من الدین مالم یأذن بہ اللہ میں یہ لوگ داخل نہیں۔ آہ ایک وہ زمانہ تھا کہ رفعیدین نکرنیوالوں کو عبداللہ بن عمر سزادیتے تھے اور آج وہ زمانہ ہے کہ یہ سنت مرغوبہ حضور صلعم منہیات میں شمار ہوکر سبب کراہت نماز ہوگئی۔ آہ کیا مبارک وہ زمانہ تھا کہ جس زمانہ میں صحابہ کرام اس سنت پر یہ سمجھکر عمل کرتے تھے کہ رفعیدین نماز کی زینت ہے۔۔۔ اور ہر مرتبہ کے رفعیدین کرنے سے دس نیکیونکا ثواب ملتا ہے۔ اور آج وہ زمانہ ہے کہ بجائے ثواب یہ فعل نماز میں مکروہ قرار دیا گیا ہے۔ و تلک الایام نداولھا بین الناس۔

قولہ ص۵ اور یہ راقم الحروف بھی ادلہ پر نظر کرتے ہوئے اسی فریق کے قول کو تحقیقاً۔ اور فریق اوّل کے قول کو تقلیداً حق سمجھتا ہے۔ الخ

اقول مولانا یہ دو عملی کارروائی ٹھیک نہیں۔ ایک طرفہ رہنا چاہیے۔ تحقیق و تقلید ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتی کیونکہ محقق مقلد نہیں رہ سکتا اور مقلد کو تحقیق سے کام نہیں لیکن خیر ہمکو اس سے کیا مطلب آپ چاہے کیسے ہی رہیں البتہ آپ کی تحریر سے یہ ضرور معلوم ہوگیا کہ آپ رفعیدین کی اباحت کے قائل ہیں۔ مولانا اگر چند روز

لیے آپ تقلید ترک کردیں اور تعصب کو دور کردیں ایماناً وانصافاً خالصاً لوجہ اللہ محقق بنجائیں تو انشاء اللہ تعالیٰ امید کامل ہے کہ آپ رفعیدین کی سنت و دوام رجحان کے ضرور قائل ہوجائینگے۔ اور بتوفیق ایزد سبحانہ وتعالیٰ عامل برفع بھی ہوجائینگے

قولہ صہ حدیث تمیم بن طرفہ کی باعث اور اس حدیث کو امام بخاری کا مختصر کہنا محدوش ہے۔ الخ

اقول جناب امام بخاری ہی اس کو مختصر نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ تمام محدثین بالاتفاق امام بخاری کی موافقت کررہے ہیں کتب حدیث بغور ملاحظہ فرمائیے باقی جواب اسکا اوپر گزرچکا ہے ملاحظہ فرمالیں۔ پس محدثین کا قول معتبر ہوگا اور آپ کا قول بلادلیل قابل حجت نہیں۔

قولہ ص ثانی خلفاء راشدین کے محضر صحابہ میں ترک رفعیدین عمل کے باعث الخ

اقول غلط اور بالکل غلط ہے۔ خلفاء راشدین کا عمل محضر صحابہ میں بسند صحیح رفعیدین تھا۔ جیسا کہ ہم اوپر بارہا بیان کرچکے ہیں۔ اور خلفاء راشدین میں سے کسی خلیفہ سے بسند صحیح ترک رفع ثابت نہیں جیسا کہ ہم اوپر بیان کرچکے ہیں فانظر الیہ

قولہ ص ثالث کثرت صحابہ اور عام طور پر تعامل صحابہ چونکہ ترک رفعیدین تھا الخ

اقول یہ بھی غلط اور عوام الناس کو دھوکہ دینا ہے صحیح بات یہ ہے کہ تمام صحابہ سوائے ابن مسعود کے عامل برفع تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ تھے ان میں سے اکثر نہیں نصف ہی سہی نصف نہیں چوتھائی ہی سہی اگر چوتھائی بھی نہیں تو آٹھواں حصہ ہی سہی اگر یہ بھی نہیں تو ہزار دو ہزار بلکہ سو دو سو صحابہ کے ہی نام شمار کرادیجئے کہ یہ صحابہ رفعیدین نہیں کرتے تھے۔ مگر افسوس کہ آپ اس سے بھی قاصر ہیں۔ کیونکہ ترک رفع سوائے ابن مسعود کے اور کسی صحابہ سے بسند صحیح ثابت نہیں۔ اگر آپ میں اور آپ کے حوارئین میں کچھ جرأت وہمت ہے تو رفع کے مقابلہ میں صرف سو۔ دو سو صحابہ ہی کے نام بسند صحیح ترک رفع پر کسی معتبر حدیث کی کتابوں سے شمار کرادیجئے کہ یہ صحابہ رفعیدین نہیں کرتے تھے۔ اور آپ کی یہ تحریر خود

آپکی سابق تحریر صلا کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ آپ صلا میں لکھتے ہیں۔ اور احادیث مرفوعہ میں ثبوتاً رفعیدین کو کثرت ہے لہذا اکثرت رفعیدین کو نہ ترک کو فتاملٌ۔ الخ

قولہ ص۸۶ رابع ابن مسعود سے باوجود ملازم صحبت ہونیکے رفعیدین ایک مرتبہ بھی منقول نہیں

اقول یہی تو تعجب کی بات ہے۔ اگر رفعیدین ابتدا ر احکام نماز میں تھا اور بعد میں ترک و منسوخ ہوگیا تھا تو کیا وجہ کہ عبداللہ بن مسعود سے ابتدا ءً بھی رفعیدین منقول نہیں۔ کیوں کہ عبداللہ بن مسعود کا اسلام تو قدیمی ہے۔ ابتدا ر احکام نماز مثلاً تطبیق وغیرہ تو عبداللہ بن مسعود سے مروی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رفعیدین ابتداءً نہ تھا۔ بلکہ بعد میں بحکم اللہ رب العالمین مشروع ہوا۔ اور تطبیق منسوخ ہوگئی۔ پس یہ دونوں حکم عبداللہ بن مسعود پر مخفی رہے جیسے تطبیق پر وہ عامل تھے (جو ابتداءً تھی) اسی طرح عدم رفع پر بھی عامل رہے (جو ابتداءً تھی) اور ابن مسعودؓ کے متعلق مفصل بحث ہم حدیث عبداللہ بن مسعود میں بیان کر چکے ہیں فانظر الیہ

قولہ ص۸۶ خامس ترک رفعیدین کی روایات کو راجح کہنے میں نہ کسی حدیث کا انکار لازم آتا ہے الخ

اقول مسئلہ رفعیدین میں جبکہ رفعیدین احادیث متواترہ صحیحہ مرفوعہ متفق علیہا وغیرہ سے ثابت ہے اور تعامل صحابہ بھی بسند صحیح اسی طور پر ثابت ہے۔ اس کے خلاف ترک رفع میں کوئی حدیث مرفوع صحیح موجود نہیں اور کسی صحابی سے بسند صحیح عدم رفع بھی ثابت نہیں سوائے ابن مسعودؓ کے تو روایات ترک رفع کو (جو ضعیف ہیں) روایات رفع پر (جو مرفوع صحیح متفق علیہا ہیں) کیونکر ترجیح ہوسکتی ہے۔ اس صورت میں روایات ترک کو راجح کہنا یقیناً احادیث صحیحہ مرفوعہ متفق علیہا کا انکار لازم آتا ہے محدثین نے جو وجوہ ترجیح بیان کی ہیں انکو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حدیث رفع یدین کو عدم رفع پر ترجیح ہے۔ جیسا کہ کتاب الاعتبار حازمی ص۸ میں ہے فمما یرجح بہ احد الحدیثین علی الاخر کثرۃ العدد فی احد الجانبین وھی مؤثرۃ فی باب الروایۃ الخ اس سے معلوم ہوا کہ کثرت طرق کو قلت طرق پر ترجیح ہوگی۔ پس مسئلہ رفعیدین میں کثرت رفعیدین ہی کو ہے۔ جیسا کہ آپ نے خود ص۸۱ میں لکھا ہے

اور احادیث مرفوعہ میں ثبوت رفعیدین کو کثرت ہے۔ اور کتاب الاعتبار حازمی میں ہے
الوجہ التاسع عشر - ان یکون احد الراویین لم یضطرب لفظہ والاٰخر قد
اضطرب لفظہ فیرجح خبر من لم یضطرب لفظہ لانہ یدل علی حفظہ وضبطہ
وسوء حفظ صاحبہ مثالہ حدیث ابن عمر کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
یرفع یدیہ الی ان قال فکان اولی بالمصیر الیہ من حدیث البراء بن عازب
الی اٰخرہ - الغرض وجوہ ترجیح پر اگر منصفانہ طریق سے غور کیا جاوے تو کتب محدثین
اسی پر شاہد و عادل ہیں کہ روایات رفعیدین کو روایات عدم رفع پر ترجیح ہے۔
اور اس صورت میں کسی حدیث کا خلاف و انکار لازم نہیں آتا ہے - اور علماء محققین حنفیہ
بھی یہ کہتے ہیں کہ روایات رفعیدین اصح و اکثر و اقوی و ارجح ہیں - اور روایات ترک
رفع غیر صحیح ہیں - سوائے ابن مسعودؓ کے جیسا کہ ہم آئندہ بیان کرینگے فانتظر۔
جب کہ محدثین و ائمہ مجتہدین و محققین احناف روایات رفع کے ترجیح کے قائل
ہیں تو ان کے مقابل آپ کی بات بلا دلیل کب کوئی مان سکتا ہے - لہذا روایات
رفعیدین ہی کو ترجیح ہوگی -

قولہ سادس احادیث رفعیدین کے راوی ابن عمرؓ - ابن عباسؓ حضرت علیؓ وغیرہ سے الخ

اقول ابن عمرؓ - ابن عباسؓ حضرت علیؓ سے بسند صحیح رفعیدین منقول ہے -
اس کے خلاف بسند صحیح عدم رفع ان حضرات ثلاثہ سے کسی حدیث کی کتاب معتبر
میں کوئی حدیث موجود نہیں - اور مجاہد - اور عبدالعزیز بن حکیم - محارب بن دثار - اور
امام محمد شاگرد رشید (امام ابو حنیفہ) وغیرہ کے متعلق بھی ہم اوپر مفصل بحث کر چکے
ہیں - انصاف پسند حضرات وہاں ملاحظہ فرمالیں -

قولہ صفحہ سابع ترک رفعیدین کی روایت کو فقاہت رواۃ کے باعث رفعیدین کی روایت
پر ترجیح ہے - چنانچہ خود امام ابو حنیفہؒ نے اس مسئلہ رفعیدین میں اوزاعی کو جنکی رکاب
پکڑ کر امام مالکؒ چلتے تھے مناظرہ میں ساکت کیا الخ

اقول یہ مناظرہ کا قصہ منگھڑت قصہ ہے - اور یہ قصہ صرف فقہ راوی کی قید پر امام اوزاعی

ثابت ہوتا ہے

اور امام ابو حنیفہ کے مناظرہ کی صورت میں بنایا گیا ہے۔ اگر غور سے دیکھا جاوے تو اس قصہ کا غلط وجعلی ہونا ہے۔ کیونکہ امام ابو حنیفہ ایسے نہتھے جو ایسی مہمل بات کہتے اور امام اوزاعی بھی ایسے نہتھے جو ایسی مہمل بات پر خاموش ہو جاتے۔ چونکہ آپنے یہ قصہ مسند ابو حنیفہ سے نقل کیا ہے اسواسطے یہ آپ کی مسند ہی سے ہر ہر فقرہ نقل کر کے لکھا جاتا ہے ملاحظہ فرمائیے۔ مکہ معظمہ میں دار الحناطین میں امام ابو حنیفہ اور امام اوزاعی کی ملاقات ہوئی اثناء ملاقات میں امام ابو حنیفہ سے امام اوزاعی نے کہا ما بالکم لا ترفعون ایدیکم فی الصلوٰۃ عند الرکوع وعند الرفع منہ یعنی کیا حال ہے تمہارا کہ تم لوگ (یعنی عراق والے) رکوع میں جانیکے وقت اور سر اٹھانیکے وقت نماز میں رفعیدین نہیں کرتے ہو۔ امام اوزاعی کے اس فقرہ کا یہ مطلب نکلا کہ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے لوگ رفعیدین کرتے تھے صرف عراق والے رفعیدین نہیں کرتے تھے۔ ورنہ امام اوزاعی از راہ تعجب اہل عراق کو مخصوص کر کے دریافت نہ کرتے اور امام ابو حنیفہ بھی اس تخصیص کو مان نہ لیتے بلکہ فوراً یہ کہتے کہ اہل عراق کی کیا خصوصیت ہے مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ میں فلاں فلاں عالم بھی تو رفعیدین نہیں کرتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ اُسوقت کے علماء حرمین شریفین بلا خلاف رفعیدین کرتے تھے۔ اس کے جواب میں امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا لاجل انہ لم یصح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ شئ۔ یعنی ہم لوگ رفعیدین اسوجہ سے نہیں کرتے ہیں کہ اس بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر کچھ ثابت نہیں اس پر امام اوزاعی نے فرمایا کیف لا یصح وقد حدثنی الزہری عن سالم عن ابیہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ وعند الرکوع وعند الرفع منہ۔ یعنی تم کیونکر کہتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رفعیدین کے بارہ میں کچھ ثابت نہیں۔ حالانکہ حدیث بیان کی مجھ سے زہری نے اُس نے سالم سے اُس نے اپنے باپ عبداللہ بن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں جاتے اور سر اٹھاتے وقت

رفعیدین کرتے تھے گویا امام اوزاعی نے امام ابوحنیفہ کے دعوی کو اسطرح پر توڑا کہ حدیث صحیح مع سند پڑھ کر سنا دی کہ تم تو کہتے ہو کہ اس بارہ میں کچھ ثابت نہیں حالانکہ یہ صحیح حدیث موجود ہی۔ اس کے جواب میں امام ابوحنیفہ نے فرمایا وحدثنا حماد عن ابراهيم عن علقمة والاسود عن ابن مسعود ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان لا يرفع يديه الا عند افتتاح الصلوٰة ولا يعود لشئ من ذلك یعنی حدیث کی ہمکو حماد نے اُس نے ابراہیم سے اُس نے علقمہ اور اسود سے اور ان دونوں نے عبداللہ بن مسعود سے یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفعیدین نہیں کرتے تھے مگر شروع نماز میں اسکے بعد رفعیدین نہیں کرتے تھے۔ امام صاحب نے امام اوزاعی سے یہ نہیں فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف ہی بلکہ عبداللہ بن مسعود کی روایت سے معارضہ کیا جسکا مطلب یہ ہوا کہ حدیث رفعیدین اگرچہ ثابت ہی مگر اسکا معارض موجود ہی اور اس معارض کو بسبب فقہ راوی کے ترجیح ہی اور یہ دعوی (کچھ ثابت نہیں) کی دلیل نہیں بلکہ اسکی مبطل ہی۔ امام ابوحنیفہؒ کی شان سے نہایت بعید ہی کہ دعوی کچھ ہو اور دلیل کچھ اور ہو۔ اس پر امام اوزاعی نے یہ فرمایا احدثك عن الزهرى عن سالم عن عبد الله وتقول حدثنى حماد عن ابراهيم۔ یعنی میں حدیث بیان کرتا ہوں زہری۔ سالم عبداللہ بن عمر کے ذریعہ سے اور آپ اس کے مقابل حماد۔ ابراہیم سے بیان کرتے ہیں جسکا صاف یہ مطلب ہی کہ زہری اور سالم کے مقابلہ میں حماد۔ ابراہیم نام لینے کے قابل نہیں۔ یعنی یہ روایت قابل استدلال نہیں ہی خصوصاً زہری اور سالم کے مقابلہ میں۔ اور یہ بات کتب اسماء الرجال کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتی ہی۔ چنانچہ حماد کی نسبت تقریب التہذیب صفحہ ۷۲ میں ہی حماد بن ابی سلیمان مسلم الاشعری مولاهم ابو اسمعيل الكوفى فقيه صدوق له اوهام من الخامسة رمى بالارجاء یعنی حماد کوفہ کا فقیہ سچا تو ہی مگر وہمی ہی پانچویں طبقہ کا ہی اور مرجیہ ہی۔ اور میزان الاعتدال جلد اول صفحہ ۲۷۶ میں ہی قال ابو حاتم صدوق لا يحتج به مستقيم فى الفقه

فاذا جاء الاثر شوش - یعنی ابو حاتم کہتے ہیں کہ حماد سچا تو ہے لیکن حدیث میں حجت نہیں - مسلم - سمعت حماد بن سلمۃ قال کنت اسئال حماد بن ابی سلیمان عن المسندات وکانو یسئلونہ عن رایہ فکنت اذا جئت قال لا جاء اللہ بک - یعنی حماد بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں حماد بن ابی سلیمان سے حدیث دریافت کرتا تھا اور لوگ انکی رائے پوچھتے تھے اور جب میں ان کے پاس آتا تو مجھ سے گھبراتے اور کہتے کہ خدا تجھکو نہ لاوے - وعن الاعمش حدثنی حماد بحدیث عن ابراھیم وکان غیر ثقۃ - یعنی امام اعمش نے کہا کہ مجھ سے حماد نے ایک حدیث ابراہیم کی روایت سے بیان کی اور وہ ثقہ نہ تھا - وقال الاعمش مرۃ حدثنا حماد وما کنا نصدقہ - یعنی ایک مرتبہ امام اعمش نے یہ کہا کہ حماد نے مجھ سے حدیث بیان کی اور ہم اُسکو سچا نہیں جانتے تھے - اور تہذیب التہذیب (ج۳ ص۱۷) میں ہے وقال ابن سعد کان ضعیفاً فی الحدیث واختلط فی آخر امرہ وکان مرجیاً وقال الزھلی کثیر الخطاء والوھم یعنی ابن سعد نے کہا کہ حماد حدیث میں ضعیف تھا اور آخر عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا اور مرجیہ بھی تھا - اور امام ذھلی کہتے ہیں کہ حماد بہت غلطی کرتا تھا اور وہمی تھا - اور حافظ ابن حجر نے طبقات (ص۱) المدلسین میں حماد کو مدلسین میں شمار کیا ہے - ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ حماد کوفی محض فقیہ - پانچویں طبقہ کا - وہمی - مرجیہ - غیر ثقہ - مدلس ہے - اب حماد کے مقابلہ میں زہری کا حال ملاحظہ فرمائیے - تقریب التہذیب (ص۳۲۵) محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب بن عبد اللہ بن الحارث بن زھرۃ بن کلاب القرشی وکنیتہ ابوبکر الفقیہ الحافظ متفق علی جلالتہ و اتقانہ وھو من رأس الطبقۃ الرابعۃ - یعنی محمد بن مسلم قرشی زہری فقیہ اور حافظ الحدیث ہیں انکی عظمت و شان اور اتقان پر اتفاق ہے اور یہ طبقہ رابعہ والوں کے سرداروں میں سے ہیں - اور تہذیب التہذیب (ج۹ ص۴۴۵) میں دکان الزھری ثقۃ کثیر الحدیث والعلم والروایۃ فقیہا جامعاً - ابن نصا

پس ناظرین حماد - و زہری کے مرتبہ کو ملاحظہ فرمالیں - حماد پانچویں طبقہ کے - زہری چوتھے طبقہ کے سردار - حماد کو صرف فقیہ لکھا ہے - زہری کو ثقہ کثیر الحدیث فقیہا جامعًا حافظ الحدیث - حماد کو وہمی - مرجیہ لکھا ہے - اور اکابر ائمہ نے ان پر جرح کی اور غیر ثقہ کہا ہے - زہری کی نسبت کہ انکی عظمت و شان اور ان کی روایت کی قوت متفق علیہ ہے - اور ملا علی قاری حنفی نے مسند ابو حنیفہؒ کی شرح میں زہری کی سند کے متعلق لکھا ہے وھو اجلاء فی الروایۃ مع قلۃ الواسطۃ فان اسنادہ ثلاثی - اور حماد و ابراہیم کی نسبت لکھا ہے وھما غیر مشہور فی نقل السنۃ بالنسبۃ الی ما تقدم مع کثیرۃ الواسطۃ فان اسنادہ رباعی اس وجہ سے امام اوزاعی نے امام ابو حنیفہ سے کہا کہ زہری کے مقابلہ میں حماد کا کیا نام لیتے ہو یعنی حماد راوی مجروح - وہمی مرجیہ غیر ثقہ. نقل سنت میں غیر مشہور اس کی روایت مقبول نہیں خصوصًا زہری جیسے شخص کے مقابلہ میں - اس موقعہ پر امام ابو حنیفہ کا یہ جواب دینا کہ حماد زہری سے افقہ ہیں گویا سوال از آسمان جواب از ریسمان ہے کیونکہ فقاہت سبب ترجیح جب ہونی چاہیے کہ عدالت و ضبط میں مساوات ہو اور جب عدالت و ضبط میں ہی نقصان ہو تو فقاہت سبب ترجیح کیونکر ہو سکتی ہے - امام اوزاعی تو نقصان راوی بتا رہے ہیں اور امام ابو حنیفہ بجائے دفع نقصان کے سبب ترجیح بیان کرتے ہیں نہیں معلوم کہ امام ابو حنیفہ کی مراد فقاہت سے کیا ہے - اگر مسائل فرعیہ کا زیادہ جاننا مراد ہے تو یہ بات محض بے دلیل ہے - اور بادی الرأی میں بھی محض مہمل ہے - کیونکہ یہ اس قسم کی بات ہے کہ دو آدمیوں نے کوئی واقعہ بیان کیا تو ایک آدمی کی خبر کو بدیں وجہ ترجیح دیجاوے کہ اس کے راوی کو دس مسئلے معلوم ہیں اور دوسری خبر کے راوی کو آٹھ مسئلے معلوم ہیں - بھلا کوئی عقل مند ایسا کہہ سکتا ہے - کہ مسئلہ دانی کی کمی و بیشی کو کسی خبر کی صحت و عدم صحت میں کیا دخل ہے - حالانکہ اصول فقہ میں بھی فقہ راوی سبب ترجیح بایں معنی نہیں لکھا ہے - بلکہ اصول میں سبب ترجیح احد الروایتین

یہ لکھی ہی کہ ایک طرف راوی فقیہ ہو اور ایک طرف غیر فقیہ نہ یہ کہ دونوں طرف راوی فقیہ ہوں مگر ایک طرف کا افقہ ہو اور یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ روایت بالمعنی اور فقہ راوی کا سبب ترجیح ہونا ان احادیث میں ہو سکتا ہی جس میں قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی اور جن حدیثوں میں فعل و تقریر آنحضرت صلعم کا بیان ہی اسمیں روایت بالمعنی و فقہ راوی کی قید سے کوئی معنی نہوں گے جیسے نماز میں رفعیدین کرنا کہ صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جس طرح نماز میں رفعیدین کرتے دیکھا اسی طرح اوسکی حکایت بیان کر دی۔ اسمیں روایت باللفظ کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ اور اگر امام ابو حنیفہ کی مراد فقاہت سے یہ ہی کہ حماد زہری سے زیادہ سمجھدار تھے یعنی مطالب حدیث زہری سے زیادہ سمجھتے تھے۔ جیسا کہ اصول فقہ میں لکھا ہی کہ فقہ راوی سبب ترجیح اسوجہ سے ہی کہ سمجھی ہوئی بات زیادہ یاد رہتی ہی۔ تو حماد کو بمقابلہ زہری افقہ کہنا محض غلط روایت و درایت دونوں کے خلاف ہی۔ کیونکہ زہری مدینہ طیبہ کے عالم۔ اہل لسان۔ قرشی اولاد صحابہ و اہل بیت علماء حجاز اہل زبان کے شاگرد خود فقیہ و محدث۔ حافظ۔ اور حماد کوفہ کے رہنے والے ابراہیم نخعی کے شاگرد نہ خود حجازی نہ حجازی کے شاگرد محض فقیہ وہمی غیر ثقہ مجروح اور نقل سنت میں غیر مشہور۔ بھلا کوئی عاقل کہ سکتا ہی کہ حماد حدیث کے مطالب زہری سے زیادہ سمجھتے تھے۔ ایسی لغو و مہمل باتوں کی نسبت امام ابو حنیفہ کی طرف کرنی مدح میں داخل نہیں۔ بلکہ ہجو ملیح و نادان کی دوستی ہی۔ اب ابراہیم نخعی و سالم کا مقابلہ ملاحظہ فرمائیے۔ میزان الاعتدال میں ہے ابراهیم بن یزید النخعی احد الاعلام یرسل عن جماعة وقد رای زید بن ارقم وغیره ولم یصح له سماع من صحابی وقد قال فیه الشعبی ذالك الذی یروی عن مسروق ولم یسمع منه شیئًا۔ قلت وكان لا یحكم العربیة ربما لحن ونقموا علیه قوله لم یكن ابو هریرة فقیهًا وقال یونس بن بكیر عن الاعمش قال ما رأیت احدًا اروی

بحدیث لم یسمعہ من ابراھیم قلت استقر الامر علی ان ابراھیم حجۃ وانہ اذا ارسل عن ابن مسعود وغیرہ فلیس ذالک بحجۃ۔ یعنی ابراہیم نخعی ایک بڑے شخص ہیں علم ایک جماعت سے بطریق مرسل روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے زید بن ارقم وغیرہ کو دیکھا تھا لیکن کسی صحابی سے سماع ثابت نہیں امام شعبی نے ان کے متعلق کہا کہ وہ مسروق سے روایت کرتا ہے حالانکہ مسروق سے اُس نے کچھ سنا نہیں۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ ابراہیم نخعی کی عربیت اچھی نہتھی بہت جگہ غلطی کرتے تھے۔ اور لوگوں نے ان پر اعتراض کیا کہ وہ ابو ہریرہ کو فقیہ نہیں سمجھتے تھے اور یونس بن بکیر نے امام اعمش سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایسا کسی کو نہیں دیکھا جو بغیر سنے ہوئے روایت کرنے والا ابراہیم سے زیادہ ہو۔ امام ذہبی کہتے ہیں بات یہ ٹھیری ہے کہ ابراہیم حجت تو ہیں مگر جب ابن مسعود وغیرہ سے روایت کریں تو وہ ٹھیک نہیں ہے اور حافظ ابن حجر نے طبقات المدلسین صفحہ میں لکھا ہے ابراھیم بن یزید النخعی الفقیہ المشھور فی التابعین من اھل الکوفۃ وذکرہ الحاکم انہ کان یدلس الخ پس ابراہیم نخعی مدلس بھی ہیں اور امام بیہقی نے اپنی کتاب صفحہ ۱۴۲ القرأت خلف الامام میں لکھا ہے وکذلک ابراھیم النخعی وان کان ثقۃ فانا نجدہ یروی عن قوم مجھولین لا یروی عنہم غیرہ۔ اب سالم کا حال ملاحظہ فرمائیے۔ تقریب صفحہ التھذیب سالم بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب القرشی عدوی ابو عمر او ابو عبد اللہ المدنی احد الفقہاء السبعۃ وکان متبتا عابدا فاضلا کان یشبہ بابیہ فی الھدی والسمت من کبار الثالثۃ۔ یعنی سالم بیٹے عبد اللہ کے پوتے عمر فاروق کے فقہائے سبعہ (فقہائے نامورانِ مدینہ طیبہ) میں سے ایک ہیں ثقہ۔ عابد۔ فاضل تھے طریقہ وسیرت میں اپنے باپ عبد اللہ کے مشابہ تھے تیسرے طبقہ والوں میں بڑے درجہ کے ہیں اور خلاصہ صفحہ ۱۱۲ میں سالم بن عبد اللہ بن عمر العدوی المدنی الفقیہ احد السبعۃ عن ابیہ وابی ھریرۃ ورافع بن خدیج وعائشۃ قال

ابن اسحاق اصح الاسانید کلہا الزہری عن سالم عن ابیہ ۔ وقال مالک
کان یلبس الثوب بدرہمین ۔ وعن نافع کان ابن عمر یقبل سالماً ویقول
شیخ یقبل شیخاً ۔ یعنی سالم بن عبد اللہ بن عمر مدینہ کے فقیہ فقہائے سبعہ میں سے
ایک ہیں ۔ آپنے باپ ۔ ابو ہریرہ ۔ رافع بن خدیج ۔ عائشہ سے حدیث روایت
کرتے ہیں ۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ تمام سندوں سے بڑھکر صحیح سند زہری کی ہی
جو ”عن سالم عن ابیہ“ ہی ۔ امام مالک کہتے ہیں کہ سالم دو درم کا کپڑا پہنتے تھے
اور نافع سے مروی ہی کہ عبد اللہ بن عمر اپنے بیٹے سالم کا بوسہ لیتے اور کہتے کہ شیخ
شیخ (باعتبار فضل کے) کا بوسہ لیتا ہی ۔ بھلا جو شخص آغوش عاطفت میں
چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے تربیت یافتہ ہوا اور عبد اللہ بن عمر (صحابی) کا سرفراز
بیٹا ہوا اور حضرت عمر (خلیفہ ثانی) کا پوتا جسکا علم وفضل اُسوقت کے علماء مدینہ
طیبہ میں مسلّم ہو ۔ جسکی عظمت وشان اقران تابعین میں مسلّم ہو اسکی نسبت کہا
جاتا ہی کہ فلاں شخص کوفہ کا رہنے والا (جس سے حدیث کی روایت مرفوعاً کم اور حجاز
عرب کا رہنے والا بھی نہیں عربیت بھی اسکی اچھی نہیں) مطالب حدیث کے زیادہ
سمجھتا ہی ۔ خصوصاً ایسے امر (نماز میں رفعیدین) کی نسبت جسمیں تفقہ کو کچھ بھی داخل
نہیں یہ کیسی بے انصافی وہٹ دھرمی ہی ایسی باتوں کو امام صاحب کی طرف
منسوب کرنا انکی شان کو بٹہ لگانا ہی ۔ یہ مدح نہیں بلکہ ناواقفیت پر مبنی ہی ۔
کیونکہ دو شخصوں کی علمی قابلیت اوران کے فضل دکمال کا موازنہ تووہ شخص کرسکتا
ہی جو دونوں کی صحبت سے مستفید ہوا ہی ۔ اور دونوں کے علم وفضل کی جانچ کا موقع
ملا ہی ۔ جیسے امام محمد (شاگرد امام ابو حنیفہ رح) کہ ایک زمانہ تک امام ابو حنیفہ رح کی
صحبت میں رہی ان سے علم حاصل کیا پھر ان کے بعد امام مالک کی شاگردی کی اور
ان سے فیض اٹھایا انہوں نے دونوں کے علم وفضل کا موازنہ کیا اور امام شافعی
کے مناظرہ میں صاف کہدیا کہ امام مالک قرآن وحدیث وآثار صحابہ وغیرہ کا علم امام
ابو حنیفہ سے زیادہ رکھتے تھے ۔ جیسا کہ تاریخ ابن خلکان میں یہ مناظرہ موجود ہی ۔

بخلاف امام ابوحنیفہ کے کہ انہوں نے زہری۔ سالم یا ابراہیم نخعی۔ علقمہ کی صحبت نہیں اٹھائی اور نہ اون لوگوں کے فضل وکمال کے جانچ کا موقع ملا اور نہ کوئی ایسی صورت ہوئی کہ امام ابوحنیفہ ان لوگوں کے قدر علم وفقاہت کا پتہ لگا سکتے ایسی حالت میں امام صاحب کا موازنہ کرنا لغو اور محض اپنے وہم وخیال کی پیروی نہیں تو اور کیا ہو۔ علاوہ ازیں یہ بھی اصول کا مسلمہ مسئلہ ہو کہ اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہو کیونکہ نفی سہو اور عدم العلم پر محمول ہو سکتی ہو اور اثبات کا زیادہ علم وحفظ کے سوا کوئی محمل صحیح نہیں۔ پس زہری کی روایت میں فقہ راوی وعلو اسناد۔ و اثبات تین وجہ ترجیح کی موجود ہیں۔ اور حماد کی روایت میں کوئی سبب ترجیح نہیں اگر بر سبیل تنزل راوی کا افقہ ہونا تسلیم بھی کر لیا جاوے تو سبب ترجیح نہیں کیونکہ فقاہت سبب ترجیح اسوقت ہو سکتا ہو جبکہ عدالت وضبط میں مساوات ہو۔ اور جب عدالت وضبط میں ہی نقصان ہو تو فقاہت سبب ترجیح کیونکر ہو سکتی ہو۔ اگر ہو تو ایک سبب تین سبب کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہو۔ ان اصول درایت کے موافق یہ قصہ مناظرہ کا بالکل لغو اور مہمل ہو کیونکہ امام ابوحنیفہؒ نے زہری وسالم کی فقاہت کا انکار نہیں کیا اور کیونکر کرتے ان لوگوں کی جلالت وعظمت و شان پر تو اتفاق تھا۔ لہذا یہ مناظرہ غلط ومہمل ہو۔ کیونکہ اس مناظرہ کی روایت جس کی سند کا کہیں پتہ نہیں شاگردان امام ابوحنیفہ یا متقدمین حنفیہ نے کہیں اس کا ذکر نہیں کیا ہو۔ اور نہ موقع استدلال میں اس مضمون کی حدیث لائے ہیں۔ اور اس قصہ کی تکذیب اس روایت سے بھی ہوتی ہو جسکو ہم اوپر کتاب الآثار امام محمد سے نقل کر چکے ہیں۔ کیونکہ اُس روایت میں بھی حماد۔ ابراہیم۔ علقمہ۔ عبداللہ بن مسعود ہیں۔ اور امام ابوحنیفہ نے بسبب مخالفت اور روایتوں کے اس کو نہیں مانا۔ حالانکہ ان تینوں سلسلوں سے زیادہ رفعیدین کے رواۃ ہیں کما مر اور عبداللہ بن عمرؓ پر علقمہ کو باعتبار افقہ ہونیکے فضیلت دینا یہ آپ ہی کو مبارک ہو محدثین ومحققین کے نزدیک ھباءً منثورا ہو۔ مولانا یہ صحابہ کی شان میں

سوراد بی نہیں تو اور کیا ہی۔

قولہ صفحہ ۱۸ تا من روایات رفعیدین کو روایات ترک رفعیدین سے تعارض ہی نہیں۔ الخ

اقول آپکی تحریر غلط ہی بدیں وجہ کہ آپ روایات ترک رفعیدین کو بعد وجود روایات رفعیدین کے تحریر فرماتے ہیں۔ بلکہ صحیح یہ بات ہی کہ روایات اول الذکر بعد روایت ثانی الذکر کے ہی۔ اسکا خلاصہ مطلب یہ ہی کہ اولاً ابتدائً عدم رفع تھا اور تطبیق بھی تھی جیساکہ حدیث عبداللہ بن مسعود کی لفظ علّمنا سے ثابت ہوتا ہی کہ ابتدائی تعلیم نماز صرف تکبیر تحریمہ کیوقت رفعیدین اور رکوع میں تطبیق تھی اس کے بعد تطبیق منسوخ ہو گئی اور بحکم اللہ رب العلمین رفعیدین بھی مشروع ہو گئی لہذا عدم رفع اول اور رفعیدین ثانیاً ہوا بعد شروع کرنے رفعیدین کے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ترک بسند صحیح ثابت نہیں۔ کیونکہ جن صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رفعیدین کے ساتھ بیان کی ہی وہ آخری عمر سنہ ہجری میں آپکی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اور اسی سال آپکا انتقال ہو گیا ہی۔ پس تاریخی حیثیت سے آنحضرت صلعم کا رفعیدین ہی آخری فعل رہا۔ اور حدیث بیہقی فما زالت تلک صلوتہ حتی لقی اللہ تعالی کے مطابق تا وفات آپکا عمل رفعیدین ہی تھا۔

قولہ صفحہ ۱۸ تا سع کبار تابعین کا باوجود رفعیدین کی حدیث پیش ہونیکے اسکو مسترد کر دینا اور ترک کر دینا الخ۔

اقول کبار تابعی ہو یا اور کوئی ہو بلا دلیل اسکا قول قابل حجت نہیں۔ مولانا خدارا کچھ تو انصاف و ایمان سے کام لینا چاہیے۔ کیوں عوام الناس کو مغالطے پر مغالطے دئے جاتے ہو اور خدائے علیم و بصیر سے ذرا نہیں ڈرتے کہانتک آپکی غلط تحریروں کا جواب دیا جاوے اور کہانتک آپکو شرمایا جائے۔ آپنے جو کبار تابعین کی طرف یہ امر منسوب کیا ہی کہ انہوں نے حدیث رفعیدین کو مسترد کر دیا اور رفعیدین ترک کر دی تو مولانا آپکو چاہیے تھا کہ دس ۱۰۔ بیس ۲۰۔ پچاس ۵۰۔ کبار تابعین کے نام تحریر فرماتے تاکہ ہم بھی معلوم کر لیتے کہ وہ کون کبار تابعین ہیں۔ مگر

افسوس کہ آپنے سوائے ابراہیم نخعی کے اور کسی تابعی کا نام تحریر نہ فرمایا - بلا دلیل آپکی بات کیونکر تسلیم کرلیجائے - اور یہ بھی سمجھ لیجئے کہ ابراہیم نخعی کبار تابعین میں سے نہیں ہیں - کیونکہ ابراہیم نخعی کا کسی صحابی سے سماع ثابت نہیں - بلکہ بقول حافظ ابن حجر ابراہیم نخعی طبقہ خامسہ کے لوگوں میں سے ہیں اور اس طبقہ کے لوگ کبار تابعین میں سے ہو نہیں سکتے - و نیز مدلسین میں انکا شمار ہے اور عربیت بھی انکی اچھی نتھی - اور ابوہریرہ (صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو غیر فقیہ سمجھنے کی وجہ سے انپر اعتراضوں کی بھرمار ہو چکی ہے - میزان الاعتدال جلد اول صـ۳۵ وتقریب التہذیب صـ۲۱ غرض کہ ابراہیم نخعی کو کبار تابعین میں شمار کرنا غلطی اور عوام الناس کو دہوکہ دینا ہے۔ و نیز امام مالک کی نسبت یہ تحریر کرنا کہ اُن کے نزدیک ترک رفعیدین کی احادیث راجح و اثبت ہیں بالکل غلط اور انپر بہتان عظیم ہے - امام مالک کا صحیح مذہب رفعیدین کا ہی ہے جیسا کہ مؤطا میں مذکور ہے اور اسکے خلاف شاذ و مردود ہے -

قولہ پس امام بخاری و امام شافعی یا اور محدثین جو ان کے بہت بعد کے ہیں انکا رفعیدین کو ترجیح دینا یقیناً و حتماً ان قدماء سے مرجوح ہو گا -

اقول مولانا یہ آپکی ناواقفیت یا دانستہ تعصباً غلطی ہے جو ابراہیم نخعی وغیرہ کو آپ علماً امام بخاری پر ترجیح دیتے ہیں - امام بخاری کے متعلق حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری صـ۴۸۶ میں لکھا ہے قال حاشد بن اسمعیل قال لی ابو مصعب احمد بن ابی بکر الزھری محمد بن اسمعیل افقہ عندنا و ابصر بالحدیث من احمد بن حنبل - یعنی حاشد بن اسمعیل نے کہا کہ احمد بن بکر زہری نے مجھسے کہا کہ میرے نزدیک امام بخاری حدیث کی بصیرت و فقاہت میں احمد بن حنبل سے بڑھکر ہیں - قال قتیبۃ بن سعید جالست الفقہاء و الزھاد و العباد فما رایت منذ عقلت مثل محمد بن اسمعیل و ھو فی زمانہ کعمر فی الصحابۃ - یعنی قتیبہ بن سعید نے کہا کہ میں فقہا و زاہدوں و عابدوں کی صحبت میں رہا مگر مینے اپنے زمانہ شعور سے امام بخاری کا مثل نہیں دیکھا -

اور وہ اپنے ہمعصروں میں ایسے تھے جیسے عمر رضی اللہ عنہ صحابہ میں۔ وسئل قتیبۃ عن طلاق السکران فدخل محمد بن اسمعیل فقال قتیبۃ للسائل ھذا احمد بن حنبل واسحاق بن راھویہ وعلی بن المدینی قد ساقھم اللہ الیک واشار الی البخاری یعنی قتیبہ سے کسی نے طلاق سکران کا مسئلہ دریافت کیا اتنے میں امام بخاری آگئے تو قتیبہ نے سائل سے کہا لو یہ احمد بن حنبل واسحاق بن راہویہ وعلی بن مدینی سب کو اللہ تعالیٰ نے تیری طرف پہنچا دیا اور امام بخاری کیطرف اشارہ کیا۔ وقال یعقوب بن ابراہیم الدورقی ونعیم بن حماد الخزاعی محمد بن اسمعیل البخاری فقیہ ھذہ الامۃ یعنی یعقوب بن ابراہیم دورقی اور نعیم بن حماد خزاعی نے کہا کہ محمد بن اسمعیل بخاری اس امت کے فقیہ ہیں۔ وقال رجاء بن مرجاء فضل محمد بن اسمعیل علی العلماء کفضل الرجال علی النساء یعنی رجاء بن مرجاء کہتے ہیں کہ محمد بن اسمعیل یعنی بخاری کو علماء پر ایسی فضیلت ہے جیسے مردوں کو عورتوں پر۔ وقال عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی قد رأیت العلماء بالحرمین والحجاز والشام والعراق فما رأیت فیھم اجمع من محمد بن اسمعیل وقال ایضًا ھو اعلمنا وافقھنا واکثرنا طلبًا وسئل الدارمی عن حدیث وقیل لہ ان البخاری صححہ فقال محمد بن اسمعیل ابصر منی وھو اکیس خلق اللہ تعالیٰ عقل عن اللہ ما امر بہ ونھی عنہ فی کتابہ وعلی لسان نبیہ اذا قرأ محمد القرآن شغل قلبہ وبصرہ وسمعہ وتفکر فی امثالہ وعرف حلالہ من حرامہ۔ یعنی عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی نے کہا کہ میں نے علماء حرمین اور حجاز۔ عراق۔ شام میں تمام کو دیکھا مگر کسی کو امام بخاری جیسا جامع نہیں دیکھا۔ اور یہ بھی کہا کہ بخاری ہم لوگوں سے بڑھکر عالم اور فقیہ اور زیادہ طلب علم کرنیوالے ہیں اور امام دارمی سے کسی نے ایک حدیث پوچھی اور کہا کہ اس حدیث کو بخاری نے صحیح کہا ہے۔ تو امام دارمی نے کہا کہ

بخاری ہم لوگوں سے زیادہ بصیرت والے ہیں اور ساری مخلوق سے زیادہ سمجھنے والے ہیں۔ انہوں نے اللہ کی امر و نہی کو اُسکی کتاب اور اُس کے نبی کی زبان سے معلوم کیا ہے۔ جب امام بخاری قرآن شریف پڑھتے تھے تو اُن کا دل اور آنکھ و کان مشغول ہو جاتے تھے اور اس کے مضامین پر غور کرتے تھے اور حلال و حرام کے مسائل قرآنیہ سمجھتے تھے۔ قال بندار محمد بن بشار هو افقه خلق الله فی زماننا۔ یعنی محمد بن بشار کہتے ہیں کہ امام بخاری ہمارے زمانہ کے ساری مخلوق سے بڑھکر فقیہ ہیں اور خلاصہ میں ہے محمد بن اسمعیل البخاری الحافظ امیر المومنین فی حدیث سید المرسلین وقال احمد ما اخرجت خراسان مثل محمد بن اسمعیل فقیه هذه الامة۔ یعنی امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ خراسان میں کوئی فقیہ امت محمدیہ صلعم کا مثل امام بخاری کے نہیں نکلا۔ حافظ ابن حجر نے علماء اور ائمہ کے بہت سے اقوال اس بارہ میں نقل کئے ہیں مختصراً اس جگہ درج ہیں۔ اور مولوی عبدالحی لکھنوی حنفی فوائد بہیہ میں لکھتے ہیں جلالة قدر البخاری و دقة فهمه و سعة نظره و غوره و فكره مما لا يخفى على من انتفع بصحيحه۔ یعنی جس نے صحیح بخاری سے فائدہ اٹھایا ہے وہ امام بخاری کی قدر و عظمت اور ان کی باریک فہمی اور وسعت نظر اور نکتہ شناسی کو جانتا ہے۔ ابراہیم نخعی۔ امام ابو یوسف۔ امام محمد۔ امام ابو حنیفہ رح کے متعلق ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ انصاف پسند حضرات ان کتابوں (جن کتابوں کا ہم نے حوالہ دیا ہے) کو کھول کر اگر خود صاحب علم ہیں اپنی نظر سے دیکھیں ورنہ اپنے علماء سے "وحلف باللہ" دلا کر ان لوگوں کے حالات پڑھوا کر سنیں اور اپنے دلمیں فیصلہ کریں کہ قرآن و حدیث کے معاملات میں کس کا فہم و ادراک و حافظہ قوی تھا۔ اور فن حدیث میں یہ لوگ زیادہ ماہر تھے یا امام بخاری۔ پس جبکہ یہ امر فیصلہ شدہ ہے کہ فن حدیث میں امام بخاری سے زیادہ کوئی عالم و فقیہ نہیں تو جس حدیث کو امام بخاری ترجیح دینگے وہی حدیث راجح ہوگی۔ لہذا حدیث

رفعیدین باتفاق جمیع محدثین راجح اور حدیث عدم رفع مرجوح ہوگی - اور حدیث مالک بن حویرث نسائی والی میں قتادہ مدلس ہیں اور یہاں "عن" سے روایت کرتے ہیں اور عنعنہ مدلس کا عندالمحدثین مقبول نہیں - و نیز قتادہ اس میں منفرد ہیں دیگر اصحاب قتادہ اس میں مختلف ہیں کوئی اس زیادہ کو روایت کرتا ہے اور کوئی نہیں پس اصح وہی روایت ہے جو صحیحین میں ہے - لہذا یہ زیادہ قابل اعتبار نہیں - الخ

قولہ صفحہ ۹۵ عامتہ کبار ائمہ اور مجتہدین کا ترک رفعیدین کو صحیح سمجھنا حتی کہ خود بھی اسی پر عمل کرنا

اقول غلط ہے کبار ائمہ مجتہدین و محدثین ترک رفعیدین کو حق نہیں سمجھتے تھے - بلکہ فعل رفع کو صحیح اور حق سمجھتے تھے اور خود بھی عمل کرتے تھے - مثلاً امام بخاری - امام مسلم امام ترمذی - امام نسائی امام ابو داؤد - امام ابن ماجہ - امام دارمی - امام بیہقی - امام دارقطنی - امام ابن خزیمہ - امام حاکم - امام ابن حبان - امام ابن ابی حاتم - امام طبرانی - امام شافعی - امام مالک - امام احمد بن حنبل - امام عبداللہ بن مبارک - امام لیث - امام اوزاعی - امام علی بن مدینی - امام یحیی بن آدم - امام یحیی بن معین خلیفہ عمر بن عبدالعزیز - امام حسن بصری - امام ابن سیرین - امام طاؤس - امام مکحول - امام ابن جریج - امام عطاء - امام سفیان بن عیینہ - امام مجاہد - امام سعید بن جبیر - امام اسحاق - امام زہری - وغیرہ وغیرہ غرضکہ بے شمار ائمہ کبار و مجتہدین عظام - و بقول امام محمد بن نصر المروزی تمام شہروں کے علماء رفعیدین کو سنت سمجھتے ہیں سوائے کوفہ والوں کے - سو ان حضرات کا رفعیدین کو صحیح اور حق سمجھنا حتی کہ خود بھی اسی پر عمل کرنا ترجیح روایات رفع یدین کیلئے کافی و وافی ہے اکثریت کے مقابل وکیع سفیان ثوری - ابو اسحاق - ابراہیم نخعی - کیا حقیقت رکھتے ہیں - دلیل کی ضرورت ہے - بلا دلیل کسی کا قول حجت نہیں - اور امام شعبی کے متعلق ہم اوپر بیان کر چکے ہیں - ملاحظہ فرمائیں - تلک عشرۃ کاملۃ علی ان رفع الیدین حق وسنۃ ثابتۃ بروایات صحیحۃ وآثار مرضیۃ راجحۃ ومذاہب حقۃ صادقۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم والخلفاء الراشدین ومن العشرۃ المبشرۃ

وعن کبراء الصحابۃ واتباعھم واتباع اتباعھم وعن عظماء العلماء والفقھاء المجتھدین والمحدثین رحمھم اللہ علیھم اجمعین ومن ذھب الی خلاف ذلک فقد اتبع سبیل الغی ومن اتبع سبیل الغی فقد خسر خسرانا مبینا۔ وللہ در فھم المحدثین و تحقیق المحققین۔ الحاصل ان کے علاوہ اور بہت سی احادیث صحیحہ مرفوعہ و آثار صحیحہ قویہ اور اقوال علماء عظام ثبوت رفعیدین میں موجود ہیں اسوقت صرف بقدر ضرورت اسی پر اکتفار کیا گیا ہی۔ اگر اس کا جواب ہمارے مہربان مولانا محمد اشفاق الرحمن صاحب نے دیا تو اُس کے جواب میں پورا مضمون مفصل تحریر کیا جاویگا۔ اور علمار احناف سی بھی رفعیدین کرنیکا ثبوت لکھا جائیگا۔ انصاف پسند حضرات کے لئے تو انشاءاللہ تعالی یہ تحریر کافی وافی ہوگی۔ اور متعصبین کیواسطے تمام کلام اللہ اور تمام کتب احادیث رسول اللہ صلعم بیکار ہیں۔ جواب الجواب شبہ اول۔

صفحہ ۹ قولہ اگر علم راوی نفی کو محیط ہو تو اسوقت اثبات و نفی دونوں برابر ہیں۔

اقول یہ قاعدہ کس کتاب سے آپنے تحریر فرمایا ہی کسی معتبر کتاب کا حوالہ دیا ہوتا بلا دلیل حجت نہیں۔ بلکہ صحیح یہ ہی کہ نفس اثبات و نفی میں اثبات مقدم ہی اور بصورت قرینہ قویہ اثبات واجب التقدیم ہی اور اسکا خلاف ظلم ہی۔ یہاں مسئلہ رفعیدین میں اثبات قوی اور نفی ضعیف ہی۔ پس فعل رفع عدم رفع پر مقدم رہیگا۔ و نیز ابتدائ رفعیدین نتھا جیساکہ حدیث ابن مسعود شا ہی پھر اس کے بعد رفعیدین بحکم اللہ تبارک و تعالی مشروع ہوئی۔ پس اسوقت یہ فعل رفع اول امر پر زائد ہوا۔ لہذا فعل رفع مثبت اور عدم رفع نفی پس مثبت نفی پر مقدم ہوگا۔ نیز اس جگہ علم ابن مسعود محیط نہیں ہی کیونکہ انکو علم اولی ہی علم ثانی نہیں ہی۔ جواب الجواب شبہ دوم۔

صفحہ ۹ قولہ یہ سنن کی روایتیں بھی شرط شیخین پر ہیں۔

اقول صحیحین کو جبکہ تمام کتب پر اور خصوصاً صحیح بخاری کو (اصح الکتب بعد کتاب اللہ الصحیح البخاری) فضیلت و بزرگی ہی تو اس کی حدیثوں کو بھی تمام

کتب کی حدیثوں پر فضیلت و ترجیح ہوگی۔ صرف زبانی کہنے کے لئے ان کتابوں کو اور کتابوں پر فضیلت و ترجیح نہیں ہے اگر صحیحین کی حدیثوں پر سنن کی یا اور کسی کتاب کی حدیث کو ترجیح دی گئی تو صحیحین کی فضیلت پر اجماع ہونیکا کیا نتیجہ اور کیا فائدہ ہے۔ بس اسی واسطے اکابر علماء صحیحین کی حدیث اور دیگر احادیث صحیحہ میں بھی فرق کرتے ہیں کہ صحیحین کی حدیثیں قطعاً و یقیناً صحیح ہیں۔ اور دوسری کتابوں کی احادیث صحیحہ ظناً ہیں مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی اور شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کی تحریر بھی یہی ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں صفحہ ۱۰۲ ج ۱ فرماتے ہیں اما الصحیحان فقد اتفق المحدثون علی ان جمیع ما فیہما من المتصل المرفوع صحیح بالقطع وانہما متواتران الی مصنفیہما وانہ کل من یہون امرہما فہو مبتدع متبع غیر سبیل المؤمنین یعنی صحیحین کی شان یہ ہے کہ تمام محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان دونوں کتابوں کی جو حدیثیں متصل مرفوع ہیں وہ سب یقیناً صحیح ہیں اور یہ دونوں کتابیں اپنے اپنے مصنفوں تک متواتر ہیں۔ اور اسمیں شک نہیں کہ جو کوئی ان دونوں کتابوں کی شان ہلکی سمجھے وہ بدعتی ہے۔ اور مؤمنین کی راہ چھوڑ کر دوسری راہ چلنے والا ہے غرضکہ ایسے بہت اقوال ہیں جن سے صحیحین کی حدیثوں کی فضیلت اور حدیثوں پر ثابت ہے۔ اب فرمائیے کہ رفعیدین کی حدیثیں صحیحین میں ہیں اور عدم رفع کی سنن میں تو قاعدہ مذکورہ بالا کے موافق حدیث صحیحین کو ترجیح ہوگی یا نہیں۔ خصوصاً جبکہ صاحب سنن خود ہی اپنی سنن میں ان حدیثوں کو ضعیف کہدے اسوقت تو بطریق اولی حدیث صحیحین ارجح ہوگی۔ اب جو شخص اس صورت میں صحیحین کی حدیثوں پر دوسری کتاب کی حدیث کو فضیلت و ترجیح دیتا ہے تو وہ صحیحین کی شان ہلکی سمجھتا ہے یا نہیں اور مسلمانوں کی راہ چھوڑ کر دوسری راہ اختیار کرتا ہے یا نہیں۔ لہذا احادیث رفعیدین صحیح و راجح و حدیث عدم رفع غیر صحیح و مرجوح اور اسکا خلاف کرنیوالا بدعتی × اور مؤمنین کی راہ چھوڑ کر دوسری راہ اختیار کرنے والا ہے۔ جواب الجواب شبہ سوم تسکی

بیچ قولہ اصول موضوعہ میں ثابت ہوچکا کہ کثرت و قلت روایات سے ترجیح نہیں ہے

× بقول شاہ صاحب م ضعیف الخ

اقول آپ کے منگھڑت اصول موضوعہ قابل حجت نہیں ۔ فن حدیث میں محدثین کے اصول کی ضرورت ہے کسی محدث کا حوالہ دیتے تو قابل سند ہوتا فن حدیث میں ابن ہمام کون جانتا ہے کہ کون ہے کیا ابن ہمام کوئی محدث ہیں محدثین کی فہرست میں انکا نام درج ہے ۔ مولانا ضرورت ترجیح احدا لحدیثین اُس جگہ ہوتی ہے جہاں دو حدیثیں حسب قاعدہ محدثین صحیح ہوں تو روایت کثرت طرق والی کو روایت قلت طرق والی پر ترجیح ہوگی ۔ اور جس جگہ صحیح وضعیف کا معاملہ ہو وہاں ترجیح کی ضرورت ہی نہیں ۔ بلکہ صحیح ضعیف پر مقدم ہوگی ۔ اب مسئلہ رفعیدین میں یہ غور کرنا ہے کہ نزاع ترجیح وغیر ترجیح میں ہے یا صحیح وضعیف میں ہے ۔ سو محدثین کی تحقیق کامل اس مسئلہ میں یہ ہے کہ حدیث رفعیدین باتفاق جمیع محدثین صحیح ومرفوع ہیں اور اسکی سند میں کسی قسم کی کسی محدث سے جرح ثابت نہیں ۔ یہانتک کہ علی بن مدینی شیخ امام بخاری فرماتے ہیں حق علی المسلمین ان یرفعوا ایدیھم لحدیث الزھری عن سالم عن ابیہ یعنی مسلمانوں پر لازم ہے رفعیدین کرنا حدیث ابن عمر سنکر و دیکھکر ۔ یعنی حدیث رفعیدین اپنے ثبوت میں قطعی الدلالت ہیں ۔ اور جمیع محدثین کے نزدیک مسلمات سے ہیں اور کسی محدث سے اس پر انکار ثابت نہیں ۔ اور حدیث عدم رفع باتفاق تمام محدثین ضعیف ہیں ۔ حدیث عدم رفع کو بالاتفاق جمیع محدثین وحفاظ حدیث نے ضعیف کہا ہے جیساکہ ہم اوپر واضح طور پر بیان کر چکے ہیں ۔ لہٰذا حدیث رفعیدین مقدم اور مستند ہیں ۔ اس صورت میں ترجیح کی کوئی ضرورت ہی نہیں ۔ یہ صورت تو محدثین کی تحقیق کی بنا پر ہے ۔ اب علماء متاخرین کی تحقیق ملاحظہ فرمائیے ۔ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی لکھتے ہیں ۔ الا ان رواۃ الرفع جم غفیر ورواۃ الترک جماعۃ قلیلۃ مع عدم صحۃ الطرق عنھم الا عن ابن مسعودؓ ۔ اور مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہیدؒ دہلوی لکھتے ہیں ۔ فقد ثبت رفع الیدین فی المواضع الاربعۃ المذکورۃ بروایات صحیحۃ وآثار مرضیۃ راجحۃ الی ان قال حتی ادعی بعضھم التواتر ولا اقل ان تکون مشہورۃ ۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں ۔ فان احادیث الرفع اکثر

واثبت - اور علامہ سندی فرماتے ہیں والرفع اقوی واکثر - اور ہمارے مہربان مولانا محمد اشفاق الرحمن صاحب اپنے رسالہ نور العینین میں فرماتے ہیں - اور احادیث مرفوعہ میں ثبوت رفعیدین کو کثرت ہے - اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنی کتاب مالابد منہ میں لکھتے ہیں - لیکن اکثر فقہاء و محدثین اثبات آں میکنند - اور عصام بن یوسف حنفی شاگرد امام یوسف باوجود حنفی ہونیکے رفعیدین کرتے تھے - یہ شہادتیں علماء احناف کی اس امر پر ہیں کہ روایت رفعیدین اکثر - صحیح - اقوی - متواتر - بعض کے نزدیک مشہور ہیں - اور روایت عدم رفع قلیل ضعیف ہیں سوائے ابن مسعودؓ کے - تو اس صورت میں کونسی روایت اختیار کرنی چاہیے - تو اس کے متعلق کتاب الاعتبار میں امام حازمی لکھتے ہیں - فمما یرجح بہ احد الجانبین علی الاخر کثرۃ العدد فی احد الجانبین وھی مؤثرۃ فی باب الروایۃ الخ - یعنی کثرت طرق کو قلت طرق پر ترجیح ہوگی - اور مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی تعلیق الممجد میں لکھتے ہیں الا ان ثبوتہ اکثر وارجح - یعنی بیشک ثبوت رفعیدین کثرت طرق سے ہے اور یہی راجح ہے - اور مولانا محمد اسمعیل شہید دہلوی بروایات صحیحہ وآثار مرضیہ راجحہ لکھتے ہیں - اور علامہ عینی شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں - ان من جملۃ اسباب الترجیح کثرۃ عدد الرواۃ شہرۃ المروی حتی اذا کان احد الخبرین یرویہ واحد والاخر یرویہ اثنان فالذی یرویہ اثنان اولی بالعمل بہ انتھی - یعنی اسباب ترجیح میں سے ایک سبب ترجیح کا کثرت تعداد رواۃ کی بھی ہے - مثلاً ایک حدیث ایک راوی سے مروی ہے اور ایک حدیث کے روایت کرنے والے دو راوی ہیں - سو جس حدیث کے ... روایت کرنے والے دو راوی ہیں اس پر عمل کرنا اولیٰ ہے - ان اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ کثرت طرق کو قلت طرق پر ترجیح ہوگی - اسی بنا پر عصام بن یوسف حنفی نے حدیث رفعیدین کو اکثر واقوی سمجھکر باوجود حنفی ہونیکے رفعیدین کو اختیار کیا - پس بحسب تحقیق علماء احناف حدیث رفع راجح اور حدیث عدم رفع مرجوح ٹھہری - اور آپ کا لکھنا کہ کثرت اور قلت روایات سے ترجیح نہیں ہوسکتی - غلط ہے اس کا مفصل جواب ہم اوپر بیان کرچکے ہیں فانظر الیہ - ان محققین علماء

احناف کے مقابل آپ کی بات بلا دلیل قابل حجت نہیں ہے۔ اب جبکہ آپ خود اقراری ہیں کہ حضور نے رفعیدین فرمایا اسکا کوئی منکر نہیں تو بس ثبوت رفعیدین کے تو آپ اقراری ہو چکے اب ثبوت کے بعد ترک رفعیدین تاریخی حیثیت سے آپکا ذمہ ہے۔ لہذا اسکا ثبوت بسند صحیح تحریر فرمائیں۔ ایک مناظرہ تو آپنے مسند ابو حنیفہ سے امام اوزاعی و امام ابو حنیفہ کا نقل کیا ہے حالانکہ وہ مناظرہ حدیث کی کسی کتاب میں موجود نہیں ہے۔ البتہ بیہقی صفحہ ۸۲ میں ایک مناظرہ امام اوزاعی اور سفیان ثوری کا منیٰ میں ہوا ہے۔ اس مناظرہ میں امام اوزاعی نے سفیان ثوری کو ساکت کر دیا۔ وھو ھذا قال سمعت سفیان بن عیینۃ یقول اجتمع الاوزاعی والثوری بمنی فقال الاوزاعی للثوری لم لا ترفع یدیک فی خفض الرکوع ورفعہ فقال الثوری حدثنا یزید بن ابی زیاد فقال الاوزاعی اروی لک عن الزھری عن سالم عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتعارضنی بیزید بن ابی زیاد ویزید رجل ضعیف الحدیث وحدیثہ مخالف للسنۃ قال فاحمار وجہ سفیان الثوری فقال الاوزاعی کانک کرھت ما قلت قال الثوری نعم قال الاوزاعی قم بنا الی المقام نلتعن اینا علی الحق قال فتبسم الثوری لما رای الاوزاعی قد احتد۔ سلیمان بن شاذکونی کہتے ہیں کہ مینے سفیان بن عیینہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ میدان منیٰ میں امام اوزاعی اور ثوری کا اجتماع ہوا تو امام اوزاعی نے ثوری سے کہا کہ تم رکوع میں جاتے وقت اور اس سے سر اٹھاتے وقت رفعیدین کیوں نہیں کرتے ہو تو ثوری نے جوابًا حدیث یزید بن ابی زیاد (جو عدم رفع کے بارہ میں ہے جسکا بیان صفحہ ۱۰۹ میں بیان ہو چکا ہے) بیان کی اسپر امام اوزاعی نے ثوری سے کہا کہ میں تو زہری سے وہ سالم سے وہ اپنے باپ عبداللہ بن عمر سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث رفعیدین بیان کرتا ہوں اور تم مجھکو یزید بن ابی زیاد کی حدیث بیان کرتے ہو۔ حالانکہ یزید بن ابی زیاد دربارہ حدیث ضعیف ہے۔ اور اس کی حدیث سنت کے مخالف ہے۔ پس یہ بات سنکر ثوری کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس پر امام

اوزاعی نے کہا کہ کیا میرا کہنا تمکو ناگوار گزرا تو ثوری نے کہا ہاں - اسپر امام اوزاعی نے کہا کہ اچھا اگر میرا کہنا تمکو بُرا معلوم ہوا ہے تو چلو مقام ابراہیم کے پاس چلکر اس مسئلہ کے بارہ میں مباہلہ کرلیں - اور دیکھہ لیں کہ کون ہم میں سے حق پر ہی - جب ثوری نے امام اوزاعی کی یہ مستعدی اور کوشش دیکھی تو ہنسکر خاموش ہو گئے - دیکھا جناب حق اسکا نام ہی - امام اوزاعی چونکہ حق پر تھے فوراً مباہلہ کیواسطے مستعد ہوگئے ایسے ہی اگر ثوری بھی اس مسئلہ میں حق پر ہوتے تو فوراً مباہلہ پر مستعد ہو جاتے ہنسکر درگزر نہ کرتے - ہنس کر خاموش ہو جانا اسی امر کی دلیل ہی کہ وہ اس مسئلہ میں حق بجانب نتھے - اور نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ حدیث براء بن عازب بطریق یزید بن ابی زیاد امام اوزاعی کے نزدیک بھی ضعیف ہی - اگر یزید بن ابی زیاد ثقہ تھا تو کیوں نہیں سفیان ثوری نے امام اوزاعی سے اُسکی ثقاہت بیان کی - اور امام اوزاعی کے قول ویزید رجل ضعیف الحدیث وحدیثہ مخالف للسنۃ سنکر کیوں نہیں اسکی تردید کی اور یزید کا ثقہ ہونا ثابت کیا اس سے معلوم ہوا کہ سفیان ثوری نے بھی یزید بن ابی زیاد کے ضعف کو تسلیم کرلیا ہی - فتدبر -

اور ایک لطیفہ ہم اسی کتاب بیہقی سے نقل کرتے ہیں جو امام ابو حنیفہ اور اُن کے شاگرد عبداللہ بن مبارک کے درمیان مذاقاً ہوا تھا جس میں امام ابو حنیفہ لاجواب ہوکر ساکت ہو گئے وھو ھذا حدثنا وکیع قال صلیت فی مسجد الکوفۃ فاذا ابو حنیفۃ قائم یصلی وابن مبارک یصلی الی جنبہ فاذا عبد اللہ یرفع یدیہ کلما رکع وکلما رفع وابو حنیفۃ لا یرفع فلما فرغوا من الصلوۃ قال ابو حنیفۃ لعبد اللہ یا ابا عبد الرحمن رأیتک تکثر رفع الیدین اردت ان تطیر فقال لہ عبد اللہ یا ابا حنیفۃ قد رأیتک ترفع یدیک حین افتتح الصلوۃ فاردت ان تطیر فسکت ابو حنیفۃ قال وکیع فما رأیت جوابا احضر من جواب عبد اللہ لابی حنیفۃ - دیکھئے عبداللہ بن مبارک کیسے حاضر جواب تھے کہ فوراً ترکی بترکی جواب دیکر اپنے استاد ابو حنیفہ کو لاجواب کردیا

اور ذرا بھی پاس ادب نہیں کیا اور واقعی ہونا بھی ایسا ہی چاہیے حدیث رسول اللہ صلعم کے مقابل استاد یا کوئی اور عالم۔ پیر امام۔ وغیرہ کیا چیز ہیں۔ پیغمبر صلعم کے مقابل کسی کی ایسی ہستی نہیں کہ پیغمبر کی بات چھوڑ دی جائے اور اسکی بات مانی جاوے۔ اور امام صاحب کا سکوت بھی قابل داد ہے کہ اپنے شاگرد کا جواب معقول سنکر اور سمجھکر خاموش ہو گئے۔ آجکل کے علمار کیطرح بیفائدہ قیل وقال کرنی پسند نکی۔ اب ہم ایک حدیث رفعیدین کے متعلق جو حضرت علیؓ سے مروی ہے لکھتے ہیں اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن متابعۃً وتائیدًا لکھنے میں کچھ حرج نہیں۔ یہ حدیث بیہقی سنن کبریٰ مستدرک حاکم۔ ابن ابی حاتم۔ ابن مردویہ۔ ابن کثیر۔ کنز العمال۔ فتح البیان۔ درمنثور۔ اکلیل۔ وغیرہ دیگر تفسیروں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سورہ کوثر نازل ہونیکے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ آیۃ فصل لربک وانحر کا کیا مطلب ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لجبرئیل ما هذه النحيرة التي امرني بها ربي قال انها ليست بنحيرة ولكنه يامرك اذا تحرمت للصلوة ان ترفع يديك اذا كبرت واذا ركعت واذا رفعت رأسك من الركوع فانها صلوتنا وصلوة الملائكة الذين في السموات السبع قال النبي عليه السلام رفع الايدي من الاستكانة التي قال الله تبارك وتعالى فما استكانوا لربهم وما يتضرعون - وزاد في رواية وان لكل شئ زينة وزينة الصلوة رفع اليدين -

یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیلؑ سے کہ "وانحر" سے کیا مراد ہے۔ جبرئیلؑ نے فرمایا کہ اس سے صرف قربانی مراد نہیں ہے۔ بلکہ بات یہ ہے کہ اللہ رب العلمین آپ کو حکم کرتا ہے کہ تکبیر تحریمہ اور رکوع میں جاتے اور سر اٹھاتے وقت رفعیدین کریں کیونکہ ہم تمام ساتوں آسمانوں کے فرشتے رفعیدین سے نماز پڑھتے ہیں۔ اور ہر شئی کے واسطے زینت ہے اور نماز کی زینت رفعیدین ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رفعیدین کرنے میں عاجزی وانکساری ہے۔ جس کے نکرنے پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورہ مومنون میں بعض گذشتہ قوموں کی شکایت فرمائی ہے۔ اور نیل الاوطار صفحہ ۱۹۲

مصری جلد دوم اور زرقانی مصری جلد اوّل میں بحوالہ ابن عبد البر عبد اللہ بن عمرؓ سے منقول ہے۔ انہ قال رفع الیدین من زینۃ الصلوٰۃ یعنی رفعیدین نماز کی زینت ہے اور بیہقی صفحہ ۸۳ میں ہے اور عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جزء خامس صفحہ ۲۷۲ قال قلت للشافعی ما معنی رفع الیدین عند الرکوع فقال مثل معنی رفعہما عند الافتتاح تعظیماً للہ وسنۃ متبعۃ یرجی فیہا ثواب اللہ عز وجل ومثل رفع الیدین علی الصفا والمروۃ وغیرہما۔ یعنے امام شافعی سے دریافت کیا کہ رکوع میں جانیکے وقت رفعیدین کا کیا مطلب ہے تو آپنے فرمایا کہ اسکا وہی مطلب ہے جو تحریمہ کیوقت اور صفا مروہ کے وقت رفعیدین کا ہے۔ یعنی تعظیم الٰہی اور اقتدار سنت نبوی مقصود ہے۔ جسپر ثواب واجر کا وعدہ ہے۔ اور میزان کبریٰ صفحہ ۱۲۵ میں ہے ان رفع الیدین بالاصالۃ کالتحیۃ عند القدوم علی الملک وعند مفارقۃ حضرتہ فالمصلی کالقادم علی الملک فی حال الرکوع وکالمودع لحضرۃ قربہ فی حال الرفع الی القیام فی الاعتدال فکان لسان حال من رفع یدیہ للاعتدال یقول یا رب ما ادبرت عن حضرتک عن ملل وانما ذلک امتثالاً لامرک۔ یعنی جسطرح بادشاہوں کی خدمت میں حاضر ہوکر تحیۃ وسلام سے انکی عزت افزائی کیجاتی ہے اسی طرح رفعیدین سے بھی خدائی ادب ملحوظ ہے۔ چونکہ تحریمہ کیطرح رکوع میں بھی نمازی کا اقدام ہوتا ہے لہٰذا ان دونوں موقعوں پر رفعیدین کا مطلب ظاہر ہے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفعیدین سے یہ مطلب ہے کہ خدایا میں مشقت وتھکان کی وجہ سے کھڑا نہیں ہوا بلکہ تیری اطاعت اور فرمانبرداری کے لئے کھڑا ہوا ہوں۔ اور تکملہ مجمع البحار صفحہ ۵ میں ہے الحکمۃ فی رفع الیدین انہ استکانۃ۔ یعنی رفعیدین سے مراد اللہ تبارک وتعالیٰ کی حضوری میں عاجزی وانکساری ہے۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۲ میں فرماتے ہیں اقول السر فی ذلک ان رفع الیدین فعل تعظیمی ینبہ النفس علی ترک الاشغال المنافیۃ للصلوٰۃ والدخول فی حیز المناجات فشرع عند کل فعل من التعظیمات الثلاثۃ تدبر لتنبہ النفس لثمرۃ ذلک الفعل مستانفاً۔ یعنی میرے نزدیک

اسمیں یہ بھید ہے کہ رفع یدین ایک تعظیمی فعل ہے۔ جس سے نفس کو ان اشغال کے چھوڑنے پر جو نماز کے منافی ہیں و نیز حضرت مناجات میں داخل ہونے پر تنبیہ ہو جاتی ہے اسی واسطے تعظیمات ثلاثہ میں سے ہر ایک فعل کی ابتدار رفع یدین سے مقرر کی گئی۔ تاکہ از سر نو ہر دفعہ نفس کو اس فعل کی ثمرہ یعنی تعظیم پر متنبہ ہوتا رہے۔ اور امام بخاری اپنے رسالہ صـ۱ میں اور حافظ ابن حجر تلخیص صـ۸۲ میں بحوالہ اثرم نعمان بن عیاش کا قول نقل کرتے ہیں۔ لکل شیٔ زینۃ و زینۃ الصلوٰۃ ان ترفع یدیک اذا کبرت و اذا رکعت و اذا رفعت رأسک من الرکوع۔ یعنی ہر چیز کیلئے زینت ہے اور نماز کی زیب و زینت تکبیر تحریمہ اور رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کرنا ہے۔ اور امام بخاری اپنے رسالہ صـ۱ میں اور حافظ ابن حجر تلخیص صـ۸۲ میں اور بیہقی میں صـ۷۵ ہے عن سعید بن جبیر انہ سئل عن رفع الیدین فی الصلوٰۃ فقال ھو شیٔ یزین بہ الرجل صلوٰتہ یعنی سعید بن جبیر سے رفع یدین کی بابت دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ وہ نماز کی زیب و زینت ہے۔ اور امام بخاری اپنے رسالہ میں اور حافظ ابن حجر تلخیص میں بحوالہ اثرم محمد بن سیرین سے ناقل ہیں ھو من تمام الصلوٰۃ یعنی رفع یدین نماز کی تکمیل کا باعث ہے اور مجمع الزوائد صـ۱۰۳ میں ہے عن عقبۃ بن عامر الجھنی قال انہ یکتب فی کل اشارۃ یشیرھا الرجل بیدہ فی الصلوٰۃ بکل اصبع حسنۃ او درجۃ رواہ الطبرانی و اسنادہ حسن۔ اور عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جزء خامس صـ۲۷۲ میں ہے ونقل عن عبد البر عن ابن عمرؓ انہ قال رفع الیدین من زینۃ الصلوٰۃ بکل رفع عشر حسنات بکل اصبع حسنۃ۔ یعنی ہر مرتبہ کے رفع یدین کرنے سے دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ یہ دونوں صحابی ہیں اور یہ حدیث حکماً مرفوع ہے غیر مدرک بالرای۔ الحاصل ائمہ ثلاثہ امام مالک۔ امام شافعی۔ امام احمد بن حنبل وغیرہ۔ تمام ائمہ و محدثین کا رفع یدین کے مسنون ہونے پر اتفاق ہے۔ پھر ان کے اتباع و دیگر علماء نے بھی ان سے یہی نقل کیا ہے۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اب رہ گئے امام ابو حنیفہ سو ان کی اپنی کوئی کتاب نہیں۔ جو ان کے خیال پر

شاہد ہو - البتہ یا تو وہ مناظرہ ہے جو امام اوزاعی اور امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے - جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں سو وہ بھی یاروں کی گھڑت ہے - اور وہ مناظرہ صرف فقہ راوی کی قید پر بنایا گیا ہے اور امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب کر کے مسند ابو حنیفہ میں لکھا گیا ہے - حالانکہ مسند ابو حنیفہ خود امام ابو حنیفہ کی تصنیف شدہ کتاب نہیں ہے - بلکہ آپ کے انتقال کے بعد بہت سے لوگوں نے ان کے نام سے سندیں لکھی ہیں اور امام صاحب کے نام سے منسوب کر دی ہیں تقریباً پانچویں یا چھٹی صدی میں یہ مسند لکھی گئی ہے اسکی پوری کیفیت تعجیل المنفعۃ - اور بستان المحدثین مصنفہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب میں ملاحظہ فرمائیں - یا دوسرا وہ قصہ ہے جو عبد اللہ بن مبارک کو رفعیدین سے نماز پڑھتے دیکھکر اُن کے ساتھ مذاق کیا تھا - اور عبد اللہ بن مبارک کے جواب سے لاجواب ہو کر ساکت ہو گئے تھے جسکو ہم اوپر بیہقی سے نقل کر چکے ہیں - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہ اسکی سنیت کے قائل نتھے - اور عام طور پر ان کے اعتساف پسند مقلدونکا بھی یہی خیال ہے لیکن بعض انصاف پسند علماء حنفیہ نے اس مسئلہ میں انکا ساتھ چھوڑ دیا ہے جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے - اور دارقطنی میں ابو جعفر احمد بن اسحاق بن بہلول کا بیان منقول ہے - کان مذہبی مذہب اہل عراق فرأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی النوم یصلی فرأیتہ یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم اذا رفع رأسہ من الرکوع ثم اذا رکع

یعنی پہلے میرا مذہب عراقی تھا پس جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں نماز پڑھتے دیکھا اور آپنے تکبیر تحریمہ کے وقت اور رکوع میں جانیکے وقت اور سر اٹھاتے وقت رفعیدین کی تو میں نے اسی وقت عراقی مذہب ترک کر کے نماز میں رفعیدین کرنی شروع کر دی - اور بات بھی واقعی یہی ہونی چاہیے یہی لوگ مقلد امام ابو حنیفہ ہیں کیونکہ امام صاحب نے خود فرمایا ہے اذا صح الحدیث فھو مذھبی - اترکوا قولی بخبر الرسول - یعنی جب تمکو صحیح حدیث ملجائے تو میرا قول چھوڑ دو اور اس صحیح حدیث پر میرا ہی مذہب سمجھکر عمل کرو - اور یہ کہیں نہیں کہا کہ میرے قول کے سوا

کسی کی بات مت ماننا - اور جو کچھ مینے کہا ہی وہی ٹھیک ہی - اور میرے قول کے ساتھ
صحیح حدیث کو بھی رد کر دینا - اگر امام صاحب نے کہیں ایسا فرمایا ہی تو مع حوالہ کتب
وصفحہ تحریر فرمائیے - مولانا صحیح حدیث پر عمل کرنے سے آدمی حنفیت سے خارج نہیں
ہو جاتا ہی بلکہ صحیح حدیث پر عمل نہ کرنے سے امام ابو حنیفہ رح کا مقلد نہیں رہ سکتا کیونکہ
ان کے قول اذا صح الحدیث فھو مذھبی - اترکوا قولی بخبر الرسول کے خلاف
کر رہا ہی ایسا شخص غیر مقلد و لا مذہب ہی اُس کی بات کا کچھ اعتبار نہیں - اب میں اس
رسالہ کو اسی پر ختم کرتا ہوں اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ میری
اس سعی و محنت کو (جو خالصًا لوجہ اللہ کی گئی ہی بمطابق آیۃ ان اجری الا علی اللہ)
قبول فرمالے اور برگشتہ دلوں کو نیک توفیق عطا فرمائے کہ اپنے پیارے سچے رہبر سچے
رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے اور سیدھے طریق پر عمل پیرا ہوں اور آیۃ وما کان
لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ و رسولہ امرًا ان یکون لھم الخیرۃ من
امرھم - الخ کیطرف خیال کریں یعنی جب اللہ اور اسکا رسول صلعم کسی بات کا
فیصلہ کر دیں تو پھر کسی مرد - عورت - مسلمان کو یہ اختیار نہیں ہی کہ اپنی رائے کو دخل اسکیں صحیح
دیں - جب ہم اوپر واضح طور پر ثابت کر چکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رفعیدین
بسند صحیح مرتے وقت تک ثابت ہی اور ساتوں آسمانوں کے فرشتوں کی نماز بھی
رفعیدین کے ساتھ ہی اور یہ بھی بسند صحیح بیہقی کی روایت سے ثابت کر چکے ہیں کہ اللہ
رب العلمین نے معرفت جبرئیل علیہ السلام رسول اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز
میں رفعیدین کرنیکا ارشاد فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوبکر
صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز میں رفعیدین سیکھی اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے
ابن زبیر نے نماز میں رفعیدین سیکھی الخ - اور آپ کے صحابہ خصوصًا خلفاء راشدین
مہدیین اور عشرہ مبشرہ (وہ صحابہ ہیں دس جنکو اللہ پاک نے ان کی زندگی میں ہی
جنت کی خوشخبری دیدی تھی -) رفعیدین کے ساتھ نماز ادا کی اور رسول اللہ صلعم
نے اپنے مبارک فرمان صلوا کما رأیتمونی اصلی - سے تمام امت محمدیہ کو الی

یوم القیامہ رفعیدین کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم صادر فرمایا اور اس کے خلاف عدم رفعیدین کی ایک حدیث بھی صحیح سند سے موجود نہیں تو اب آپ کی وفات کے بعد کسی بشر امتی کی (تابعی ہو یا اور کوئی امام ۔ عالم ہو ۔) مجال و طاقت نہیں کہ وہ اسمیں کمی و بیشی کرے ۔ کیونکہ تکمیل دین متین کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو چکی ہے آیتہ الیوم اکملت لکم دینکم الخ ۔ اسپر شاہد ہے ۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلعم پر دین کی تکمیل کر دی تو بعد وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی فرد امتی کی یہ ہستی نہیں کہ آپ کے دینی و عبادتی امور میں دخل دیکر کچھ کمی و بیشی کرے ۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تکمیل دین کا قائل نہیں ۔ لہٰذا تمام مسلمانوں کو رسول صلعم کی موافقت و متابعت کرتے ہوئے نماز میں رفعیدین کرنی چاہیے ۔ اور اسکی لخالفت سے بچنا چاہیے ۔ کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم ۔ یعنی ڈرتے رہیں وہ لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف کرتے ہیں یہ کہ پہونچے انکو کوئی مصیبت دنیا میں یا پہونچے انکو عذاب سخت آخرت میں ۔ لہٰذا مسلمانوں کو اس وعید سے ڈرتے ہوئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت و متابعت لازمی ہے ۔ اب منصف مزاج حضرات ناظرین سے استدعا ہے کہ وہ خوب غور سے اس رسالہ کو ملاحظہ فرمائیں ۔ اور غور کریں کہ یہ کیا معاملہ ہے ۔ وما علی الرسول الا البلاغ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم ۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین برحمتک یا ارحم الراحمین ۔

حررہ العاجز خادم العلماء والطلباء حافظ حکیم محمد اسمٰعیل دہلوی

۱۰ جمادالثانی ۱۳۴۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لولیہ والصلوٰۃ لنبیہ

اما بعد میں نے کتاب ہذا کا مطالعہ کیا الحمد للہ یہ اپنے موضوع پر ہر طرح سے کافی وافی ہے - مولوی اشفاق الرحمن صاحب نے پہلے تو بعض اعیان اہلحدیث سے اشتہاری چھیڑ چھاڑ بابت رفع الیدین شروع کئے اور مناظرہ کا چیلنج شائع کیا - جماعت اہلحدیث دہلی کیطرف سے انکی صدائے مناظرہ پر لبیک ہوئی - آخر مولوی صاحب موصوف نے مناظرہ سے راہ فرار اختیار کی - بعد ازاں مولوی اشفاق الرحمن صاحب نے ایک تحریری مناظرہ مولانا مولوی احمد اللہ صاحب سے شروع کردیا - آخر فاضل اجل مولانا احمد اللہ صاحب نے ایک ایسی تحریر مسکت مولوی صاحب کو ارسال کی جسکے جواب سے مولوی صاحب لاجواب ہوگئے - اور ایک عرصہ تک خاموش ہو کر پھر مولوی صاحب ایک رسالہ مسمیٰ نور العینین کی صورت میں ظاہر ہوئے اور اپنی ان تھک کوششوں اور تاویلوں سے مسئلہ رفع الیدین کے (جو کہ اجلے البدیہات سے ہے) ابطال کے پیچھے پڑ گئے - اللہ تعالیٰ مولوی حکیم محمد اسماعیل صاحب کو خوش رکھے کہ انہوں نے مولوی اشفاق الرحمن صاحب کے رسالہ کی پوری قلعی کھولکر رکھدی - اور مسئلہ رفعیدین کو محقق کر دکھایا - میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کو اسکی جزا دارین میں عنایت کرے اور مسلمانوں کو رسالہ "جلاء العینین" سے راہ مستقیم نصیب ہو آمین -

محمد یونس غفرلہٗ مدرس مدرسہ حضرت میاں صاحب رح پھاٹک حبش خاں دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی الہٖ واصحابہ اجمعین اما بعد

عاجز نے رسالہ جلاء العینین فی اثبات رفع الیدین عن رسول الثقلین کو مواضع متفرقہ سے دیکھا ماشاء اللہ مؤلف رسالہ ہذا مولانا مولوی حکیم محمد اسمٰعیل صاحب نے بڑی عرق ریزی وتحقیق انیق سے مولوی اشفاق الرحمن صاحب حنفی مدرس مدرسہ فتحپوری کے جمیع مغالطات وشبہات کی خوب قلعی کھولکر عوام وخواص پر سنت نبویہ رفعیدین فی الصلوٰۃ کو بادلائل قویہ وصحیحہ ثابت وہویدا کردیا جزاہ اللہ جزاء حسنا وجعل سعیہ سعیًا مشکورا ماشاء اللہ یہ رسالہ مسئلہ رفعیدین میں بے نظیر ہے بلکہ اگر مولوی اشفاق الرحمن صاحب بھی اسکو انصاف سے بغور مطالعہ فرمائینگے تو انشاء اللہ رفعیدین فی الصلوٰۃ کرنا شروع کردینگے۔

واللہ یہدی من یشاء والیہ المصیر وانا الحقیر الفقیر

ابو محمد عبد الجبار الجیپوری المدرس بمدرسہ مسجد کلاں صدر بازار دھلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ و نصلی علی رسولہ محمد الذی لا نبی بعدہ وعلی آلہ واصحابہ واحزابہ الی قیام الساعۃ - اما بعد - رسالہ جلاء العینین فی اثبات رفع الیدین میں نے اول سے آخر تک بغور مطالعہ کیا بحمد اللہ اچھا رسالہ ہے جرح تعدیل اچھی کی گئی ہے - ہر ایک شبہات کا احسن وجہ سے جواب دیا ہے - تاویلات رکیکہ و تحریفات زائغۃ کا خوب ہی قلع قمع کیا ہے - مولوی اشفاق الرحمٰن صاحب بھی نصرت مذہب میں تحریفات میں کمال رکھتے ہیں - خوف الٰہی نہیں آتا - سنن و فرائض جو احادیث متواترہ سے ثابت ہو چکے اس کے مٹانے کے لئے کمربستہ ہیں محشر میں فی حضرۃ اللہ کیا جواب دینگے - مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کو اللہ پاک دنیا آخرت میں برکت عنایت کرے انکی سعی بلیغ کو قبول فرماوے اور اس رسالہ کو وسیلہ رضا و نجات کا بناوے آمین -

والسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العلمین

حررہ احمد اللہ سلمہ غفرلہ مدرس مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دھلی

مورخہ ۱۴ رمضان ۱۳۴۹ھ